بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

ترجمہ

نزہۃ الخواطر
و
بہجۃ المسامع والنواظر

(پاک و ہند کے علماء اور مشاہیر کا تذکرہ)

(حصہ دوم)

مؤلفہ :- مولانا سید عبدالحی بریلوی

مترجم :- ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی

○

مقبول اکیڈمی

بالمقابل شمع پوسٹ آفس، شاہ عالم مارکیٹ لاہور

ناشر:- ملک مقبول احمد

طباعت:- نقوش پریس

طبع اوّل:- ۱۹۶۵ء

قیمت:- سات روپے

باعانت
محکمۂ اوقاف
(مغربی پاکستان) لاہور

فہرست افراد متن

(جلد دوم)

الف

۱- ابراہیم بن شہریار — ہمدانی
۲- ابراہیم (نجم الدین)
۳ ابراہیم بن عبداللہ — سنکانی
۴- ابوعلی شرف الدین قلندر
۵ ابوالفتح رکن الدین — ملتانی
۶- قاضی ابوحنیفہ
۷- احمد بن حسین بخاری — اُچّی
۸- احمد بن خسرو — دہلوی
۹ احمد بن شہاب — دہلوی
۱۰ احمد بن یحییٰ — منیری
۱۱- احمد بن محمد بخاری
۱۲- احمد بن محمد — قندھاری
۱۳- احمد بن ایاز — دہلوی
۱۴- سید احمد — غزنوی
۱۵- شیخ اسحاق — مغربی
۱۶- شیخ اسماعیل ابن محمد — ملتانی
۱۷- شیخ اسد الدین — ظفرآبادی
۱۸- مولانا اعز الدین — بدایونی
۱۹- مولانا افتخار الدین — رازی
۲۰- مولانا افتخار الدین — برنی
۲۱- مولانا اختیار الدین — دہلوی
۲۲- مولانا افتخار الدین — گیلانی
۲۳- شیخ اعز الدین — دہلوی
۲۴- شیخ امام الدین — دہلوی

ب

۲۵ مولانا بدر الدین — اودھی
۲۶ حکیم بدر الدین — دمشقی
۲۷ بدر الدین — معبری
۲۸ بدر الدین — شاشی
۲۹- مولانا برہان الدین — بھکری

٣٠ - مولانا برہان الدین ساوی

٣١ - قاضی بہاء الدین اچی

٣٢ مولانا بہاء الدین ملتانی

ت

٣٣ - امیر تاتار خاں دہلوی

٣٤ - قاضی تاج الدین کروی

٣٥ - مولانا تاج الدین کلاہی

٣٦ مولانا تاج الدین المقدم

٣٧ مولانا تاج الدین عراقی

ج

٣٨ شیخ جلال الدین تبریزی

٣٩ مولانا جلال الدین رومی

٤٠ قاضی جلال الدین الولوالجی

٤١ شیخ جلال الدین دہلوی

٤٢ شیخ جلال الدین اودھی

٤٣ قاضی جلال الدین کاشانی

٤٤ قاضی جلال الدین کرمانی

٤٥ شیخ جمال الدین مغربی

٤٦ شیخ جمال الدین الکوئلی

٤٧ شیخ جمال الدین آچی

٤٨ شیخ جمال الدین اودھی

ح

٤٩ منہاج الدین الحسن بیابانی

٥٠ نجم الدین الحسن بن علاء سنجری

٥١ علاء الدین حسن بہمنی

٥٢ جلال الدین حسین بن احمد بخاری

٥٣ شیخ حسین بن محمد کرمانی

٥٤ حسین بن عمر غیاث پوری

٥٥ مولانا حجۃ الدین القدیم ملتانی

٥٦ مولانا حسام الدین ساوی

٥٧ مولانا حسام الدین سرخ

٥٨ مولانا حماد الدین کاشانی

٥٩ مولانا حمید الدین دہلوی

٦٠ شیخ حمید الدین قلندر دہلوی

٦١ شیخ حمید الدین ہنکاری

خ

٦٢ خسرو بن سیف الدین دہلوی

٦٣ سید خضر رومی

٦٤ خواجہ خطیر بن اشرف نخشبی

د

٦٥ شیخ دانیال بن الحسن سترکی

نمبر	نام	نسبت
۶	شیخ داؤد ابن الحسین	شیرازی
	ر	
۶	قاضی رکن الدین	کردی
۶	شیخ رکن الدین	کاشانی
۶	قاضی رکن الدین	کاشانی
۷	مولانا رکن الدین	سنامی
۷	مولانا رکن الدین	اندرپتی
۷	شیخ رکن الدین	ظفرآبادی
۷	مولانا رکن الدین	بدایونی
۷	مولانا رکن الدین	بہاری
	ز	
۷	زاہد بن محمد	بہاری
۷	مولانا زین الدین	دہلوی
۷	شیخ زین الدین	اودھی
۷۸	قاضی زین الدین	دہلوی
۷۹	قاضی زین الدین	گوالیاری
۸۰	خواجہ زکی الدین	مقری
	س	
۸۱	سیف اللہ غدا	امیر عرب شام
۸۲	مولانا سعد الدین	دہلوی
۸۳	قاضی سماع الدین	دہلوی
۸۴	مولانا سراج الدین	ثقفی
۸۵	شیخ سعید الدین	قندہاری
۸۶	شیخ سلیمان بن احمد	ملتانی
۸۷	قاضی سماء الدین	بجنوری
	ش	
۸۸	شاہ مرزا	کشمیری
۸۹	شیخ شرف الدین حسینی	کشمیری
۹۰	قاضی شرف الدین	دہلوی
۹۱	شیخ شرف الدین حسینی	امروہوی
۹۲	شیخ شمس الدین	ترکمانی
۹۳	شیخ شمس الدین	کوئلی
۹۴	مولانا شمس الدین	باخرزی
۹۵	مولانا شمس الدین	کازرونی
۹۶	مولانا شمس الدین	دمشقی
۹۷	مولانا شمس الدین	دہلوی
۹۸	مولانا شمس الدین	تمتم
۹۹	مولانا شمس الدین	سنامی
۱۰۰	مولانا شمس الدین	دہلوی
۱۰۱	مولانا شمس الدین	دہاراسیوا
۱۰۲	شیخ شہاب الدین	جامی
۱۰۳	مولانا شہاب الدین	دہلوی

۱۰۴	شیخ شہاب الدین	دہلوی
۱۰۵	مولانا شہاب الدین	ملتانی
۱۰۶	شیخ شہاب الدین	گازرونی
۱۰۷	شیخ شہاب الدین	ناگوری
۱۰۸	مولانا شہاب الدین	دہلوی
۱۰۹	شہاب الدین شاہ	کشمیری
۱۱۰	شیخ شہاب الدین	زاہدی

ص

۱۱۱	مولانا صدر الدین الحکیم	دہلوی
۱۱۲	شیخ صدر الدین	دہلوی
۱۱۳	قاضی صدر الدین	دہلوی
۱۱۴	شیخ صدر الدین	ظفرآبادی
۱۱۵	شیخ صدر الدین	بھکری
۱۱۶	مولانا صدر الدین	ساوی
۱۱۷	مولانا صدر الدین	گندھک
۱۱۸	مولانا صدر الشریف	سمرقندی
۱۱۹	مولانا صلاح الدین	سترکی
۱۲۰	شیخ صلاح الدین	ملتانی

ض

۱۲۱	قاضی ضیاء الدین	برنی
۱۲۲	قاضی ضیاء الدین	بیانوی
۱۲۳	مولانا ضیاء الدین	دہلوی
۱۲۴	شیخ ضیاء الدین	رومی
۱۲۵	قاضی ضیاء الدین	سنامی
۱۲۶	شیخ ضیاء الدین	نخشبی

ظ

۱۲۷	مولانا ظہیر الدین	بھکری
۱۲۸	مولانا ظہیر الدین	اعرج
۱۲۹	شیخ ظہیر الدین	ظفرآبادی

ع

۱۳۰	مولانا عالم بن العلاء	اندرپتی
۱۳۱	مولانا عبد العزیز	دہلوی
۱۳۲	شیخ عبد العزیز	اردبیلی
۱۳۳	شیخ عبد العزیز	دہلوی
۱۳۴	شیخ عبد اللہ ابن محمد	دہلوی
۱۳۵	قاضی عبد اللہ	بیانوی
۱۳۶	مولانا عبد الکریم	شروانی
۱۳۷	قاضی عبد المقتدر	کندی
۱۳۸	شیخ عثمان ابن داؤد	ملتانی
۱۳۹	شیخ سراج الدین عثمانی	اودھی
۱۴۰	قاضی فخر الدین عثمانی	ملیباری
۱۴۱	شیخ عثمان بن منہاج	سناحی

۱۴۲	شیخ عزالدین	زبیری
۱۴۳	الامیر عزالدین	البتانی
۱۴۴	شیخ عزیزالدین	دہلوی
۱۴۵	مولانا عضدالدین	دہلوی
۱۴۶	مولانا عفیف الدین	کاشانی
۱۴۷	شیخ علاءالدین	الندی
۱۴۸	شیخ علاءالدین	اودھی
۱۴۹	الامیر علاءالدین	برنی
۱۵۰	شیخ علاءالدین	سندیلوی
۱۵۱	شیخ علاءالدین	ملتانی
۱۵۲	شیخ علاءالدین	کنتوری
۱۵۳	سید علاءالدین علی بن محمد	دہلوی
۱۵۴	مولانا علاءالدین	دہلوی
۱۵۵	مولانا علاءالدین	التاجر
۱۵۶	مولانا علاءالدین	کرک
۱۵۷	مولانا علاءالدین	لاہوری
۱۵۸	مولانا علاءالدین	المقری
۱۵۹	مولانا علاءالدین	اندرپتی
۱۶۰	مولانا علم الدین	شیرازی
۱۶۱	مولانا علیم الدین	تبریزی
۱۶۲	شیخ علی بن حمید	ناگوری
۱۶۳	شیخ علی	حیدری
۱۶۴	شیخ علی بن شہاب	ہمدانی
۱۶۵	شیخ علی بن احمد	غوری
۱۶۶	شیخ علی بن محمد	ہجویری
۱۶۷	شیخ علی بن محمد	جھونسوی
۱۶۸	علی بن علی	جھونسوی
۱۶۹	علاءالدین علی بن محمد	دہلوی
۱۷۰	علی بن محمود	دہلوی
۱۷۱	مولانا عمادالدین	دہلوی
۱۷۲	مولانا عمادالدین	غوری
۱۷۳	شیخ عمر بن محمد	ہندی
۱۷۴	شیخ عمر بن اسعد	پنڈوی
۱۷۵	شیخ عمر بن اسحاق	غزنوی
۱۷۶	شیخ عمر بن محمد	سنامی
۱۷۷	شیخ عین الدین	بیجاپوری
۱۷۸	خواجہ عین الدین	ہندی
	غ	
۱۷۹	غیاث الدین شاہ تغلق	دہلوی
۱۸۰	غیاث الدین	ملک بنگال
	ف	
۱۸۱	مولانا فخرالدین	زرادی

۲۶۳	مولانا معین الدین	عمرانی
۲۶۴	شیخ معز الدین	اجودھنی
۲۶۵	شیخ معز الدین	دہلوی
۲۶۶	قاضی مغیث الدین	بیانوی
۲۶۷	مولانا مغیث الدین	ہانسوی
۲۶۸	قاضی مظہر الدین	کردی
۲۶۹	مولانا منہاج الدین	فاسی
۲۷۰	شیخ منتخب الدین	ہانسوی
۲۷۱	شیخ منہاج الدین	انصاری
۲۷۲	مولانا موید الدین	کردی
۲۷۳	مولانا میران	ماریکلی

ن

۲۷۴	مولانا ناصح الدین	ناگوری
۲۷۵	مولانا ناصر الدین	خوارزمی
۲۷۶	مولانا نجم الدین	الانتشار
۲۷۷	مولانا نجم الدین	سمرقندی
۲۷۸	مولانا نجیب الدین	ساوی
۲۷۹	مولانا نصیر الدین	دہلوی
۲۸۰	مولانا نصیر الدین	صابونی
۲۸۱	مولانا نصیر الدین	کردی
۲۸۲	مولانا نصیر الدین الحکیم	شیرازی
۲۸۳	مولانا نصیر الدین	جونپوری
۲۸۴	مولانا نظام الدین	کلاہی
۲۸۵	مولانا نظام الدین	شیرازی
۲۸۶	مولانا نظام الدین	ظفرآبادی
۲۸۷	مولانا نظام الدین	حصاری
۲۸۸	شیخ نور الدین	ہانسوی

و

۲۸۹	مولانا وجیہ الدین	رازی
۲۹۰	مولانا وجیہ الدین	پائلی
۲۹۱	مولانا وجیہ الدین	بیانوی
۲۹۲	مولانا وجیہ الدین	دہلوی

ی

۲۹۳	مولانا یعقوب	فلتی
۲۹۴	الیمنی الحکیم	دہلوی
۲۹۵	شیخ یوسف بن جمال	ملتانی
۲۹۶	شیخ یوسف	چندیری
۲۹۷	شیخ یوسف	چشتی
۲۹۸	شیخ یوسف بن سلیمان	اجودھنی
۲۹۹	شیخ یوسف بن علی	حسینی

طبقہ ثامنہ

(۸-ویں صدی ہجری کے اکابر)

۱۔ شیخ ابراہیم بن شہریار ہمدانی عراقیؒ

م سنہ ۷۰۷ھ / ۱۳۰۷ء

فخرالدین لقب، عراق سے منسوب (عراقی) فضل وصلاح وتقویٰ میں معروف، مولد ہمدان۔ صغر سنی میں قرآن مجید حفظ کیا اور تجوید میں بھی ملکہ حاصل کر لیا۔ اب تحصیل علوم پر مائل ہوئے اور سترہ سال کی عمر میں تکمیل کر لی اور اس سال کے اندر مسند تدریس پر فائز ہوئے۔

ایک روز مصروف بہ تدریس تھے کہ فرقہ قلندریہ کا ایک ٹولہ آیا جس میں ایک نوعمر حسین لڑکا تھا۔ یہ اسے دیکھ کر درس ترک کر کے اس گروہ میں شامل ہو گئے۔ چلتے چلاتے یہ گروہ ملتان وارد ہوا اور حضرت زکریا ملتانی سے ملاقات کی تو ممدوح نے ابراہیم کے بشرے پر رشد وسعادت کے آثار پا کر انہیں اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور اپنے اس گروہ میں شریک کر لیا۔ جس گروہ میں پہلے چالیس فقرا اور جمع تھے۔ دسویں روز ان کی حالت متغیر ہو گئی اور محسن کے ساتھ فارسی اشعار گانے لگے۔ ان کے ساتھی یہ سن کر چلا اٹھے کہ ہمارا طریقہ تو صرف خلوۃ اور مراقبہ اور ذکر ہے جس میں یوں شعر

روا نہیں۔ حضرت شیخ بہاء الدین نے شور و غوغا سنا تو مریدوں کو منع فرمایا۔ اس پر مریدوں نے کہا "اے پیر و مرشد! نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ مغنی سے قانون کے اندر الٰہی کے سر تال میں یہ شعر الاپتے پھرتے ہیں" ان میں سے ایک شعر یہ ہے ؎

چو خود کردند راز خویشتن فاش

عراقی را چرا بدنام کردند !!

پیر و مرشد نے یہ سنا تو انہیں خانقاہ میں جانے کا حکم دیا۔ پھر ان سے کہا " باہر نکل آؤ! عراقی نے خانقاہ سے باہر آکر شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ اب شیخ نے انہیں خرقہ پہنوایا اور اپنی صاحبزادی کا عقد ان[1] سے کر دیا۔

حضرت عراقی ۲۵ سال تک ملتان میں قیام کے بعد زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ اور قونیہ تشریف لے گئے۔ جہاں شیخ صدر الدین سے فصوص (ابن عربی) پڑھی۔ پھر مصر آئے اور قاہرہ میں منصب شیخ پر فائز ہوئے۔ آخر دمشق لوٹ گئے۔ اور یہاں آسودۂ لحد ہو گئے۔ ان کی تصنیفات میں اللمعات (فارسی) میں ہے جو انہوں نے قونیہ میں لکھی۔ اور ان کے یہ شعر یادگار ہیں۔

نخستین بادہ کاندر جام کردند

ز چشم مست ساقی وام کردند

برائے صید مرغ جان عاشق

ز زلف فتنہ جویان دام کردند

---

[1] اللہ اللہ! یہ لوگ سد ذرائع پر کس حد تک عامل تھے۔ مبادا عراقی پھر کسی پر مائل ہو جائے۔ اپنی صاحبزادی ان کے حبالۂ عقد میں دے دی۔ حضرت زکریا ملتانی نے اس قدر مال و منال چھوڑا کہ ان کے سات لڑکوں میں سے ہر ایک کے حصے میں دیگر اثاثہ و جائیداد غیر منقولہ کے ہر ایک فرزند کو ستر ستر لاکھ اشرفی ترکے میں ملی۔

بعالم ھر کجا رنج و بلائی است
بہم کردند و عشقش نام کردند!!
چو خود کردند راز خویشتن فاش
عراقی را چرا بدنام کردند!

عراقی کی ۲ تاریخ وفات بیان کی جاتی ہیں :-

۱ - احمد رازی در ہفت اقلیم ۶۸۸ھ/۱۲۸۹ء یا ۷۰۷ھ/۱۳۰۷ء
۲ - دولت شاہ سمرقندی در تذکرۂ شعرا ۷۰۷ھ/۱۳۰۷ء

عراقی دمشق میں شیخ محی الدین ابن عربی کے جوار میں مدفون ہوئے - باوجودیکہ عراقی کے مولد و مدفن دونوں ہندوستان میں نہ تھے - بلکہ انہوں نے یہاں ۲۵ سال تک قیام فرمایا - شادی کی اور اولاد پیدا ہوئی - اس لیے ہم نے تیمناً ان کا تذکرہ لکھ دیا -

۲ - نجم الدین ابراہیم

لقب نجم الدین - فرقہ سہروردی کے ممتاز شیوخ صلحا سے ہیں - جناب ابوالفتح رکن الدین ملتانی سے اخذ طریقت کیا - اور ان سے شیخ منہاج الدین حسن بیابانی اور دوسرے بے شمار حضرات نے[۱]

۳ - ابراہیم بن عبداللہ شکاری

م ۱۴ محرم ۷۵۳ھ/۱۳۵۲ء

بے بدل عالم اور شریعت پر عمل پیرا - حضرت عین الدین بیجاپوری مصنف کتاب الملحقات سے پڑھا اور دولت آباد میں کچھ مدت ان کے ملازم[۲] رہے - پھر بیجاپور کے ملحقہ قریہ بھیردل

---

[۱] بحوالہ منبع الانساب در ملتان
[۲] ملازم کے معنی چاکری نہیں بلکہ حضوری کے ہیں -

یاں تشریف لے آئے اور اپنے شیخ ممدوح کی زندگی میں یہیں دار فانی سے رخصت ہوئے۔ یہ تذکرہ ممدوح حضرت عین الدین نے اپنی کتاب اطوار الابرار میں کیا ہے اور موصوف ہی نے اپنی دوسری تالیف بساتین السلاطین میں انہیں شیخ کامل المکمل صاحب المقامات العالیہ لکھا ہے۔ اور تاریخ الاولیاء میں لکھا ہے کہ انھوں نے شیخ علاء الدین جیوری اور شیخ شمس الدین دامغانی اور شیخ منہاج الدین تمیمی اور شیخ عین الدین الممدوح الموصوف سے طریقت اخذ کی۔ مزار ان کا بیجا پور میں ہے۔

۴۔ شرف الدین ابو علی قلندر

۱۳ رمضان ۷۲۴ھ
۱۳۲۴ء

الشیخ الکبیر شرف الدین ابو علی قلندر پانی پتی مشہور اولیاء میں سے تھے۔

علوم دین پڑھنے کے بعد مسلسل بیس سال تک مسند تدریس آراستہ فرمائی کہ یک دم مغلوب الحالہ ہوکر کھو گئے۔ اور زندگی کے آخری لمحہ تک اسی ایک حالت پر رہے۔ کتاب اعراسنامہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے شمس الدین تبریزی کے واسطہ سے حضرت قطب الدین البہری از شیخ کبیر ضیاء الدین ابو نجیب عبد القادر (نامہ) سہروردی سے فیض حاصل کیا۔

گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ بوعلی شرف الدین نے اپنی تالیف حکمت نامہ میں یہ لکھا ہے کہ:۔

"جب میں ۴۰ سال کی عمر پر پہنچا۔ تو دہلی وارد ہوا اور شیخ قطب الدین بختیار اوشی کے مزار پر طواف کرنے کے بعد مسند تدریس و افتاء پر متمکن ہوا۔ یہ مشاغل بیس سال تک رہے۔ حتیٰ کہ اچانک مجھ پر جذبہ ربانی طاری ہوا۔ اور میں نے تعلیم و تعلم کے مشاغل سے خود کو ہٹا کر دہلی کا قیام بھی ترک کر کے شہر بشہر گھومنا

شروع کر دیا۔ اسی گردش میں شیخ شمس الدین تبریزی اور شیخ جلال الدین رومی کی خدمت میں باریاب ہوا۔ ان دونوں نے مجھے خرقہ ہائے خلافت عطا فرمائے اور میں نے ہندوستان کی راہ اختیار کر لی۔ راستے میں دستار علم اور قبائے فضیلت دریائے جیحون میں بہا دیے کہ

ع این خرقہ بہ معنی غرق بہ سے ناب ادلیٰ (نوشہری)

حضرت بوعلی کے مصنفات فارسی بہت ہیں۔ جن میں حقائق و معارف کا گرانقدر گنجینہ ہے۔ ان میں سے ایک شعر ہے ؎

مرحبا ای بلبل باغ کہن
از گل رعنا بگو با ما سخن!

حضرت بوعلی کے یہ اقوال کتابوں میں ملتے ہیں۔

درویشی چیست؟

نفس کشتن و طلسم ہستی شکستن و ترک از غیر گرفتن و از خود رستن و بہ دوست پیوستن۔ و در آتش محبت سوختن و خاکستر گشتن!

درویشی کیا ہے؟

نفس امارہ کو زیر کرنا۔ ہستی کا طلسم توڑنا۔ غیر اللہ سے لگاؤ ترک کرنا۔ خود سے آزاد ہونا۔ دوست سے لگاؤ پیدا کرنا، اور محبت کی آگ میں جل کر خاک ہو جانا۔[1]

۵۔ ابوالفتح رکن الدین ملتانی

م ۹ جمادی الاول ۷۳۴ھ / ۱۳۳۴ء

اسم سامی محمد۔ مشاہیر ہند کے سرتاج۔ ارشاد و تلقین میں بلند مرتبہ۔ جن کے ماثر سے

---

[1] مہر جہاں تاب (دہلی)

سننے والے ترک معصیت کر کے اطاعتِ الٰہی پر مائل ہو جاتے ۔

ان کا مولد ملتان ہے ۔ تاریخ ولادت ۶۴۷ھ / ۱۲۴۹ء ۔ اور عمر ۸۸ سال ہے ۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد اپنے دادا کی مسندِ ارشاد کو زینت بخشی جس پر ۵۲ سال تک متمکن رہے۔

بارہا دہلی تشریف لائے ۔ ایک مرتبہ سلطان علاء الدین خلجی اور دوسری مرتبہ سلطان قطب الدین خلجی کی استدعا پر ۔ جو آپ کے معتقد تھے ۔

سلطان قطب الدین نے آپ کے قدم پر ایک لاکھ اور رخصتانہ میں ۵ ہزار دینار نذر کیے جو آپ نے ایک ہی دن میں محتاجوں پر تقسیم کر دیئے ۔

حضرت شاہ نظام الدین اولیاء اور ممدوح کے درمیان (باوجود اختلاف طرق کے محبت صادق تھی ۔) (کہ ان حضرات کے اندر ظاہری شیوخ کے مانند اپنا اپنا مسلک مقدم نہ تھا بلکہ اسلام اور انسانیت پیش نظر تھی ۔ مترجم)

ان کے مریدوں میں یہ حضرات ممتاز ہیں :۔ ۱۔ حسین ابن احمد بن حسین الحسینی البخاری ۲۔ شیخ جلال الدین برکی ۔ ۳۔ شیخ عثمان الرحالہ ۔ ۴۔ شیخ حاجی اللہ ۔ ۵۔ شیخ خضر ۔ ۶۔ نجم الدین ابراہیم بیابانی ۔ ۷۔ قوام الدین گاذرونی ۔ اور دیگر بے شمار حضرات ۔

ان کی رحلت ادائے نماز تسبیح میں ہوئی ۔ اور اپنے آباء کے جوار میں ملتان قدیم کے قبرستان میں آسودۂ لحد ہوئے ۔

سے قطب الدین نے انہیں حضرت شہنشاہِ دین خواجہ نظام دین اولیاء سے موازانہ کے لیے طلب کیا تھا ۔ یہ واقعہ خواجہ حسن نظامی نے اپنے رنگ میں خواجہ ہردلوا احمد ایاز کی کتاب نظامی نمبری میں سے نقل فرمایا ہے ۔ (نوشہروی)

سے سیاح

۶۔ قاضی ابو حنیفہ سندھی

(بعہد سلطان محمد تغلق)

اپنے دور کے ممتاز علماء سے تھے۔ بادشاہ محمد تغلق دہلوی کے عہد میں بھکر کے قاضی مقرر ہوئے۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے ۷۴۲ھ / ۱۳۴۲ء میں شہر بھکر میں ان سے شرفِ ملاقات حاصل کیا تھا۔[۱]

۷۔ احمد بن الحسین البخاری (از شہر اُچ)

شیخوخیت اور تقویٰ میں ممتاز۔ غالباً شہر بھکر میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ بی بی فاطمہ بنت سید بدرالدین پسر صدرالدین بھکری ہیں اور اہلیہ کا نام ہے موید با جوان کے ماموں سید مرتضیٰ کی صاحب زادی ہیں۔ حسین بن احمد اُچی ان کے صاحبزادے ہیں۔ بی بی موید کی رحلت کے بعد ان کی ہمشیرہ بی بی خاتون سے نکاح ہوا۔ جن کے بطن سے صدرالدین محمد اور ایک دختر پیدا ہوئے ——— انہوں نے علومِ ظاہری و باطنی دونوں اپنے والد سے پڑھے اور خرقہ و خلافت بھی ان ہی سے حاصل ہوا۔[۲]

۸۔ احمد بن خسرو دہلوی

خسرو کا لقب سیف الدین محمود البخاری دہلوی ہے۔ احمد فضل و کمالاتِ علمی میں فخر الاماثل تھے۔ دہلی ان کا وطن ہے۔ امراء اور بادشاہوں کے مقرب تھے، جس سے ان کی وجاہت میں چار چاند لگ گئے۔ حتیٰ کہ فیروز شاہ (بر ۷۹۵ھ) نے انہیں اپنا ندیم مقرر کر لیا۔[۳]

---

[۱] سفرنامہ ابن بطوطہ
[۲] تذکرۃ السادات البخاریہ
[۳] منتخب (درمتن)

۹۔ شیخ احمد ابن شہاب دہلوی

م ۷۵۹ھ
۱۳۵۷ء

مشہور زاہد جو اکابرِ علما سے تھے۔ مولد دہلی اور یہیں کے اساتذہ علم وفن سے علوم ظاہری پڑھے۔ طریقت شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے حاصل کی۔ طب میں درجہ حاذق پر فائز تھے اور دوسرے علوم میں بھی کمال حاصل تھا۔ حقائق ومعارف کی تعبیر میں یدِ طولیٰ سے مفتخر تھے۔

ان کی ایک کتاب الصحائف فی الحقائق والمعارف ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ انہیں جنات اچک کر لے گئے، جن میں کئی سال بسر کیے۔ حتی کہ ایک جن کسی مہلک مرض میں مبتلا ہوا تو ان کے معالجہ سے تندرست ہو گیا جنوں نے اس پر بے شمار درہم ودینار ان کی نذر کیے۔ مگر انہوں نے ان میں سے ایک حبہ قبول نہ کیا۔ جن حیران رہ گئے اور انہیں ان کے گھر چھوڑ گئے۔

۱۲۹۲۲

۱۰۔ شیخ احمد بن یحییٰ منیری

م ۷۷۳ھ
۱۳۷۱ء

(مؤلف علام نے لفظ منیری کے لیے بفتح المیم وکسر النون ضبط کیا ہے۔)

الشیخ العلامہ العالم الکبیر العلامہ کو مقامات علیہ اور کرامات ظاہری سے ممتاز تھے۔ والد کا نام یحییٰ ابن اسرائیل بن محمد ہاشمی منیری تھا جو شیخ الاسلام شرف الدین کے القاب سے مفتخر تھے۔

حضرت احمد ان مشہور اربابِ ولایت سے ہیں۔ جن کی اولیائی رفعت منزلت اور اجتہاد میں امتیاز پر تمام لوگ متفق ہیں۔ سن ولادت ۶۶۱ھ ہے۔ یہ سلطان ناصر الدین محمود التمش دہلوی کا زمانہ تھا۔ شہر منیر ان کا مولد ہے۔ بعد از طوعت منار ر کاؤں سے آ کر شیخ شرف الدین ابو توامہ دہلوی کی ملازمت سے بہرہ مند ہوئے۔ جن سے علوم ظاہری پڑھ کر درجۂ اجتہاد پر فائز ہو گئے۔ ان

کے دلائل اور اختصار کا یہ عالم تھا کہ انہیں مطالعہ کتب کے بغیر ہی علمی ملکات کا مظہر سمجھا جاتا۔ ان کے گھر سے آمدہ خطوط اور خبریں ان تک اس لیے نہ پہنچائی جاتیں کہ مبادا ان کی تشویش کا باعث ہوں۔

نکاح

ان کے استاد جناب ابو توامہ صاحب نے اپنی دختر عفیفہ ان کے حبالۂ عقد میں دے دی جن سے ۳ فرزند پیدا ہوئے۔ اسی وقفہ میں یہ بی بی اور ان کے دو فرزند فوت ہو گئے۔ اور ایک فرزند کو ہمراہ لے کر سنہ ۶۹۱ھ/۱۲۹۱ء میں منیر لوٹ آئے۔ اس سے قبل ان کے والد طعمۂ اجل ہو چکے تھے۔ یہ تھوڑی سی مدت کے بعد اپنے فرزند کو اس کی دادی کی تحویل میں چھوڑ کر چلے آئے اور شہنشاہ دہلی حضرت نظام الدین اولیاء اور دوسرے مشایخ وقت کی صحبت (بلا بیعت) سے فیض یاب ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت شاہ بو علی قلندر سے ملاقات کے لیے پانی پت آئے۔ اور یہاں سے لوٹ کر پھر دہلی پہنچے۔ اب شیخ نجیب الدین فردوسی سے خرقہ خلافت حاصل کر کے بہیا میں آئے۔ جو شہر بہار کے غرب میں ایک لق و دق میدان تھا جس میں پانی کا چشمہ تک نہ تھا۔ اور اس پر بھی اس میدان میں ۱۲ سال گذارنے کے بعد راجگیر کے پہاڑوں میں چلے آئے جہاں مدت مدید تک رہے۔ یہاں مشغلہ ریاضت اور مجاہدہ تھا۔ اس عرصہ میں کسی فرد و بشر سے ملاقات نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ ۳۰ سال گذار دیے۔

مگر جب اللہ تعالے نے ان کی ذات سے مخلوق کے لیے فیض رسانی کا ارادہ کیا۔ تو لوگ از خود ان کی طرف مائل ہوتے گئے۔ اور وہ بھی! یہاں تک کہ ممدوح نے آبادی میں آنا بھی شروع کر دیا۔ مگر اصل اقامت نہ رہی تھی۔ ایک عرصہ کے بعد بہار کے رہنے والوں نے آپ سے شہر میں قیام کی التجا کی۔ تاکہ مسلمین آپ کی صحبت سے زیادہ فیضان حاصل کر سکیں۔ اور ان کے مرید نظام مولیٰ بہاری مرید حضرت شاہ نظام الدین اولیاء دہلوی نے ایک خانقاہ بستی سے باہر تعمیر کرا

دی۔ جس میں آپ نے کرہاً بودوباش اختیار کر لی اور فرمایا:۔

"ہم لوگوں کی محبت کے ہاتھوں میں نے اس صنم خانہ میں رہنا گوارا کر لیا ہے۔"

یہ واقعہ سنہ ۷۲۴ھ ۱۳۲۴ء کا ہے۔ پھر سلطان محمد تغلق نے آپ کے لیے ایک عالی شان خانقاہ تعمیر کرا کے اس میں تشریف لے آنے کی درخواست کی۔ جسے آپ رد نہ کر سکے۔ اب آپ نے کتاب سنت کے اشارات واضح انداز میں بیان کرنے شروع کر دیے۔ جن سے نورِ رحمانی پھیل گیا۔ ہر طرف سے لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق دامنِ مراد بھرنے لگے۔

رہے آپ کے مقاماتِ قدسیہ جو علوم و معارف اور قرب و وصول الی اللہ کی وجہ سے آپ کو حاصل ہوئے۔ تو ان کی تفصیل ہم سے دریافت نہ کیجیے کہ ان کی حقیقت کا ادراک عقل سے قاصر ہے۔ البتہ آپ کے مکتوبات میں ملاحظہ فرمائیے جو ۳ جلدوں میں ۲۲۸ کی تعداد میں ہیں اور ان کے سوا آپ کے یہ مؤلفات بھی ہیں۔

۱ ۔ الاجوبۃ والفوائد الرکنی

۲ ۔ ارشاد طالبین

۳ ۔ ارشاد السالکین

۴ ۔ معدن المعانی

۵ ۔ لطائف المعانی

۶ ۔ مخ المعانی

۷ ۔ خوانِ پرنعمت

۸ ۔ التحفۃ الغیبیۃ

۹ ۔ زاد السفر

۱۰ ۔ العقائد الشرفیۃ

۱۱ ۔ شرح آداب المریدین

۷۷۲ھ/۱۲۷۱ء میں دنیا سے منہ موڑا۔ یہ زمانہ سلطان فیروز شاہ کا تھا۔ نماز جنازہ سید اشرف جہانگیر سمنانی نے پڑھائی۔ مزار قصبۂ بہار میں ہے جس پر زائرین کا ہمہ وقت ہجوم رہتا ہے۔

۱۱۔ احمد بن محمد بخاری

م ۷۰[illegible]-۳ھ
۱۳۰۵-۳ء

المعروف بہ خواجہ کرک اللہ الکروی۔ مشہور ارباب باطن سے ہیں۔ ان کے والدان کے بچپنے میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تو یہ گھر سے نکل آئے۔ اور چلتے چلاتے قریہ بھروٹی لواح الہ آباد میں آنکلے۔ یہاں ان کی ملاقات شیخ اسمٰعیل قریشی ملتانی سے کیا ہوئی کہ ان کی ملازمت ہی اختیار کر لی۔ اور طریقت حاصل کرنے کے بعد خود پر ریاضت و مجاہدہ لازم کر لیا۔ مدتوں اس شغل میں منہمک رہنے کے بعد شہر کڑہ (مانک پور) تشریف لائے۔

وہ ہمیشہ عریاں رہتے۔ الاؤ پہ آسن جما رہتا جس میں ہر وقت آگ دہکتی۔ جب بھی کوئی شخص کپڑا یا کھانا پیش کرتا، اسے الاؤ میں جھونک دیتے۔

ان کے کرامات مشہور ہیں۔ حتیٰ کہ جب سلطان جلال الدین خلجی دہلی سے اپنے برادر زادہ سلطان علاؤ الدین کی فریب دہی کا شکار ہو کر اس کی ملاقات کے لیے کڑہ آیا تو ممدوح کے استھان پر سلام اور استمداد کے لیے باریاب ہوا۔ آپ نے فرمایا

ہر کہ آمد بہ سر جنگ ——— تن در کشتی سر در گنگ

اور یہی ہوا دریا میں کشتی پر ملاقات ہوئی۔ برادر زادہ نے اپنے عمِ محترم و مُربّی سے معانقہ کیا اور عقب سے اس کے بڑھائے ہوئے دو سپاہیوں نے جلال الدین کا سر تن سے جدا کر کے دریا میں بہا دیا۔ (ذو شہروی)

حضرت احمد صاحبِ ترجمہ جناب مؤلف سید عبدالحیٔ کے جدِ اعلیٰ قاضی رکن الدین کردی کے ہم عصر تھے۔ وہ جب قاضی صاحب کو دیکھتے تو ستر پوشی کر لیتے۔ ان کی یادگار یہ شعر ہیں:۔

اندر طلب یار چو مردانہ شدم
اوّل قدم از وجود بیگانہ شدم
او علم کمی شنید لب بربستم
او عقل کمی خرید دیوانہ شدم

ما طبل مغانہ دوش بیباک زدیم
عالی علمش بر سر افلاک زدیم
از بہر یکے منبچہ مے خوارہ
صد بار کلاہ توبہ برخاک زدیم

آں کس کہ ترا شناخت جان راچہ کند
فرزند و عیال و خاناں را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی!
دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

کڑہ ہی میں سپردِ خاک ہوئے۔ مزار زیارت گاہِ عوام ہے۔[1]

۱۴۔ شیخ احمد بن محمد قندھاری

م سنہ ۸۲۲ھ / ۱۴۲۰ء

المشہور بہ احمد المعشوق۔ قندھار میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے مشہور مشایخ سے ہیں۔

---

[1] آئینہ اودھ (درمتن)

بلوغت کے بعد بسلسلۂ تجارت ملتان تشریف لائے تو شیخ صدرالدین محمد ملتانی کی خدمت میں ملازم ہو گئے اور ان سے طریقت حاصل کرنے کے بعد مغلوب رہنے لگے[1]

۱۳ - احمد بن ایاز دہلوی

م ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء

المعروف : بہ خواجہ صدرِ جہاں

وطناً دلو گڑھ دکن کے شاہی خاندان سے ہیں۔ مذہباً ہندو اور نام ہر دلو تھا شہنشاہ دین حضرت سلطان المشائخ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر بیعت کی۔ سلطان محمد تغلق کے عہد میں آفیسر تعمیرات مقرر ہوئے۔ بادشاہ کی بنگال سے واپسی پر ان کے قدوم دہلی کے لیے شہر کے باہر کاٹھ کا محل تعمیر کرایا۔ اور کاریگروں کو حکم دیا کہ جب شاہی سواری کا فیل محل میں قدم رکھے محل دھڑام سے ہاتھی پر آگرے اور ایسا ہی ہوا جس میں محمد تغلق بھی ہاتھی کے ساتھ موت کا شکار ہو گیا۔ (برنی)

محمد تغلق کی رحلت کے بعد اس کے بیٹے محمد شاہ نے احمد ایاز کو اپنا وزیر مقرر کر لیا اور اسے خواجہ صدرِ جہاں کا خطاب بخشا۔ وہ ۲۲ سال تک اس منصب پر مامور رہا اور جب محمد شاہ سندھ میں طعمۂ اجل ہو گیا تو اس نے ایک صغیر السن بچے کو دہلی کے تختِ شاہی پر بٹھا کر اعلان کر دیا کہ یہ سلطان محمد شاہ ہی کا فرزند ہے۔ مگر دہلی کے فقہا اور قاضیوں نے فیروز بن رجب کی نیابت کا فتویٰ صادر فرما دیا جو اس وقت میں سندھ میں تھا۔ وہ یہ سن کر ایک فوجِ ظفر موج لے کر دہلی کی طرف بڑھا۔ جب شہر کے قریب یہ لشکر آپہنچا تو احمد بن ایاز فیروز کی خدمت میں حاضر ہوا اور معذرت کی۔ فیروز نے معافی دے کر اسے ہانسی کا شحنہ مقرر کر کے ادھر چلتا کیا۔ اس وقت ہر دلو کی عمر اسی سال سے متجاوز تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فیروز نے اسے سامانا جاگیر میں عنایت

---

[1] خزینۃ الاصفیاء (دوم ثمن)

فرماکر وہاں بھجوا دیا تاکہ وہاں رہ کر عبادت میں مشاغل رہے۔ اسے دہلی سے دور دراز مسافت پر پہنچا تھا کہ شیر خاں نے اسے گھیر کر قتل کر دیا[1]

۱۴۔ سید احمد غزنوی

علمائے کبار سے تھے۔ وطن سے دکن تشریف لائے اور سلطان علاء الدین حسن بہمنی نے انہیں گلبرگہ میں قاضی مقرر کر دیا۔ یہیں آسودہ لحد ہوئے۔ مزار ان کا مشہور مقام پر نمایاں ہے۔

۱۵۔ شیخ اسحاق مغربی

از سنہ ۶۹۰ھ / ۱۲۹۱ء تا سنہ ۷۷۶ھ / ۱۳۷۴ء

ھندوستان کے معروف ارباب ولایت سے ہیں۔ طریقت میں شیخ محمد مغربی کے مرید ہیں جو ابوالعباس احمد قرشی کے فیض یافتہ تھے۔ وہ مرید تھے ابو محمد صالح وکاکی کے اور یہ مسترشد تھے ابو مدین امام الطریقہ مدینہ کے۔ شیخ اسحاق برسوں اپنے مرشد کی خدمت میں ملازم رہے اور ان کی رحلت کے بعد مدتوں ان کی قبر پر مجاورت کرتے رہے ـــــ اب شیخ اسحاق ہندوستان تشریف لائے۔ تو پہلے اجمیر پہنچے۔ یہ زمانہ سلطان فیروز شاہ کی حکومت کا تھا۔ اجمیر میں ایک عرصہ اقامت کے بعد ناگور کے نواحی قریہ کھتو میں آکر بود و باش اختیار کر لی۔ انہوں نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی[2]

---

[1] احمد ایاز ایک کتاب چہل روزہ نام کے مؤلف ہیں۔ یہ کتاب خواجہ حسن نظامی دہلوی کے کتب خانہ میں ہے۔ اسی پر خواجہ صاحب نے نظامی بنسری نام کی کتاب مرتب فرمائی ہے۔ (مترجم)

[2] مجمع الابرار (در متن)

۱۶- شیخ اسمٰعیل ملتانی

م ۶۹۵ھ
۱۲۹۵ء

الشیخ الفقیہہ لقب عمادالدین اور نام اسمٰعیل - علم وفضل میں ممتاز اقران تھے - مولد ملتان ہے - یہیں اپنے والد اور عم بزرگوار الوالفتح رکن الدین دونوں کے زیر سایہ پروان چڑھے - تحصیل علوم میں وہ کمال حاصل ہوا کہ فتویٰ وتدریس میں ملجاد ماویٰ کے درجے پر آ پہنچے اور اپنے عم بزرگوار حضرت رکن الدین کی وفات کے بعد ان سے فیضانِ ارشاد کا ترکہ بھی آپ کو تفویض ہوا - اور ان کے بعد ان کی اولاد و احفاد میں! آپ کی رحلت کے بعد آپ کے فرزند صدرالدین حلیم کو یہ خلافت سپرد ہوئی[1]

۱۷- اسدالدین ظفرآبادی

از رجب ۶۶۱ھ / ۱۲۶۲ء تا ۱۶ جمادی الثانی ۶۹۳ھ / ۱۲۹۰ء

شیخ صالح اسدالدین ابن تاج الدین الحسینی از احفاد امام حسین - جن سے ۱۷- وسائط کے بعد الحاق ہوتا ہے -

اساتذہ :- شیخ ضیاء الدین الزاہد الکردی

اور طریقت میں[2] :- حضرت الوالفتح رکن الدین بن محمد ملتانی و شاہنشاہ دین حضرت نظام الدین دہلوی -

---

[1] گلزار ابرار (در متن) [2] :- یہ لقب سب سے پہلے حضرت رکن الدین ملتانی نے لوٹایا فرمایا - نظامی بنسری ص ۲۲۹

اب آپ واپس وطن تشریف لائے۔

آپ بڑے عابد و مرتاض تھے۔ دن میں دو مرتبہ قرآن مجید ختم کرتے۔ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔

مصنفات میں رسالہ عشقیہ ہے (در بارۂ حقائق و معارف)[1]

۱۸۔ مولانا اعز الدین بدایونی

دہلی کے مشہور اساتذۂ طب سے تھے۔ معالجہ بھی فرماتے[2]

۱۹۔ مولانا افتخار الدین رازی

"العالم الکبیر العلامۃ" فقہ و اصول فقہ و فلسفہ و ادب عربی میں برسرِ روزگار تھے۔ تمام عمر دہلی میں مصروف تدریس رہے[3]

۲۰۔ مولانا افتخار الدین برنی

علامۂ دہر اور علوم نقلیہ و عقلیہ دونوں میں ملکۂ تامہ حاصل تھا[4]

۲۱۔ اختیار الدین دہلوی

امرائے حکومت میں فضل و تقویٰ سے بہرہ مند سلطان ممدوح نے سنہ ۶۴۷ھ میں انہیں دبیر سلطنت کا منصب عطا فرمایا۔

۱۔ تجلی نور
۲۔ برنی (در متن)
۳۔ برنی (در متن)
۴۔ برنی (در متن)

تصانیف میں بساتین الانس ہے جس کا انتصار محمد قاسم بیجاپوری المشہور بہ فرشتہ نے کیا۔

۲۲۔ مولانا افتخار الدین گیلانی

فقہ واصول اور عربی میں فخر الاماثل۔ سلطان ممدوح کے عہد میں دہلی کے اندر مسند تدریس پر فائز ہوئے ان کے تلامذہ میں شیخ نصیر الدین محمود بن یحییٰ الاودی نے شیخ عبد الکریم شیروانی کی وفات کے بعد جملہ درسیات آپ سے پڑھیں

۲۳۔ شیخ اعز الدین دہلوی

"فاضل کبیر اور صاحب کمال" ان کی تصانیف میں دلائل فیروز درنظم تفادل اور شگون و نجوم و حکمۃ طبیعہ میں ہے۔ دوسری کتاب عرض موسیقی ہے جو سلطان فیروز مرحوم کے حکم سے سنسکرت سے ترجمہ کی گئی۔ ان دونوں کے سوا اور کتابیں بھی ہیں[1]

۲۴۔ شیخ امام الدین دہلوی

"العالم الفقیہ"۔ "والمشہور بابدال" شیخ بدر الدین غزنوی سے فیض یاب ہونے کے بعد حضرت قطب الدین بختیار کے ملازم خدمت ہوئے۔ ان سے شیخ شہاب الدین عاشق نے طریقت حاصل کی[2]

---

[1] در تاریخ فرشتہ (در متن)

[2] مہر جہاں تاب (در متن)

۲۵- مولانا بدرالدین اودھی

"الصالح الواعظ الحنفی" مشہور واعظ از ساکنین اودھ- دہلی تشریف لے جاتے تو چند مہینے قیام فرماتے- اس عرصے میں وعظ فرماتے- برنی اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں- زاہد پُرخلوص اور تقویٰ کا نمونہ تھے- دوران وعظ میں ان کی زبان سے سچی بات ہی نکلتی- مجلس میں ہر قسم، ہر طبقہ کے لوگ حاضر ہوتے جو ان کے بیان پر زار و قطار روتے اور اپنی اصلاح پر متوجہ ہوتے-

۲۶- حکیم بدرالدین دمشقی

ان کے عہد میں طبابت میں ان کا نظیر نہ تھا- وہ نبض شناسی اور تشخیص میں فرد اور قارورہ دیکھنے میں بے مثل تھے- ایک مرتبہ کوئی شخص مختلف مویشیوں کے بول ملا کر ایک شیشی میں بھر لایا- آپ نے مسکرا کر ان کی تشریح فرما دی- حسن تقریر میں دم مسیحائی حاصل تھا- باریک تر معانی اس خوبی سے بیان کرتے کہ طلبہ کے ذہنوں میں مرتسم ہو جاتے- شیخ الرئیس کی کتاب قانون کا حل تو ان کی چٹکی میں تھا- سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی کے عہد میں دہلی کے اندر طب کی تدریس اور ادویہ سازی سکھاتے- اس کے ساتھ صاحب کشف و کرامات بھی تھے- ان کا طریقہ صوفیانہ تھا-[۱]

۲۷- مولانا بدرالدین المعبری

"العالم الفقیہ الشافعی" شہر مانگرور کے قاضی تھے- یہ شہر راس خور الذنب پر آباد تھا- جو ملیبار میں سب سے بڑی راس ہے- محمد ابن بطوطہ سیاح نے ان سے اس شہر میں ملاقات کے بعد اپنے سفرنامہ میں ان کا ذکر کیا ہے-

---

[۱] تاریخ فیروز شاہی (درمتن)

۲۸ ۔ بدر الدین الشاشی

مشہور شاعر باکمال تھے ۔ سلطان ممدوح کی مدح میں ان کے قصائد ان کے دیوان میں ہیں ۔ ان کی ایک تالیف شاہنامہ تیس ہزار شعروں پر مشتمل ہے جس میں صرف سلطان موصوف کے احوال و سوانح ہیں ۔ ان کے شعروں میں ایک بیت یہ ہے ؎

ہمچو آہ سرد صبح و گریہ ہائے گرم شمع

آتش اندر خود زند دود دلِ افگارِ من

۲۹ ۔ مولانا برہان الدین بھکری

"الشیخ الفاضل العلامہ" فقہ و اصول و عربیت کے یکہ تاز سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی کے عہد میں دہلی میں اقامت فرما تھے [1]

۳۰ ۔ مولانا برہان الدین ساوی

الشیخ الفاضل ــــ تجرد و صلاح میں ممتاز سلطان المشایخ کے مرید ۔

۳۱ ۔ قاضی بہاء الدین اچی

"الشیخ العالم الفقیہ" ۔ شہر اچ میں مسند تدریس پر فائز تھے ۔ شیخ جلال الدین حسین بن احمد حسینی البخاری نے جملہ درسیات از بدایہ تا ہدایہ آپ سے سبقاً پڑھے [3]

---

[1] برنی (درمتن) [2] سیر الاولیاء (درمتن) [3] جامع العلوم (درمتن)

۳۲- مولانا بہاؔالدین ملتانی

"الشیخ الفاضل الکبیر" ممتاز اہل علم وارباب معرفتہ سے تھے۔ دہلی آئے تو یہیں طرح اقامت ڈال دی۔ کثیر الدرس والافادہ تھے۔ دہلی میں آسودۂ لحد ہوئے۔ برسوں حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں رہ کر طریقت پر گامزن ہو گئے[1]۔

۳۳- امیر تاتار خاں دہلوی

انہیں سلطان غیاث الدین تغلق ایک جنگ میں ان کی لاوارثی کی حالت میں کسی خطۂ ارضی سے اٹھا کر لے آئے۔ کہ ابھی یہ مولود نوپی سے تھے۔ بادشاہ نے انہیں محلات میں پرورش کے لیے سونپ دیا۔ بڑے ہوئے تو بادشاہ نے اپنے خواص میں شامل کر کے سلطنت کے اہم امور پر تعینات کر دیا۔

یہ صاحب علم وکمال، شجاع ودلاور اور عدل وسخاوت وحسن اخلاق میں ممتاز تھے۔ شریعت کی پاسداری تو اس حد تک مدِ نظر تھی کہ امرائے سلطنت اور بادشاہوں کو بھی خلافِ شرع امور پر تنبیہہ سے باز نہ رہتے۔ ایک مرتبہ سلطان فیروز شاہ کو شراب نوشی پر زجر کی تو بادشاہ نے فیروزہ کی فصیل ڈھا کر اسی وقت انہیں اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ اور ایک مرتبہ سلطان محمد شاہ تغلق نے اپنے اوپر ان کی طرف سے سرزنش پر ان کا موجب بند کر دیا تو انہوں نے بادشاہ کی طرف یہ شعر لکھے ؎

وہ! ندانم از کجا رنجیدۂ!

بے سبب از دوستاں ببریدۂ!

---

[1] سیر الاولیاء (درمتن)

بانگ نے خوش مے زند جانان من
نالۂ بے چارگاں نشنیدۂ!

در تو بارے ہرگز این عادت نبود
از طریق خود مگر گردیدۂ!

گو گناہے کردہ ام مارا بہ بخش!
زانکہ تو چندیں گنہ بخشیدۂ!

از تتار خستہ باللہ العظیم
نیست جرمے بے سبب رنجیدۂ!

بادشاہ کا دل ان شعروں سے بھر آیا۔ اور تتار خاں کو پہلے کی مانند مقربین میں داخل کر لیا۔ مگر بایں ہمہ وہ بادشاہ کو چھوڑ کر حج کے لیے چلے گئے۔

شمس الدین عفیف نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ ہمیشہ مشغول بہ علم اور صحبت علماً سے بہرہ مند رہتے۔ انہوں نے تاتار خانی کے نام سے جامع تفسیر لکھی اور عالم بن علاء دہلوی نے ان کے ایما پر فتاویٰ تاتار خانیہ لکھا۔ وہ سلطان فیروز شاہ کے عہد میں اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔

۳۴۔ قاضی تاج الدین کروی

بھروی "الشیخ العالم الفقیہ — ابن شیخ الاسلام قطب الدین محمد ابن احمد الحسنی الحسینی المدنی الکروی" اپنے عہد میں نہ صرف ممتاز مشایخ میں سے تھے۔ بلکہ شہر کڑہ کے قاضی بھی تھے سلطان علاء الدین خلجی نے انہیں بدایوں منتقل کر کے ان کی جگہ ان کے برادر زادہ رکن الدین ابن نظام الدین کروی کا تقرر فرما دیا — اور یہ تمام عمر بدایوں ہی میں رہے۔ جہاں ان کی اولاد سکونت

اور علم وعمل میں مشہور ہو گئے۔ قاضی ضیاء الدین برنی نے انہیں دیکھا۔ ان کی تعریف کی اور اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ کیا۔

۳۵۔ مولانا تاج الدین کلاہی

"الشیخ العالم الکبیر" ــــ الکلاہی المدرس المشہور۔ شہر دہلی میں مسند درس آراستہ فرمائی۔ برنی نے انہیں دیکھا اور اپنی تاریخ میں یہ تذکرہ فرمایا۔

۳۶۔ مولانا تاج الدین المقدم

"الشیخ العالم الکبیر تاج الدین المقدم دہلوی"۔ فقہ واصول فقہ اور عربی میں فخر الاماثل اور مسند تدریس کے مزین تھے۔ شیخ محمد یوسف حسینی دہلوی دفین گلبرگہ نے ان سے بعض درسیات پڑھیں۔ نیز دوسرے حضرات نے، برنی نے انہیں دیکھا اور یہ تذکرہ اپنی تاریخ میں فرمایا۔

۳۷۔ مولانا تاج الدین عراقی

(بعہد سلطان فیروز شاہ خلجی و سلطان محمد شاہ خلجی (ــــ ہردو)

"الشیخ الفاضل الکبیر" اپنے عہد کے ممتاز مشاہیر میں سے تھے۔ بادشاہ فیروز شاہ ممدوح اور ان کے بعد محمد شاہ کے مقرب تھے۔ بادشاہ نے انہیں لشکر کا میر داد مقرر کر دیا۔ یہ منصب رکھنے والا امرا اور سرداران کے مقدموں کا فیصلہ کرتا ہے۔ جس کا سالانہ اسے پچاس ہزار دینار پیش کیا جاتا بقول برنی "نہ تو ان کے معاصرین کے اندر تفنن علوم واخبار میں کوئی ان کا ہم پلہ تھا۔ اور نہ تقویٰ میں کوئی ان کا مثل! وہ نہایت صالح۔ محتاط۔ دانا اور نصیحت شعار تھے جملہ اقوال وافعال میں۔

۳۸۔ جلال الدین تبریزی

"الشیخ الامام الزاہد" سن رسیدہ بزرگ، اولیائے مشاہیر میں سے ہیں
طریقت میں ابوسعید بدرالدین تبریزی سے مستفیض، ان کی رحلت کے بعد بغداد تشریف
لے آئے اور شیخ طریقت سہروردیہ حضرت شہاب الدین عمر کے ملازم خدمت رہ کر مرتبۂ کمال پر فائز ہوئے
بعد ازیں بہ معیت شیخ بہاء الدین ابومحمد زکریا ملتانی ہندوستان آکر بدایوں میں کچھ عرصہ قیام کے بعد
بنگال تشریف لے گئے۔ ابن بطوطہ نے ۷۴۶ھ میں اسی نواح میں ان سے ملاقات کی۔ یہ مقام
کامرو پہاڑ پر تھا جو شہر سدگانو سے ایک مہینے کی مسافت پر تبت کی طرف ہے بقول ابن بطوطہ۔
"شیخ جلال الدین اولیائے کبار اور ممتاز افراد سے تھے۔ کرامات ان کے مشہور تھے۔ مرد معمر تھے۔
انہوں نے مجھے بتایا کہ خلیفہ معتصم باللہ میرے زمانۂ قیام میں بغداد کے اندر تاتار کے ہاتھوں شہید ہوا۔
شیخ کی رحلت کے بعد ان کے مریدوں نے ان کی عمر (۱۵۰) سال بتائی۔ اور یہ کہ وہ ۴۰ سال سے
مسلسل روزہ رکھ رہے تھے۔ جب دسویں روز اپنی گائے کا دودھ دوھ کر افطار کرتے اور رات بھر قیام
فرماتے۔ دراز قامت مگر دبلے پتلے جسم کے تھے۔ دونوں گال پچکے ہوئے تھے۔ اس پہاڑ کے رہنے
والے بے شمار ہندو ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ وہاں ان کے قیام کی یہی وجہ تھی۔ وفات
سے ایک روز پہلے انہوں نے اپنے تمام مریدوں اور نومسلموں کو جمع کر کے فرمایا کہ ہم توکل گور میں
چلے جائیں گے۔ میرے بعد میرا خلیفہ وہ ذات ہوگی جس کا کوئی شریک نہیں۔

اے یاران من! اللہ ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہنا! دوسرے روز ظہر کی نیت باندھی اور آخری
سجدے میں جان بحق ہو گئے۔ مریدوں نے ان کے پلنگ کے پاس تازہ قبر دیکھی جس پر کفن اور وضو
غسل کے سب لوازمات موجود تھے۔ غسل و کفن کے بعد نماز جنازہ پڑھی اور لاش سپرد لحد کر دی"۔
اس کے بعد ابن بطوطہ نے ان کے کئی خوارق بیان کیے ہیں، جن کا اعادہ باعث طوالت ہوگا۔

احمد بن یعقوب ابن الحسین البتی نے خزینۃ الفوائد میں لکھا ہے کہ وہ ابوسعید تبریزی

سے مستفیض ہونے کے بعد ابھی وہیں قیام فرما تھے کہ مرشد رحلت فرما گئے اور آپ حضرت سہروردی کی خدمت میں بغداد بار یاب ہوئے۔ جب جلال الدین ممدوح نے حضرت سہروردی سے سلوک کے منازل طے کر لیے تو انھوں نے انہیں ارشاد و دعوۃ اور تربیت کی اجازت مرحمت فرما کر خود داعی اجل کو لبیک کہا۔

شیخ جلال الدین کے افادات میں ان کا یہ خط حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی طرف ہے کہ!

یا اخی! من شرب من بحر مودتہ یحیٰ حیوۃ لاموت بعدہا! ومن لم یذق من صافی المحبۃ یخرج من الدنیا کما لبہا ثم صفر الیدین واذا مات صارت جیفۃ ومات موتاً لاحیوۃ بعدہا کما قال اصدق الصادقین!

ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاٰخرۃ اعمی واضل سبیلاً

اے برادر من! جس کسی نے اللہ کے دریائے محبت سے کچھ پی لیا وہ ایسی زندگی سے بہرہ مند ہوا جس کے بعد موت نہیں! اور جس کسی کو اس کی محبت کے اس دریائے مصفا میں سے کچھ نصیب نہ ہوا وہ دنیا سے چوپایوں کی مانند خالی ہاتھ چلا گیا۔ جب وہ مرا تو مردار ہو گیا۔ جس موت کے بعد کبھی زندگی نہیں! جیسا کہ صادق ترین (ذات الٰہ) نے فرمایا کہ:

جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ قیامت کے دن بھی اندھا ہی اٹھے گا۔ اور وہ اپنا راستہ نہ پا سکے گا۔

۳۹۔ مولانا جلال الدین رومی

(بعہد سلطان فیروز شاہ سلطان)

"الشیخ الامام العالم الکبیر العلامتہ" مشہور و ممتاز مدرسین سے تھے۔ ان کے استاد ہیں

شیخ قطب الدین رازی شارح الشمسیہ، آپ فراغ کے بعد ہندوستان وارد ہوئے اور سلطان فیروز شاہ نے انہیں دہلی میں مسند تدریس تفویض فرمادی۔ جس میں فقہ و حدیث و تفسیر وغیرہ مفید علوم کا درس فرماتے تھے۔ یہ مدرسہ سلطان ممدوح ہی نے حوض علائی پر تعمیر کرایا۔ جس میں او نچے ستون متعدد گنبد اور صحن تھے۔ بلکہ اس وسعت و صنعت کا کوئی مدرسہ اس سے پہلے اور بعد میں تعمیر نہ ہوا۔ برنی نے بلحاظ وسعت و بلندی اور اس کے اندر بہنے والے تالابوں میں نفیس پانی اور تازہ ہوا کی آمد و رفت کے اعتبار سے دنیا کے عجائبات میں شمار کیا ہے۔ جو شخص وہاں پہنچ جائے واپس آنے کے لیے اس کا دل نہیں چاہتا۔

۴۰۔ قاضی جلال الدین الولوالجی

"الشیخ العالم الفقیہ" حنفی۔ سلطان مذکور نے انہیں دہلی میں منصب قضاۃ تفویض فرمادیا۔ جس پر آپ مدتوں متمکن رہے۔

محمد بن المبارک الحسینی الکرمانی نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق انہیں شہنشاہِ دین حضرت نظام الدین کے ساتھ جواز سماع معہ المزامیر سے مناظرہ پر لے آیا اور ان کی نصرت کے لیے شہر کے صدر الصدور اور قضاۃ کو بھی بلالیا۔ گفتگو کے آغاز ہی میں قاضی جلال الدین آپے سے باہر ہو گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ کا حکومت کے غرور میں یہ انداز ہے تو آپ اس منصب سے معزول ہونے کو ہیں۔ اتفاق کی بات کہ قاضی صاحب ممدوح ۱۲ روز کے بعد اپنے قضاۃ کے عہدے سے ہٹا دیے گئے۔

۴۱۔ شیخ جلال الدین دہلوی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ العالم الصالح"۔۔۔ ابن حسام الدین حنفی دہلوی عالم و واعظ مشہور۔ وعظ میں خوف و خشیت کا رنگ غالب تھا۔ اشعار اور لطائف بیان کرتے تھے۔ وہ ان سے بہرہ مند اور شیخ رکن الدین کی طرف سے بیعت کے مجاز تھے۔

۴۲۔ جلال الدین اودھی

"الشیخ الفاضل الکبیر" فقہ و اصول فقہ اور ادب میں ممتاز الافاضل اور طریقت میں حضرت سلطان الاولیاء کے مرید تھے۔ جن کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ اور مرشد کے حکم سے بحث و مناظرہ ترک کر دیا۔ اپنے دور میں کثیر الدرس و افادہ تھے[1]۔

۴۳۔ قاضی جلال الدین کاشانی

(بعہد سلطان معز الدین کیقباد)

عالم دین تھے۔ سلطان معز الدین نے انہیں عہدۂ قضاۃ عطا فرمایا اور جلال الدین فیروز شاہ خلجی نے ان کا دہلی سے بدایوں کی قضاۃ پر تبادلہ کر دیا[2]۔

۴۴۔ قاضی جلال الدین کرمانی

(بعہد سلطان فیروز شاہ)

"السید الشریف" ـــــ علوی الحسینی الکرمانی۔ اپنے عہد کے ممتاز عالم۔ سلطان فیروز شاہ نے انہیں صدارت تفویض فرمائی۔ منقول و معقول دونوں میں یکساں مہارت تھی۔ برنی ان کے علم و فضل کے بڑے مداح ہیں[3]۔

۴۵۔ شیخ جمال الدین المغربی

"الشیخ الفقیہ الطبیب الادیب" ـــــ المغربی الغرناطی ـــــ البجائی المولد متوطن ہندوستان

۱۔ سیر الاولیاء (در متن) ۲۔ ضیاء الدین برنی ۳۔ برنی (در متن)

اپنے والد کے ہمراہ یہاں آ گئے ۔ ان کی اولاد اس ملک میں ہے جن سے ابن بطوطہ (سیاح) نے ملاقات کی اور کہا کہ "میں نے سلطان جلال الدین کے کوشک محل کو دیکھا ۔ تو اوپر کی منزل میں جا پہنچا ۔ جس میں میرے لیے بہت عبرت کا سامان تھا ۔ اس وقت فقیہہ جمال الدین عراقی میرے ہمراہ تھے ۔ انہوں نے باآواز بلند یہ شعر پڑھا ۔

وسلاطینہم سل الطین عنہم
فالرؤس العظام صارت عظاما

ترجمہ :۔ ان کے بادشاہوں نے ان کے بدن سے مٹی علیحدہ کردی اور ان کے بڑے سروں کی صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں ۔

۴۷۔ شیخ جمال الدین الکوئلی

ماہ ربیع الاول سنہ ھ

"الشیخ الفقیہہ الزاہد" ـــــــ ابن عبداللہ ابن نظام الدین ابوالموید دہلوی مقیم کوئل (علی گڑھ) عالم بے بدل تھے ۔ بے شمار افراد نے ان سے علوم ظاہر و باطن حاصل کیے ۔ آپ بڑے عابد، مرتاض اور مجاہد تھے ۔ کوئل کے باشندے آپ پر جان چھڑکتے ۔ یہاں آپ کی اولاد موجود ہے ۔ ان کا انتقال ماہ ربیع الاول سن نامعلوم میں دہلی میں ہوا ۔ جہاں سے جسد مبارک علی گڑھ لا کر سپرد لحد کیا گیا [1]

---

[1] اخبار الجمال (درمتن)

۷۴۔ شیخ جمال الدین اُچّیؒ

(مرید حضرت رکن الدین اچّیؒ)

"الشیخ العالم الکبیر" ۔ اپنے عہد کے ممتاز مشایخ طریقت سے تھے ۔ یہ کمال انہیں حضرت صدر الدین محمد بن زکریا ملتانی سے حاصل ہوا۔ جن کی خدمت میں مدتوں ملازم رہے اور ان شیخ صاحب ہی نے انہیں اُچ میں تدریس و تلقین کے لیے بھجوایا۔ یہاں بے شمار مخلوق ان سے مستفیض ہوئی ۔

علی بن اسعد الحسینی دہلوی نے جامع العلوم میں لکھا ہے "شیخ جمال الدین حسین بن احمد بخاری فرماتے کہ شیخ جمال الدین اچّی ہمیشہ محفل افادہ و درس جاری رکھتے ۔ اور ہدایہ، بزدوی اور مشارق، مشکوٰۃ و عوارف وغیرہ پڑھاتے ۔ دوران تدریس اگر کہیں بھول جاتے تو ذرا دیر کے لیے سر نیچا کر کے پھر سنبھل اٹھتے ۔ اور وہ مقام حل کر لیتے ۔ مجلس تدریس میں بھی اونچی جگہ پر بیٹھنے کے حریص نہ تھے ۔

صف نعال میں بھی بیٹھ جاتے لیکن جلالت کا یہ عالم تھا کہ جہاں بیٹھ جاتے ان کی شان سے صدارت کا گمان ہوتا ۔ باتیں کرتے وقت مسکرا کر متوجہ ہوتے اور ہر حال میں ذکر خفی بھی جاری رکھتے ۔ پوشاک میں موٹا کپڑا استعمال کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قسم کا لباس استعمال فرماتے ۔

اوائل عمر میں امرا اور بادشاہوں کے تحائف رد کر دیتے ۔ مگر بڑھاپے میں قبول فرمانے لگے ۔ کہ بقول ان کے سلف بھی قبول فرما لیتے ۔ بایں ہمہ ذخیرہ کر لینے کی بجائے یہ مال تقسیم کر دیتے ۔

ممدوح (شیخ جلال الدین) نے یہ بھی لکھا ہے "میں نے مکہ مکرمہ میں شیخ عبداللہ یافعی اور مدینہ منورہ میں شیخ عبداللہ مطری سے سنا کہ شیخ جمال الدین اس دور کے فرید العصر ہیں۔ علو مقامات میں کوئی ان کا نظیر نہیں" ان کی تاریخ وفات میں ناقابل فہم حد تک اختلاف ہے ۔

۴۸۔ شیخ جمال الدین اودی

"الشیخ الفاضل الکبیر" ـــ ممتاز علماء میں سے تھے۔ فقہ و اصول فقہ میں اور عربی ادب ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ طریقت میں حضرت سلطان المشایخ دہلوی سے مستفیض تھے۔ جن کی ملازمت میں برسوں گزارے اور بحث و تدریس چھوڑ بیٹھے[۱]۔

۴۹ منہاج الدین الحسن بیابانی

"الشیخ الصالح" ـــ سہروردیہ کے مشایخ سے تھے۔ نجم الدین ابراہیم بیابانی اور حضرت ابوالفتح رکن الدین ملتانی سے مستفیض ہوئے[۲]۔

۵۰۔ نجم الدین حسن بن علاء سجزی

(بعہد غیاث الدین بلبن)

م ۲۶ صفر ۷۳۶ھ / ۱۳۳۶ء

الشیخ الفاضل ـــ صلاح و رشد و فضیلت علمی و عملی میں فرد روزگار تھے۔ برسوں سلطان غیاث الدین بلبن اور ان کے صاحبزادہ محمد کی مصاحبت میں رہے مگر آخر میں خود کو صرف اللہ تعالے کے ساتھ لگاؤ پیدا کر کے حضرت سلطان المشایخ خواجہ نظام الدین اولیاء کی بیعت میں منسلک ہو گئے اور ان کے ملفوظات بعنوان فوائد الفواد جمع کیے۔ جو عوام و خواص میں بہت مقبول ہوئے۔ وہ شعر بھی کہتے۔ مرد فالخ خوش باش اور ستودہ صفات ہونے کے ساتھ بات چیت میں

۱؎ سیر الاولیاء (درمتن)

۲؎ (منبع الانساب و شجرۃ الطیبہ)

خوش کلامی سے بہرہ مند تھے۔ بقول صاحب خزینۃ الاصفیا "میں نے ان کی مانند کسی اور فرد کو سلاطین و مشایخ کے واقعات عمدگی سے بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بایں ہمہ نعمت صبر و قناعت، عقل و فراست و عقیدہ میں استواری و بغیر اسباب حسن معیشت سے بہرہ وری و بغیر و دو آرزو اور دواعی پر عمل پیرائی میں کسی کو ان کا ہم مثل نہیں پایا۔

وہ صوفیا کا لباس زیب تن کرتے اور عسر و یسر میں صبر و بشاشت کا مرقع نظر آتے۔ تصانیف میں ان کا ایک فارسی دیوان بھی ہے جس کے اشعار حلاوت و برجستگی میں اس قدر عجیب ہیں کہ ان کی وجہ سے ان کو سعدی الہند کا لقب دیا گیا۔

ازاں جملہ:

مشکل سر کارے است کہ بر وعدۂ معشوق

صابر نتواں بود و تقاضا نتواں کرد

من بودم و تب کنجے و حریفے و سرودے

غم را کہ نشان داد بلا را کہ خبر کرد

اے حسن تو بہ آں گہے کردی!

کہ ترا طاقت گناہ نماند!

انکے کا وطن دیگیر (دولت آباد) دکن تھا۔ جہاں سے بعہد سلطان غیاث الدین بلبن آخر عمر میں دہلی تشریف لے آئے اور یہیں آسودہ لحد ہو گئے۔

---

۵۱ - علاء الدین حسن بہمنی

ماہ ربیع الاول ۷۵۹ھ ۱۳۵۷ء

الملک المویدؒ حسن بن علی بہمنی السلطان الصالح جو محمد شاہ تغلق کے امرائے متین میں سے تھا۔ سلطان مذکور نے انہیں سرزمین دکن میں قریہ کونجی اور رائے باغ وغیرہ جاگیر میں عنایت فرمائے لیکن جب محمد شاہ مذکور نے عوام و خواص کی جانیں لینے کا شغل اختیار کر لیا تو اس کے امرائے معین میں سے اکثر و بیشتر دہلی سے گجرات چلے آئے۔

بادشاہ نے ان تمام امراء کو دہلی حاضر ہونے کے فرامین بھیجے۔ یہ لوگ سمجھے کہ بادشاہ ہمیں قتل کرا دے گا۔ سب کے سب سمٹ کر دولت آباد جمع ہو گئے اور اسمٰعیل الفتح الافغانی کو اپنا سربراہ تسلیم کر لیا جس نے لشکر جمع کر کے ان امراء کو دکن میں جاگیریں بانٹ دیں۔ اور حسن بہمنی کو موضع حکری و رائے باغ و مرج اور گلبرگہ جاگیر میں بخشے۔ جن مواضع میں حسن نے مستقل طور پر بود و باش اختیار کر لی۔

ادھر جب سلطان نے سنا کہ ان امراء نے اس کے خلاف بغاوت پر کمر باندھ لی ہے تو وہ لشکر جرار لے کر دکن آیا۔ جہاں اسمٰعیل ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے بعد قلعہ دولت آباد میں آکر بیٹھ گیا۔

ادھر سے حسن بہمنی گلبرگہ سے ۲۰ ہزار اسوار لے کر دولت آباد آپہنچا اور شاہی لشکر سے مقابلہ کر کے فتح کا علم لہرایا۔ جب یہ عوام حسن پر متفق ہو گئے۔ حتیٰ کہ اسمٰعیل بیابانی نے بھی زمام حکومت حسن کے ہاتھ میں دے دی۔

حسن صفت عدل سے آراستہ، سخاوت سے بہرہ مند، عقل و دین دونوں سے وابستہ اور مدبر و دلاور تھا۔ اس نے سلاطین ماضیہ کے جملہ مفتوحہ علاقوں پر قبضہ کر کے علاقہ مہجر کے شہروں میں اپنا لشکر تعینات کر دیا۔ بزور فتح کر کے ان سے تاوان میں دو لاکھ دینار اور

بے شمار قیمتی جواہرات اور ہاتھی وصول کر کے لوٹا۔ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں میں حسن پہلا بادشاہ ہے جس پر ہندو خصوصاً برہمن فخر کرتے۔

اس نے ١١ سال اور ٢ مہینے حکومت کی[1]

۵۲۔ جلال الدین بن حسین بن احمد بخاری

م ۷۸۵ھ
١٣٨٣ء

"الشیخ الامام العالم الکبیر العلامتہ" حسین بن احمد بن حسین ابن علی حسینی بخاری اُچّی؛ کنیت ابو عبداللہ ہے۔ ۷۰۷ھ لیلتہ البراۃ میں شہراُچ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پروان چڑھے۔ قاضی بہاء الدین اُچّی سے ہدایہ تک پڑھا اور قاضی صاحب کی رحلت کے بعد ملتان میں حضرت رکن الدین ابوالفتح کی خدمت میں پہنچے۔ ممدوح نے انہیں اپنے پوتے مولانا موسیٰ اور مجدالدین کے حلقۂ درس میں شامل کر دیا جہاں سے یہ ایک سال بقیہ درسیات پڑھ کر اُچ آگئے اور حرمین روانہ ہوئے۔ یہاں کے شیوخ ہیں۔

١۔ شیخ عفیف الدین عبداللہ المطری :- مدینہ منورہ میں پورے دو سال ان سے استفادہ کیا۔ حتیٰ کہ عوارف تک ان سے پڑھی۔

اور مصر و عراق میں ان اساتذہ و شیوخ سے مستفیض ہوئے۔

سب سے پہلا خرقہ خلافت انہیں شیخ کبیر الدین احمد بن الحسین اُچّی اور ان کے عمِ مکرم شیخ صدر الدین محمد بن الحسین بن علی البخاری (دونوں نے) عنایت فرمایا تھا۔

ایک خرقہ خلافت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کی عطا تھا۔

مدینہ منورہ میں ان کے استاد شیخ عفیف الدین عبداللہ مطری نے ایک خرقہ عنایت فرمایا۔

---

[1] تاریخ فرشتہ (در متن)

پھر ایک ایک خرقہ مندرجہ ذیل شیوخ سے ملا

۱ - شیخ امام الدین گاذرونی

۲ - شیخ شرف الدین محمود بن الحسین تستری المعمر (بمعنی سن رسیدہ) در سنہ ۷۴۸ھ / ۱۳۴۶ء

۳ - شیخ حمید الدین محمد ابن نجیب الحسینی السمرقندی

۴ - شیخ نصیر الدین محمود ابن یحیٰی الاودی

۵ - شیخ شمس الدین محمد بن یحیٰی الاودی

۶ - شیخ قطب الدین المنور ہانسوی

اور دیگر بے شمار شیوخ

حضرت جلال الدین صاحب تذکرہ علم میں درجہ اجتہاد پر فائز اور عبادت میں نہایت ممتاز تھے۔ فقہ و حدیث پر عبور کامل اور اصول و فروغ دونوں میں امام ابو حنیفہ کے مسلک پر تھے۔

وہ اعمال میں جائز رخصت کی بجائے عزیمت پر عامل تھے۔

اور بعض مسائل میں منفرد بھی تھے مثلاً (۱) امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے[1] (۲) نماز جنازہ غائب پر عمل کرتے[2] ۔ کہ وہ جامد نہ تھے۔

ذکاوت میں برتر، تیز فہم، گفتگو میں حلاوت، اخلاق میں ستودہ تھے۔ شریف الطبع ہونے کے ساتھ نہایت طلیق اللسان۔ قصہ خوان اپنی داستان ان کے پاس لاتے اور ارباب منطق اپنے دفتر۔ طلبا کا جمگھٹا لگا رہتا۔ وہ اپنے زمانے میں اس تبحر کی وجہ سے تمام ہندوستان میں منفرد سمجھے گئے۔

سلطان محمد تغلق نے انہیں سندھ کی مشیخت پر تعینات کر دیا اور فیروز شاہ نے ان

---

[1] جامع العلوم (درمتن)

[2] خزینۃ الاولیاء (درمتن)

کی بیعت کی۔ آخر الذکر کے عہد میں بارہا دہلی تشریف لائے اور ہر مرتبہ نیا خطبہ ارشاد فرمایا جن میں بعض بدیہیات و فوائد عجیب ہوتے۔ مثلاً! ان کے افادات میں یہ حروف ہیں۔

"جان تو! اللہ تم پر رحم فرمائے کہ ایک رات اور دن میں ایک مسلمان پر ۵ فرض ہیں جو قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں۔ جس کسی نے انہیں یاد رکھا وہ عالم ہے اور جو ان سے محروم رہ گیا وہ جاہل و عاصی اور مذموم ہے۔ قیامت کے روز اس کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا"

پہلا فرض ہے: اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف بمصداق آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ[1] لیعبدون کے معنی ہیں لیعرفون (شناخت و اعتراف)

دوسرا فرض ہے۔ اللہ کی وحدانیت کا اقرار بمطابق آیت وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ[2]

تیسرا فرض ہے ایفائے وعدہ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ[3]۔

چوتھا فرض ہے عبادت میں خلوص وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ[4]۔

پانچواں فرض ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پیروی فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا[5]۔

۱؎ ہم نے بنی آدم کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ عبادت سے مراد معرفت۔

۲؎ اور تمہارا معبود تو ایک اللہ ہی ہے جو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔

۳؎ اے میرے بندو! تم اپنا میثاق جو میری عبادت کے لیے تھا پورا کرو اور میں اپنا وعدہ جو تمہاری مغفرت کا تھا پورا کروں گا۔

۴؎ ہم نے اپنے بندوں کو تو صرف اپنی عبادت مخلصانہ کا حکم دیا تھا۔

۵؎ اس لیے جو شخص اللہ سے ملاقات کا خواہاں ہے اسے اچھے کام کرنے چاہئیں از آں جملہ یہ کام ہے کہ وہ رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ گردانے۔

۶۔ واں فرض ہے وعدۂ خداوندی کے مطابق امن عام بحسب آیت: وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا ویعلم مستقرہا ومستودعہا کل فی کتاب مبین[۶]۔

۷۔ واں فرض ہے تقسیم رزاق بحسب روایت نحن قسمنا بینہم معیشتہم فی الحیوۃ الدنیا ورفعنا بعضہم فوق بعض درجات[۷]۔

۸۔ واں فرض ہے صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے محبت کرنا بمطابق آیت لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ[۸]۔

۹ واں فرض ہے۔ دوسروں کو غیر شرعی کاموں سے روکنا اور شرعی کاموں کی تاکید کرنا۔ والمومنون والمومنات بعضہم اولیاء بعض[۹]

۱۰۔ واں فرض ہے۔ اپنے نفس کی معرفت ؛ فرمایا ان النفس لامارۃ بالسوء[۱۰]

۱۱۔ واں فرض ہے شیطان سے محاربت لقولہ تعالے :۔ ان الشیطن لکم عدوا مبین فاتخذوہ عدوا[۱۱]

---

۶ زمین پر جس قدر جان دار ہیں سب کا روزی رساں اللہ تعالے ہے۔ وہ ان کا آخر مستقر اور قبر کی جگہ سے بھی آگاہ ہے۔ یہ سب کچھ لوح محفوظ میں قلم بند ہے۔

۷ ہم ہی ذات اللہ نے انسانوں کے ارزاق کی تقسیم کر کے کسی کو کچھ زیادہ اور کسی کو کچھ کم دیا جانا مقدر کر دیا۔

۸ جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرۃ پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان میں کوئی ایسا فرد نہیں جو خدا اور اس کے رسول سے بغض رکھنے والے کا محب ہو۔

۹ مومن مرد اور ہر مومن عورت باہم محب اور دوست ہیں۔

۱۰ انسان کو اس کا نفس بھی برائی کی تلقین کرتا ہے۔

۱۱ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اس کو دشمن ہی سمجھتے رہو۔

۱۲واں فرض ہے۔ اللہ تعالےٰ کا خوف رکھنا اور خوف رکھنے پر متوجہ رہنا بمطابق آیت یستخفون من اللہ وھو معھم! و :۔ انما ذٰلکم الشیطان یخوف اولیاءہ فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مومنین :۔[۱۲]

۱۳واں فرض ہے اللہ کے حضور میں دعا کرنا: یدعون ربھم خوفاً وطمعاً فی رحمتہ[۱۳]

۱۴واں فرض ہے اللہ تعالےٰ کی تدبیر سے خائف رہنا۔ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون :۔[۱۴]

۱۵واں فرض ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا[۱۵]

۱۶ واں فرض ہے لباس میں ستر پوشی :۔ یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد[۱۶]

۱۷ واں فرض ہے۔ طلب علم ہے :۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[۱۷]

---

۱۲ شیطان تو اللہ کے دوستوں کو نیکیوں سے ڈراتا رہتا ہے۔ تم شیطان کی باتوں میں نہ آؤ بلکہ اللہ سے ڈرو اگر تم با ایمان ہو

۱۳ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے اور اس کی مہربانی کے امیدوار اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اسے دوسرے کی بھلائی میں خرچ کرتے ہیں

۱۴ اللہ ان کے ساتھ ہے وہ اس سے ڈرتے اور ڈر نے پر قائل رہتے ہیں

۱۵ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ اللہ تعالےٰ تمام گناہ بخشنے پر قادر ہے

۱۶ اے اولادِ آدم! مسجد کے اندر جاتے ہوئے لباس میں زیب و زین کے پابند رہو

۱۷ اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے دریافت کر لیا کرو!

۱۸ واں فرض ہے وضو میں احتیاط ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَ اَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ [۱۸]

۱۹ واں فرض ہے غسل جنابت :۔ وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّھَّرُوْا ۔ [۱۹]

۲۰ واں فرض ہے تیمم :فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا [۲۰]

۲۱ واں فرض ہے نماز بروقت پڑھنا ۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۔ [۲۱]

۲۲ واں فرض ہے ذکرِ الٰہی بکثرت کرنا :۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا [۲۲]

۲۳ واں فرض ہے ادائے امانت بمصداق آیت :۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا [۲۳]

۱۸ھ اے مومنین ! نماز کے لیے اپنا منہ اور دونوں ہاتھ کہنی تک دھو کر اپنے سر کا مسح کرو اور دونوں پیر بھی دھوؤ ۔

۱۹ھ اگر تم جنبی ہو جاؤ تو پاک ہونے کے لیے غسل کر لیا کرو ۔

۲۰ھ اور تیمم کے لیے پاک مٹی سے کام لو !

۲۱ھ مومنوں کے لیے نماز اپنے اپنے وقت پر فرض ہے ۔

۲۲ھ اے مومنین ! اللہ کا ذکر بکثرت کرتے رہو اور سبحان اللہ تو صبح و شام پڑھا کرو ۔

۲۳ھ بلاشبہ اللہ نے تمہیں ادائے امانت کا حکم دیا ۔

۲۴ واں فرض ہے نقصان پر افسوس نہ کرنا۔ لکیلا تاسوا علی ما فاتکم[۲۴]

۲۵ واں فرض ہے دنیا کی نعمتوں پر بے جا خوشی منع ہے بطابق آیت۔ ولا تفرحوا بما اٰتاکم[۲۵]

۲۶ واں فرض ہے، صنعت عالم پر غور و فکر کرنا۔ ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض[۲۶]

۲۷ واں فرض ہے، مخلوقات کا خدائی احکام اور مقدورات پر رضامندی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار[۲۷]

۲۸ واں فرض ہے نفس کی ترغیب سے خود کو بچانا: بمطابق آیت۔ ونھی النفس عن الھوی[۲۸]

۲۹ واں فرض ہے۔ اپنے ایمان پر اللہ کا احسان سمجھنا: یمنون علیک ان اسلموا علیٰ قل لا تمنوا علیٰ اسلامکم ان کنتم صادقین[۲۹]

۳۰ واں فرض ہے یہ کہ تو تو اللہ تعالےٰ کو اپنے ساتھ سمجھتا ہے۔ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید[۳۰]

---

[۲۴] تاکہ تم اپنے نقصانات پر ہاتھ نہ ملو

[۲۵] اپنے منافع دنیوی پر بے جا خوشی مت کرو۔

[۲۶] اور مخلوقات کو دیکھ دیکھ کر اللہ کی صفت پر غور و فکر کرتے ہیں۔

[۲۷] اسے دانش ورد! عبرت حاصل کرو۔

[۲۸] اور اس نے خود اپنے نفس کی ترغیب سے روکے رکھا۔

[۲۹] ان سے کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا احسان مجھ پر نہ کرو۔

[۳۰] اور ہم (اللہ تعالےٰ) ان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

۳۱ واں فرض ہے۔ منع تکبیر تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ [۳۱]

۳۲ واں فرض ہے۔ صدق مقال وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ [۳۲]

۳۳ واں فرض ہے۔ حلال روزی: كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ [۳۳]

۳۴ واں فرض ہے۔ حفاظت شرم گاہ: وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ [۳۴]

۳۵ واں فرض ہے۔ کان اور آنکھ کی حفاظت اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا [۳۵]

۳۶ واں فرض ہے۔ عورتوں کے ساتھ ان کی ماہواری میں جماع سے اجتناب:۔
فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ

۳۷ واں فرض ہے غیبت اور لوگوں کی نجی زندگی کی تفتیش سے یک طرف رہنا۔ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ۔ [۳۷]

---

۳۱ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے ہے جو دنیا میں تکبر نہیں کرتے اور خود کو فساد سے دور رکھتے اور پارسا بھی ہیں۔

۳۲ جب کسی کے بارے میں کچھ کہو تو عدل کی بات کرو خواہ تمہارا رشتہ دار ہی ہو۔

۳۳ وہ چیزیں کھاؤ جو ہم (اللہ) نے تمہارے خور و نوش کے لیے از قسم پاکیزہ پیدا کی ہیں۔

۳۴ مومنین اپنی شرم گاہ کو ناجائز استعمال نہیں کرتے

۳۵ واقعی کان۔ آنکھ اور دل ہر ایک سے پوچھا جائے گا۔

۳۶ عورتوں سے مجامعت میں ان کے ایام کے دوران میں اجتناب رکھو۔

۳۷ دوسروں کے مصائب کی تلاش مت کرو۔ کیا تم اپنا ایک دوسرے بھائی کا کچا گوشت کھانا پسند کرو گے تم تو اس سے کراہت کرتے ہو مگر غیبت سے کراہت نہیں کرتے۔

۳۸واں فرض ہے۔ دوسروں کا تمسخر اڑانا منع ہے۔ (یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ[۳۸]:۔

۳۹واں فرض ہے۔ ترک چغلی وطعن اور برے القاب سے اجتناب:۔ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ[۳۹]۔

۴۰واں فرض ہے اللہ پاک پر توکل۔ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ[۴۰]۔

۴۱واں فرض ہے ترک بدگمانی۔ اِجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ[۴۱]۔

۴۲واں فرض ہے اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر رضامندی۔ بحکم آیت:۔ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ[۴۲]

۴۳واں فرض ہے صبر اور تقویٰ:۔ اِصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[۴۳]

۳۸ھ دوسرے کا تمسخر نہیں اڑانا چاہیے

۳۹ھ اپنے مومن بھائیوں کی چغلی مت کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقبوں سے موسوم کرو یہ تو ایمان لانے کے بعد فسق کرنا ہے۔ جو شخص اس بارے میں اجتناب نہ کرے وہ ظالموں کے گروہ سے ہے۔

۴۰ھ اللہ پاک پر بھروسہ رکھو اگر تم اس پر ایمان لے آئے ہو۔

۴۱ھ ایک دوسرے پر بدگمانی مت کرو کہ بعض ایسے گمان گناہ میں شامل ہیں۔

۴۲ھ اللہ کے حکموں کی پیروی میں ضبط و تحمل سے رہو۔

۴۳ھ خود صبر کرو دوسروں کو صبر دلاؤ اور اس پر ثابت رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پالو!

۴۴ واں فرض یہ ہے کہ ادائے شکر :۔ اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ[44]

۴۵ واں فرض ہے خرید و فروخت میں رہن :۔ فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ[45]

۴۶ واں فرض ہے ترک سود ! وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً[46]

۴۷ واں فرض ہے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا خوف :۔ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ[47] :۔

۴۸ واں فرض ہے دلیل کے ساتھ بات کرنا :۔ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ[48]۔

۴۹ واں فرض ہے دعا کرنا :۔ اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ[49] :

۵۰ واں فرض ہے۔ استغفار کرنا :۔ اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ[50]

---

[44] مجھ (اللہ) کا شکر کرو اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو۔ آخر تمہیں میرے پاس آنا ہے۔

[45] لین دین کے موقعہ پر مقروض کی کوئی شے رہن کر لو۔

[46] اونے پونے کا سود مت لو۔

[47] عاقبت کے لیے اپنے اعمال کا توشہ بھیجو اور بہتر توشہ تقویٰ ہے۔

[48] اگر تم سچے ہو تو اس پر دلیل پیش کرو۔

[49] مجھ (اللہ) سے مانگو میں دوں گا۔

[50] اپنے رب سے بخشش مانگو۔

بعض آیتوں کی تفسیر

فرمایا یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَۃِ (اللہ تعالیٰ مومنین کو ان کی نزع کے وقت بھی ایمان پر ثابت رکھے گا اور آخرت میں بھی)

نیز اللہ تعالیٰ جس عہد کو اس کے معاملہ میں ثابت قدم رکھنا چاہتا ہے اور اسے مدارت پر کام یاب رکھنا مقصود ہوتا ہے تو ایسے شخص کے لیے یہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

۱ ۔ حسن احسان

۲ ۔ یقین۔

۳ ۔ صدق الاعتبار

۴ ۔ صدق الافتقار

صدق الاعتبار یہ ہے کہ ہر کام اور قول میں پہلے اللہ سے ملتجی ہو اور اس سے امداد طلب کرے۔ اس بارے میں معمولی عمل ہو یا اہم ہو۔ دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے التجا اور استعانت کرے اور کسی قول یا فعل میں یہ نہ سمجھے کہ وہ اللہ کے سامنے اس عمل اور فعل کی صحت کا جوابدہ نہیں۔

مرحوم کے ہاں ۳ حرم تھے۔ ایک حرم ان کے عم بزرگوار محمد کی صاحب زادی، ان کے بطن سے ناصر الدین محمود متولد ہوئے۔

دوسرے حرم دہلی کے ایک سادات خاندان کی عفیفہ تھی۔ ان کے صاحبزادے عبد اللہ تھے۔ تیسرے حرم ایک رومی قبیلہ کی صالحہ تھیں ان کے لخت جگر علی الاکبر تھے [۱]

---

[۱] تذکرہ سادات البخاریہ (درمتن)

۵۳۔ حسین بن محمد الکرمانی

م ۷۵۲ھ
۱۳۵۱ء

الشیخ الصالح" ملقب بہ قطب الدین۔ علم و کمال میں ممتاز۔ مولانا فخرالدین زرادی سے پڑھا اور طریقت میں حضرت شہنشاہِ دین سید نظام الدین دہلوی کی خدمت میں صغر سنی سے لے کر بڑھاپے تک ملازم رہے۔ ان کے خادم بھی تھے اور محرر بھی۔ بادشاہ محمد تغلق نے انہیں ۷۳۲ھ/۱۳۳۱ء میں دولت آباد منتقل کرا دیا۔ جہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد دہلی لوٹ آئے۔ فالج کے شکار ہوئے اور دہلی میں آسودۂ لحد ہو گئے۔[1]

۵۴۔ حسین بن عمر غیاث پوری

م۔ ماہ جمادی الآخریٰ ۷۹۸ھ
۱۳۹۰ء

غیاث پور دہلی ہی کی بغل میں سلطان غیاث الدین تغلق نے آباد کیا۔ آپ فرقۂ چشتیہ کے سرگروہ تھے۔ یہ طریقہ شہنشاہِ دین حضرت نظام الدین دہلوی سے حاصل کیا۔
آپ دہلی ہی میں سنہ ۸۰۲ھ میں پٹن گجرات منتقل ہو گئے۔ ۱۲۰ سال کے قریب زندہ رہے۔[2]

۵۵۔ مولانا حجۃ الدین ملتانی

(ولیعہد سلطان علاء الدین خلجی)

▪ الشیخ العالم الکبیر العلامہ، فخر الاماثل خصوصاً نحو عربی و فقہ و اصول میں ممتاز تھے سلطان

---

[1] سیر الاولیاء (در متن)

[2] مراۃ احمدی اور گلزار ابرار (در متن)

ممدوح کے عہد میں دہلی کے اندر مسندِ تدریس آراستہ کر رکھی تھی[۱]۔ امام المجاہد حضرت سلطان المشایخ سے طریقت حاصل کی ——— اور مشایخ چشتیہ کے اسمائے گرامی پر عربی میں منظومہ لکھا۔

۵۶۔ مولانا حسام الدین ساوی

(العہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی دہلوی)

مشہور اساتذہ سے ہیں۔ سلطان ممدوح کے عہد میں دہلی کے اندر آپ کی مسند تدریس آراستہ تھی۔ برنی نے ان کا تذکرہ نہایت عمدہ انداز سے قلم بند کیا ہے[۲]۔

۵۷۔ مولانا حسام الدین سرخ

(العہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

"العالم الکبیر" فقہ واصولِ فقہ وعربیت میں ممتاز اور دہلی میں ان کا درس جاری تھا[۳]۔

۵۸۔ مولانا حماد الدین کاشانی

"العالم الفقیہ" حماد الدین ابن عماد الدین حنفی صوفی۔ مشایخ چشتیہ سے ہیں۔ علوم شیخ زین الدین داؤد بن حسین شیرازی سے پڑھے اور فیضِ طریقت شیخ برہان الدین محمد بن ناصر ہانسوی سے حاصل ہوا جن کے ماتوں ملازم خدمت رہے۔ اور ان کے ملفوظات احسن الاقوال مرتب کیے۔ اور ان سے ۷۳۸ھ میں فارغ ہو گئے۔ دولت آباد میں سفرِ آخرۃ فرمایا۔ سن وفات قطعی طور پر معلوم نہیں ہو سکا۔ اِلّا یہ کہ ماہ صفر کی ۱۳ویں کو انتقال ہوا۔

۱۔ سیر الاولیاء (در متن)
۲۔ برنی (در متن)
۳۔ برنی (در متن)

۵۹۔ مولانا حمید الدین دہلوی

(دلیعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

"الشیخ الفاضل الکبیر" اپنے عہد میں برسرِ روزگار تھے، اور دہلی کے اندر مسندِ تدریس آراستہ کی تھی۔[1]

۶۰۔ شیخ حمید الدین قلندر دہلوی

م ۷۶۸ھ / ۱۳۶۶ء

"الشیخ الفاضل" حضرت نظام المشایخ سے بعد بیعۃ اخذ طریقہ کیا۔ اور ان کی رحلت کے بعد شیخ برہان الدین محمد بن ناصر ہانسوی کی خدمت میں ملازم ہو کر ان کے ملفوظات قلم بند کیے۔ بعدہٗ شیخ نصیر الدین محمود اودھی کے حضور باریاب ہو گئے۔ اور ان کے ملفوظات خیر المجالس کے نام سے مرتب کیے۔ جو متداول ہیں۔ یہ کام ۷۶۰ھ میں سر انجام دیا اور وفات ۷۶۸ھ میں ہوئی۔[2]

۶۱۔ شیخ حمید الدین ہنکاری

م ۲۲۔ ربیع الاول ۷۳۷ھ / ۱۲۳۶ء

"الشیخ الصالح" ابو حاکم بن بہاء الدین الحارثی القرشی الہاشمی الہنکاری حضرت ابو سفیان ابن حارث بن عبد المطلب کی نسل سے ہیں۔ طریقت میں جناب ابوالفتح رکن الدین سہروردی ملتانی

---

[1] برنی (درمتن)

[2] خزینۃ الاصفیاء۔ (درمتن)

سے مستفیض - جن کی خدمت میں مدتوں رہے - بڑے صالح پارسا اور زاہد تھے - بے شمار لوگوں نے ان سے فیضانِ طریقت حاصل کیا [۱]

۶۲ - حضرت امیر خسرو ابن سیف الدین

از ۶۵۱ھ / ۱۲۵۴ء تا ۸ - شوال ۷۲۵ھ / ۱۳۲۴ء

مولد قصبہ پٹیالی ضلع اٹیہ ہے - مگر دہلی رہ کر شہنشاہِ دین حضرت سید نظام الدین اولیاء کی بیعت سے جو بہرہ مند ہوئے تو پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے - آپ نہایت مرتاض صوفی شاعر بلند مرتبہ اور اعلیٰ پایہ کے موسیقار بھی تھے - انہوں نے قدیم ہندی دھنوں کے سوا اپنی طرف سے بھی بے شمار دھنیں نکالیں جن میں سے کچھ رائج ہو گئیں اور کچھ صرف کتابوں میں رہ گئیں - علوم ظاہری میں بھی کمال حاصل تھا -

الشیخ الامام الفاضل خسرو ابن سیف الدین محمود البخاری الدہلوی - ہندوستان کے ایسے مشہور شاعر جن کی نظیر علم و معرفت الٰہی اور شاعری و موسیقی وغیرہ فنون میں ان کے دور میں اور ان کے زمانے کے بعد بھی ناپید ہے - مولد قصبہ پٹیالی جو اس زمانے میں بڑا آباد شہر تھا - مگر آج وہ سمٹ کر ایک قریہ سا ہو کر رہ گیا ہے' انہوں نے دہلی میں پرورش پائی - سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں بالغ ہوئے اور ہمیشہ تحصیل علوم و کمالات میں جد و جہد جاری رکھی - یہاں تک کہ شعر گوئی اور موسیقی و بلاغت میں درجۂ اجتہاد تک آ پہنچے -

اب آپ کا میلان تصوف کی طرف ہوا اور حضرت نظام المشایخ کی بیعت کا ربقہ گردن میں حمائل کیا - دوسری طرف امرائے وقت اور بادشاہوں کا تقرب حاصل ہوا - جن سے آئے دن بیش بہا ایسے انعامات ملتے رہے اور ایسے عطایا کہ ان سے کوئی اور فرد کبھی سرفراز ہوا - نہ آپ نے یہ

---

[۱] بحوالہ خزینۃ الاصفیاء (در متن)

سنا ہوگا کہ ان سے بدلیعات اور براعت میں کوئی اور شخص ان کا ہم پلّہ رہا۔

امیر خسرو نے کئی الفاظ ایجاد کیے مثلاً ایک لفظ ہے "ابوقلمون" جس کے لغت میں معنی ہیں رومی کپڑا جس پر کئی رنگ ہوں۔ مگر اصطلاح میں اس کے اس سے زیادہ معنی ہیں جو مختلف زبانوں میں "تورید پروالی ہیں۔ یہ ابوقلمون سید غلام علی بلگرامی مؤلف کتاب سبحۃ المرجان کے بدلیعات سے ہے۔

اسی طرح لفظ ذوالوجہین ہے۔ یہ کہ بات کرنے میں ایک ہی لفظ کے دو معنی ہوتے ہیں فارسی میں یا عربی میں۔ کلب، اللسانین۔ متکلم عربی کا لفظ بولے یا فارسی کا۔ مگر جب اسے پلٹا جائے تو عربی لفظ فارسی اور یہ لفظ عربی ہو جائے اور معنی میں فرق نہ آئے۔

راگنی میں حضرت خسرو کے ایجادات اکثر و بیشتر ہیں۔ مثلاً قول، ترانہ، خیال، نقش نگار، البسیط، تلانہ، سوٗلہ اور قدیم راگنی میں بھی انہوں نے بہت کچھ اضافے کیے۔ جن کی تفصیل ان مختصر اوراق میں نہیں سما سکتی۔

مصانیف

۱۔ الاعجاز الخسروی (فی البدائع)

۲۔ محسنات الکلام بدیع ظلاہیں (جن کی تالیف سے ۷۱۶ھ ۱۳۱۶ء میں فارغ ہوئے)

۳۔ افضل الفوائد (حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات پر)

۴۔ دواوین فارسی ایک ہیں۔

۵ تحفتہ الصغر

۶ وسط الحیوۃ

۷ غرۃ الکمال

۸ بقیۃ النقیہ

۹ نہایتہ الکمال

فارسی کے مثنویات اور یہ بھی پانچ ہیں۔ جن میں حضرت نظامی گنجوی کے خمسہ کا جواب بھی ہے۔

۱ - مطلع الانوار

۲ - شیریں خسرو

۳ - لیلیٰ مجنوں

۴ - آئینہ اسکندری

۵ - ہشت بہشت اس میں ۸ ہزار اشعار ہیں۔

۶ - مثنوی قران السعدین (یہ ۶۸۸ھ ۱۲۹۹ء) میں لکھی جب سلطان کے کیقباد اور ان کے باپ بغرا خاں سے ملاقات ہوئی۔)

۷ - مثنوی تاج الفتوح (مشتمل بر جنگ ہائے سلطان جلال الدین خلجی)

۸ - مثنوی خزائن الفتوح (" " " " علاء الدین ")

۹ - مثنوی نہ سپہر (سلطان قطب الدین مبارک خلجی کے لیے لکھے)

۱۰ - " دولرانی و خضر خاں (در معاشقہ خضر خاں پسر علاء الدین خلجی و مسماۃ دولرانی دیوی)

۱۱ " تغلق نامہ (در جنگ ہائے غیاث الدین تغلق مشتمل در ۴ لاکھ اشعار بہ حسب روایت مراۃ الخیال)

حضرت خسرو شعر و ادب میں منفرد تھے ان کی شہرت ہندوستان سے نکل کر عراق عجم تک جا پہنچی۔ اور ان کے تصانیف سوداگر لوگ وہاں لے پہنچے۔

ایک مرتبہ ان کی زندگی ہی میں سلطان محمد ابن غیاث الدین شہید نے حضرت سعدی شیرازی کو ہندوستان آنے کی دعوت دی تو انہوں نے اپنی کبر سنی کی معذرت کے ساتھ لکھا کہ وہاں امیر خسرو اپنے حسن کلام سے ترشح فرما ہیں، پھر وہ صاحب دل بھی ہیں۔ آپ ان کی خدمت کا

خیال رکھیے۔

قاضی ضیاء الدین برنی اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ امیر خسرو تاجدار ان سخن کے شہنشاہ تھے۔ باوجودیکہ بعض شعراسن کلام میں منفرد اور دو ایک فنون میں ممتاز تھے مگر خسرو تمام شعری فنون میں متمیز اور نخر الاماثل تھے۔ اس کے ساتھ باہوش فقراء کی صف اول میں تھے۔ بیشتر اوقات صیام وقیام اور تلاوت میں صرف کرتے۔ صاحب حال و وجد اور علم موسیقی کے ماہر عالم تھے۔

عربی میں ان کے یہ اشعار لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ ذاب الفؤاد و سال من عینی الدم
وحکی الدوامع کل ما انا اکتم!!

۲۔ واذا ابحت لدی الوری کرب النوی
تبکی الاحبۃ والاعادی ترحم!

۳۔ یا عاذل العشاق دعنی باکیا!
ان السکون علی المحب محرم!

۴۔ من بات مثلی فھو یدری حالتی
طول اللیالی کیف بات متیم!

ترجمہ ۱۔ دل غم سے پگھل گیا اور آنکھوں سے خون بہنے لگا۔ خون کے آنسوؤں نے میرا دلی راز کھول دیا۔

۲۔ جب مصائب نے مجھے گھیر لیا تو احباب گھبرا اٹھے اور دشمنوں کے دل میں رحم آگیا۔

۳۔ اے عاشقوں کو ملامت کرنے والے! ان کے لیے سکون حرام ہے۔

۴۔ جو شخص میری طرح رات گزارے اور وہ میری اس حالت سے بھی واقف ہو کہ طویل راتیں کس طرح کاٹی جاتی ہیں۔

فارسی میں

ایوانِ مرادِ بس بلند است	آں جا بہ ہوس رسید نتواں
ایں شربتِ عاشقی است خسرو	بے خونِ جگر چشید نتواں

انہیں اپنے مرشد حضرت نظام المشائخ کے قدموں میں دفن کیا گیا۔

۶۳۔ سید خضر رومی

م ۷۵۰ھ / ۱۳۴۹ء

سید خضر رومی المتمر ۲۵ سال کی عمر پائی۔

طائفہ قلندریہ کے امام تھے یہ طریق انہوں نے مشہور عبداللہ علم بردار مکی معمر سے حاصل کیا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بعد میں ۰۰ ۴ سال تک زندہ رہے۔ دنیا میں گھومتے ہوئے ہندوستان وارد ہوئے اور پیر چشتیہ خواجہ قطب الدین بختیار کعکی (کاکی) دہلوی سے بیعت کرنے کے بعد پھر سیاحت شروع کر دی۔ حسین قلندر نے اپنی کتاب غوثیہ میں لکھا ہے کہ وہ برسوں دنیا میں گھومتے پھرنے کے بعد پھر دہلی تشریف لے آئے اور یہیں آسودۂ لحد ہوئے۔ ان کی بیعت سے نجم الدین القلندر بن نظام الدین حسینی دہلوی مشرف ہوئے۔ عمر ان کی ۱۹۰ سال ہے۔ اور فصول مسعودیہ میں تین سو پچاس سال لکھی ہے۔ ۷۵۰ھ میں رحلت فرمائی۔

۶۴۔ خواجہ خطیر بن اشرف نخشبی

السید الشریف ——— ابن اسد اللہ ابن عبداللہ ابن ——— شیخ قطب الدین محمود الحسینی چشتی صلاح و تقویٰ میں ممتاز۔ غیاث الدین بلبن کے عہد میں سلطان معز الدین کیقباد نے انہیں اپنا وزیر نامزد کر لیا۔ تو ان کے مصاحب نظام الدین وکیل در نے کیخسرو کی طرفداری میں متہم کر دیا۔ تو کیقباد نے انہیں گدھے پر بٹھا کر وہاں سے بدر کر دیا۔ کیقباد کے بعد جب

سلطان جلال الدین بن فیروز شاہ خلجی سر بر آرائے شاہی ہوا تو انہیں وزارت پر سرفراز فرمایا۔ جن کے بعد ان کے برادر زادہ علاء الدین محمد شاہ خلجی نے بھی انہیں منصب وزارۃ پر ممتاز فرمایا۔ حتیٰ کہ آپ مسلسل ۲۰ سال تک اس عہدہ پر متمکن رہے۔

سلطان غیاث الدین تغلق خواجہ خطیر الدین صاحب کی بے حد تعظیم فرماتے۔ دربار میں اپنے پاس جگہ دے کر ان سے امور سلطنت میں مشورہ لیتے۔

۶۵۔ شیخ دانیال بن حسن ستر کی

م سنہ ۸۵۱ھ
۱۴۴۷ء

"الشیخ العالم الصالح" حضرت عبداللہ بن عباس علوی ستر کی کی نسل سے ہیں۔ فقہ واصول فقہ اور ادب عربی پر احاطہ تھا۔ اودھ کے مشہور قصبہ سترکہ (سکون تھا) نواحی لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ بلوغ پر بیانہ تشریف لے گئے۔ یہاں قاضی عبداللہ بیتاپوری سے پڑھا اور ان کی صاحبزادی کے عقد سے مفتخر ہوئے۔ بیانہ سے دہلی آ کر شیخ نصیر الدین اودھی کی بیعت کی اور برسوں ان کی خدمت میں رہے۔ ان سے مزید علم کے ساتھ معرفت حاصل کر کے پھر بیانہ لوٹ آئے۔ اور اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر اپنے وطن سترکہ روانہ ہوئے۔ مگر جب اپنی بستی کے قریب پہنچے تو ڈاکوؤں نے شہید کر دیا۔ یہ واقعہ سنہ ۸۵۱ھ میں رونما ہوا اور ان کی لاش بستی میں لا کر سپرد خاک کی گئی[1]

---

[1] البحر الزخار

۶۶- داؤد بن حسین شیرازی

از سنہ ۷۰۱ھ تا سنہ ۷۷۱ھ
۱۳۰۱ء ۱۳۶۹ء

"الشیخ العارف الکبیر الزاہد" داؤد زین الدین مشہور ارباب ولایت سے ہیں۔ ان کا مولد شیراز ہے۔ کم سنی ہی میں تعلیم کی طرف راغب ہو گئے۔ بلوغت پر حرمین حاضر ہوئے۔

حج اور زیارت روضۂ نبی صلعم دونوں سے مشرف ہوئے۔

وہاں سے ہندوستان ہو کر شیخ کمال الدین سامانوی (م ۷۰۶ھ) کے حضور زانوئے تلمذ تہ کیا۔ حفظ قرآن کے ساتھ فقہ و اصول فقہ اور عربی ادب میں فوقیت کے بعد اپنے استاد کے ہمرکاب دولت آباد دکن تشریف لے گئے۔ اور تدریس شروع کر دی۔ وہ صوفیہ کے خلاف بڑے متشدد تھے۔ سماع اور وجد سب پر طعن کرتے۔ حتیٰ کہ شیخ برہان الدین ہانسوی کو بھی نہ بخشتے۔ یہ سن کر شیخ رکن الدین کاشانی (در ۹۸ھ) مصنف کتاب نفائس الانفاس نے انہیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دی اور ان سے کچھ سوالات کیے جن کے جوابات حضرت برہان الدین نے نہایت شافی دیے۔ اس پر شیرازی صاحب نے ان کی بیعت کا ربقہ گلے میں حمائل کر لیا۔ یہ واقعہ سنہ ۷۳۶ھ کا ہے۔ شیرازی صاحب شیخ ممدوح کے ملازم خدمت ہو گئے۔ ان پر معرفت کے دروازے کھل گئے۔ یہ دیکھ کر مرشد نے سنہ ۷۳۸ھ میں انہیں اپنی خلافت تفویض فرما دی۔ جس کے ساتھ انہوں نے اعمال شریعت یک قلم ترک کر دیے۔ اب انہوں نے مخلوق کو تلقین کے لیے متوجہ کیا تو بے شمار افراد حتیٰ کہ بادشاہ وقت تک ان کی تلقین سے متاثر ہوئے۔ شہر مصر (خاندیس) کے بادشاہ نصیر خاں فاروقی ساکن زین آباد اور ان کے شیخ کے ہم نام شہر برہان پور کے بادشاہ ممدوح تک! وہ اپنے مرشد کے مزار کے پاس آسودۂ لحد ہوئے۔ ان کی قبر زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔[1]

---

[1] روضۃ الاولیاء سید غلام علی بلگرامی (در متن)

۶۷۔ قاضی رکن الدین کرشی

"السید الشریف" قاضی رکن الدین بن نظام الدین لقب قطب الدین الحسنی الحسینی) اپنے عہد کے ائمہ میں سے تھے۔ اور اس تبحر پر خود ان کو بھی فخر تھا۔

ان کے والد ان کی کم سنی میں انہیں چھوڑ کر دار البقا کی طرف سدھار گئے۔ علوم انہوں نے اپنے بزرگوار حضرت قوام الدین محمود دہلوی سے پڑھے اور اپنے چچا تاج الدین کے عزل پر شہر کڑہ کے قاضی مقرر ہو گئے۔ مگر جلدی ہی بدایوں منتقل ہو گئے۔ بڑے متین اور جلیل المنزلت تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مصروف رہتے۔ خواجہ کرک اللہ ابدال انہیں اس شغل سے منع کرتے اور یہ ان کی ستر پوشی کرتے رہتے۔ (کیوں کہ کرک اللہ دائماً عریاں رہتے) جیسا کہ کتاب ملفوظات الابدال میں مرقوم ہے۔

قاضی ضیاء الدین برنی نے انہیں جامع الفضائل اور صاحب وجد و حال اور حامل کشف و کرامات کے ساتھ ان صفات میں بے مثل لکھا ہے۔ برنی نے ان کے دونوں قدموں کے بوسے لیے اور ان کے مواظب علی السنتہ اور بارعب ہونے کا اعتراف فرمایا۔

۶۸۔ شیخ رکن الدین کاشانی

"الشیخ الفاضل" رکن الدین بن عماد الدین کاشانی۔ اپنے دور کے ممتاز مشائخ سے ہیں۔ ان سے شیخ زین الدین داؤد بن الحسین شیرازی (م ۷۶۶) نے پڑھا۔ اور انہوں نے درس طریقت شیخ برہان الدین ہانسوی سے لیا جن کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ تصانیف میں ان کی دو کتابیں ہیں۔

1۔ نفائس الانفاس

جس میں ان کے پیر طریقت برہان الدین موصوف کے ملفوظات ہیں۔

۲۔ شمائل الاتقیاء جو چار ابواب پر منقسم ہے۔

اول :۔ در بیان افعال اصحابِ طریقت۔

دوم :۔ احوال ارباب الحقیقۃ

سوم :۔ رب العالمین کی تعریفیں اور

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑائی۔

چہارم: مختلف حقائق غوامض کی وضاحت

اس کتاب کا حرف اول ہے :۔

"ستائش ... بانداز شمیم و شمائل الخ"

اور مرقد ان کا دولت آباد دکن میں ہے

۶۹۔ قاضی رکن الدین کاشانی

والد کا نام جلال الدین بن قطب الدین کاشانی ملتانی ہے۔ فقہائے حنفیہ میں اکابر روزگار سے تھے۔

شہر کوئل (علی گڑھ) کی قضاۃ پر فائز رہے۔ یہ منصب تا استوارِ حکومت اسلامیہ ان کی اولاد در اولاد میں بھی منتقل ہوتا رہا[1]

۷۰۔ مولانا رکن الدین سنامی

(لعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

فقہ و اصول فقہ اور ادب عربی میں ممتاز اور تدریس مشغلہ تھا[2]

---

[1] اخبار الجمال (درمتن) [2] برنی (درمتن)

۷۱۔ مولانا رکن الدین اندرپتی

"الشیخ الفاضل الکبیر" علمائے اکابر سے تھے۔ شیخ فخر الدین زرادی اور شیخ محمد بن المبارک الحسینی کرمانی اور شیخ سراج الدین عثمان اودی اور دوسرے بے شمار افراد نے ان سے پڑھا۔[۱]

۷۲۔ شیخ رکن الدین ملتانی ظفر آبادی

۲۱ محرم سنہ ۷۹۶ھ

"الشیخ الصالح الفقیہ" رکن الدین ابن صدر الدین ابو الفتح القریشی الملتانی ثم ظفر آبادی فقہ و اصول اور تصوف میں اس قدر ملکہ تھا کہ ان فنون کے متعلق مقامات میں حل کے لیے ان کی طرف رجوع کیا جاتا۔ ان کے درس میں حقائق توحید و معرفت کا رنگ غالب تھا۔ برسوں درس کی مسند آراستہ رکھی۔ آخر میں بحث و مناظرہ چھوڑ کر طریقہ سہروردی پر مائل ہو گئے۔ جس کے لیے اپنے والد کا دامن پکڑا۔ مدتوں ان کے حضور ملازمت کی اور ان کی رحلت کے بعد اس سلسلہ کی قیادت سنبھال لی۔ قبر بھی اپنے والد کے پاس بنی۔ (الانفقاح)

۷۳۔ مولانا رکن الدین بدایونی

"الشیخ الامام العالم الکبیر" فقہ و اصول و ادب عربی میں فخر الاماثل۔ منور ہند و لی تشیور خ سے اکتساب فرمایا۔ ابو القاسم تونخی جو شاگرد تھے حمید الدین نابینا اور علی کردری نابینا کے۔ آخر الذکر نے صاحب ہدایہ سے پڑھا اور ان سے سراج الدین ابو حفص عمر بن اسحاق بن احمد غزنوی نے پڑھا۔[۲]

---

۱ سیر الاولیاء (در ملتان)　　۲ الفوائد البہیہ (در ملتان)

۷۴۔ مولانا رکن الدین بہاری

"الشیخ الصالح" علوم ظاہری اور طریقت شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری سے حاصل کرنے کے بعد حج و زیارت کے لیے شدِ رحال فرمایا۔ بعد میں ہندوستان لوٹ آئے۔ اور شرف الدین نے ان کے ارشاد پر حقائق میں ایک مبسوط رسالہ الفوائد الرکنیہ لکھا۔[1]

۷۵۔ زاہد بن محمد بہاری

"الشیخ الصالح" از اکابر طریقت۔ یہ تلقین انہیں شیخ شرف الدین منیری سے حاصل ہوئی۔ جن کی خدمت میں کچھ مدت ملازم رہے۔ ممدوح سے جو سوالات کیے ان کے جواب ایک مختصر سے کتابچہ میں اجوبہ کے عنوان سے قلم بند کیے۔[1]

۷۶۔ مولانا زین الدین دہلوی

"الشیخ الفاضل" عالم فقہ و حدیث۔ حضرت شرف الدین احمد منیری کی خدمت میں قصبہ بہار میں حاضر ہوئے اور ان سے صحیح مسلم سبقاً پڑھی۔[2]

۷۷۔ شیخ زین الدین الاودھی

"الشیخ العالم الفقیہ"۔ شیخ نصیر الدین محمود اودھی کے ہمشیرہ زاد۔ اودھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے اصحاب تدریس سے پڑھا۔ طریقت میں اپنے ماموں ممدوح سے مستفیض

---

[1] (سیرۃ الشرف) در متن

[2] (سیرۃ الشرف) در متن

ہوئے۔ قصبہ امیٹھی میں ان کے اخلاف بے شمار ہیں[1]۔

۷۸۔ قاضی زین الدین دہلوی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ فاضل الکبیر" ـــــ الناقلۃ الحنفی۔ دہلی کے اندر ممتاز اساتذہ میں سے تھے۔

۷۹۔ قاضی زین الدین گوالیاری

(بعہد سلطان قطب الدین گوالیری)

"الشیخ الفقیہ" شہر گوالیار میں قاضی تھے۔ سیاح ابن بطوطہ ان کی ملاقات سے مشرف ہوا اور اپنے سفرنامہ میں ان کا ذکر کیا۔

۸۰۔ خواجہ زکی الدین مقری

"الشیخ العالم القاری دہلی کے مشہور اساتذہ قرآۃ و تجوید سے ہیں۔ وزیر حسن بن الوالحسن بصری کے ہمشیرہ زادہ ہیں[2]۔

۸۱۔ سیف اللہ عدا امیر عرب و شام

(بعہد سلطان محمد تغلق)

سلطان محمد تغلق کے عہد میں ہندوستان وارد ہوئے۔ بادشاہ نے ان کی بے حد تعظیم

---

[1] البحر الزخار

[2] برقی (در متن)

کی۔ اور قیام کے لیے سلطان جلال الدین خلجی کے محل واقعہ دہلی میں اجازت دی، ان کے لیے عطیات کا دروازہ کھول دیا۔ پہلی مرتبہ دس عربی گھوڑے اور دوسری مرتبہ بھی دس گھوڑے ہی دیے مگر ان کی زین سونے سے منڈھی ہوئی اور لگام بھی سنہری ہی تھیں۔ بعد ازاں اپنی حقیقی ہمشیرہ فیروز خاتون ان کے حبالۂ عقد میں دے دی۔

حادثہ

عقد اور زفاف کے ۲۰۔ دیں روز عرب صاحب حسب معمول اپنے محل کی طرف گئے تو دربان نے انہیں روک دیا۔ مگر یہ کس کو خاطر میں لانے والے تھے۔ آویزش ہوگئی۔ دربان نے ان کا شانہ پکڑ لیا اور انہوں نے اسے لاٹھی دے ماری جس سے وہ زخمی ہوگیا۔ دربان امرائے سلطنت میں سے تھا۔ اس کا باپ غزنہ کا قاضی رہ چکا تھا۔ اپنے باپ کی نسبت سے پہچانا جاتا۔ اور سلطان محمود غزنوی کے اخلاف سے بھی تھا۔ سلطان اس دربان کو باپ اور اس کے بیٹے کو اپنا بھائی کہہ کر پکارتا۔

مضروب سلطان کے پاس فریاد لے کر آیا۔ اس نے مقدمہ قاضی کو سونپ دیا۔ مضروب کے والد نے صلح کرانا چاہی مگر عرب صاحب اس پر متفق نہ ہوئے۔ پیشی پر قاضی صاحب نے عرب سے کہا، تم نے اسے مارا؟ یا کہو نہیں مارا؟ گویا قاضی صاحب عرب کو ان کی بریت کا راستہ بتا رہے تھے۔ کہ اگر وہ کہیں میں نے نہیں مارا تو یا بجیر و شا السلامت اگر عرب صاحب نے فرمایا میں نے اسے مارا ہے۔ قاضی نے عرب کو حبس میں بھجوا دیا اور دوسرے روز ظہر کے قریب اسے رہا کر دیا۔ بادشاہ نے یہ سزا کم سمجھی اور اس کی جلاوطنی کا حکم نافذ کر دیا۔ شاہی عمال انہیں شہر سے نکالنے کے لیے آئے تو عرب صاحب نے اپنے اہل و عیال کی آخری ملاقات کے لیے محل کا رخ کر لیا مگر عمال نے انہیں اندر جانے سے روک دیا جس کی وجہ میں یہ رو دیے ——— اتنے میں ابن البطوطہ آ پہنچے اور یہیں سو جانے کے لیے لیٹ گئے۔ ان سے ایک امیر نے اس کی وجہ

(ابن بطوطہ سے) دریافت کی تو فرمایا کہ میں عرب صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں تک کہ ان کے اخراج کا فیصلہ منسوخ کر دیا جائے۔ امیر ممدوح نے کہا کہ یہ حکم منسوخ نہ ہوگا۔ ابن بطوطہ نے کہا کہ اگر مجھے ایک سو راتیں بھی اس طرح گزارنا پڑیں تو میں کر گزروں گا۔ بادشاہ نے یہ سنا تو اپنا پہلا حکم منسوخ کر دیا اور عرب صاحب کو امیر قبولہ لاہوری کے پاس کچھ مدت رہنے کا حکم دیا۔ عرب قبولہ کے پاس چار سال رہے۔ سیر وگشت کے لیے ان کے سواروں کے ہمراہ اپنے گھوڑے پر جاتے۔ سفر میں بھی ان کے ساتھ رہتے۔ یہاں تک کہ ان کا مزاج درست ہو گیا۔ تب بادشاہ نے ان کے پہلے اعزازات سے سرفراز فرما کر چند مواضع جاگیر میں دیے اور لشکر کا سربراہ مقرر کر دیا۔[1]

۸۲۔ مولانا سعد الدین دہلوی

"الشیخ الفاضل الکبیر العلامۃ" منطق وفلسفہ میں فخر الاماثل تھے۔ بادشاہ جلال الدین فیروز شاہ خلجی نے انہیں اپنی خاص مصاحبت کے لیے پسند کر لیا۔ اور عہدہ امارت سے سرفراز فرما کر ایک ایسا قطعہ اراضی جاگیر میں عنایت فرما دیا جس پر سرکاری لگان عائد ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ علم اور نقارہ کی اجازت بھی دی گئی۔ اور قور بیگی منصب پر کر دیا۔ بادشاہ کے ندیم بھی قرار پائے۔

بادشاہِ مذکور کے بعد سلطان غیاث الدین تغلق اور ان کی رحلت کے بعد ان کے اپنے بیٹے سلطان محمد تغلق کے مقربین میں رہے۔ سلطان محمد تغلق ان کے علمی تبحر کا تذکرہ دربار میں بھی کرتا تھا۔[2]

---

[1] سفرنامہ ابنِ بطوطہ

[2] تاریخ الاولیاء (درمتن)

۸۳۔ قاضی سماآلدین دہلوی

"الشیخ العالم الفقیہ" مشہور عالم اور بعہد سلطان غیاث الدین تغلق دہلی کے قاضی تھے۔[1]

۸۴۔ مولانا سراج الدین

"الشیخ الامام العلامتہ" فقہ واصول فقہ اور عربی میں یکہ تاز۔ ان کے اساتذہ میں شیخ ابوالقاسم تنوخی جو شاگرد ہیں حمید الدین نابینا کے اور یہ شاگرد ہیں علی کردری نابینا کے جنہوں نے صاحب ہدایہ سے اکتساب فرمایا۔ اور ان سے سراج الدین ابوحفص عمر بن اسحاق بن احمد غزنوی نے پڑھا۔[2]

۸۵۔ شیخ سعید الدین قندہاری

م ۷ ارجب ۷۳۶ھ / ۱۳۳۵ء

"الشیخ العالم الفقیہ الزاہد" — نسب حضرت سید احمد الکبیر الرفاعی قندہاری تک پہنچتا ہے علم واصلاح حال دونوں میں معروف تھے۔

اساتذہ

ان کے والد حضرت نجم الدین ہیں جنہوں نے ان حضرات سے اکتساب فرمایا سیف الدین علی جو شاگرد ہیں شمس الدین شاگرد نجم الدین عبدالرحیم کے اور یہ تلمیذ ہیں اپنے والد تاج الدین محمد کے۔ جنہوں نے اپنے ماموں نجم الدین احمد بن علی سے پڑھا تا بہ حضرت سید احمد الکبیر الرفاعی۔

---

[1] برنی (درمتن)

[2] فوائد البہیتہ (درمتن)

ھندوستان وارد ہوئے تو نانڈیر دکن کے ملحقہ قریہ قندھار میں اقامت فرمائی، اور یہیں آسودۂ لحد ہوئے[1]

۸۶۔ شیخ سلیمان بن احمد ملتانی

(بعہد سلطان غیاث الدین تغلق)

"الشیخ الفاضل الکبیر العلامۃ" سلیمان ابن زکریا قریشی الامام کہ دین کے سربلند علم تھے ملتان ان کا وطن بھی ہے اور مولد بھی۔ فقہ و حدیث اور عربی ادب میں سربرآوردہ علماء سے تھے سن رشد میں قدس و بغداد اور عراق کے شہروں میں ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے۔ حج کیا اور زیارت سے مستفیض ہوئے۔ متذکرۃ الصدر شہروں میں مختلف اساتذہ سے پڑھا۔ ہندوستان وارد ہوئے تو سلطان غیاث الدین تغلق نے انہیں اور قاضی جلال الدین الولواجی کو اپنے اور شہنشاہِ دین سید نظام الدین شاہ صاحب کے درمیان حکم مقرر کیا سماع کے جواز و منع پر۔ جس پر شیخ سلیمان سماع کی اباحت میں ایک رسالچہ تالیف فرمادیا۔ اس رسالہ کے سوا انہوں نے فضل اذکار پر بھی ایک کتاب لکھی ہے[2]

۸۷۔ قاضی سما الدین بجنوری

۲۲ ربیع الاول ۷۷۶ھ / ۱۳۷۴ء

"الشیخ الصالح الفقیہ" سماء الدین ابن فخر الدین بن رکن الدین الصدیقی البجنوری مولد بجنور۔ یہیں کتابیں پڑھیں اور یہیں مشیخت سے بہرہ مند ہوئے۔ یہ لقمت انہیں زین الدین ہمشیرزادہ

---

[1] مہر جہاں تاب (در متن)

[2] سیر الاولیاء اور خزینۃ الاصفیاء (در متن)

نصیر الدین محمود اودھی سے حاصل ہوئی۔ خرقہ شیخ جلال الدین حسین بن احمد الحسینی البخاری الاچی نے پہنایا۔ قاضی صاحب وجد وحال تھے۔ ایک سماع میں جوان پر غشی طاری ہوئی تو اس عالم میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ واقعہ لکھنو میں رونما ہوا اور یہیں آسودہ لحد ہوئے[1]

۸۸۔ شاہ مرزا کشمیری

م ۷۴۸ھ
۱۳۴۷ء

"الملک المؤید شیخ شمس الدین شاہ مرزا ابن طاہر کشمیری" جو خطہ کشمیر میں اسلامی حکومت کے اولین بانی تھے۔

کہا جاتا ہے کہ وہ ارجن کی نسل سے تھے۔ کسی اثر سے تنہا گھر سے نکل کر خراسان جا پہنچے۔ اور مسلمان ہو گئے۔ پھر ہندوستان لوٹے اور ۷۱۵ھ میں کشمیر میں وارد ہوئے۔ یہ زمانہ راجہ سیہ دیو کی حکومت کا تھا۔ مرزا نے ان کی برسوں خدمت کی اور راجہ کی رحلت کے بعد ان کے فرزند رنجن دیو نے انہیں اپنا وزیر بنا کر اپنے بیٹے چندر کا اتالیق مقرر کر دیا۔ رنجن کی وفات کے بعد اودن دیو نے گدی سنبھالی۔ یہ مرزا کا قرابت دار بھی تھا اس نے مرزا کو وزیر مقرر کر کے پوری سلطنت کا وکیل و مختار بنا دیا۔ اور مرزا کے بیٹوں کو مختلف مقامات جاگیر میں عنایت کر دیے۔ جب ہر ایک اپنی اپنی جاگیر میں بس گیا اور اودن دیو ان کی آزادی اور استقلال دیکھ کر گھبرا اٹھا اور ان سب کو اپنے پاس آنے سے منع کر دیا۔ مرزا اور اس کے بیٹے اپنے اپنے علاقے میں رہنے لگے اور اپنی ثروت اور قوت بڑھانا شروع کر دی۔ اسی دوران میں اودن دیو کا انتقال ہو گیا۔ اور گدی پر اس کی رانی بیٹھ گئی جس نے مسلمان ہو کر شاہ مرزا سے مناکحت کر لی۔ مگر یہ اس کا حیلہ تھا مرزا سے گلو خلاصی کے لیے

---

[1] تذکرۃ الاصفیاء

شاہ مرزا نے رانی کا یہ رخ پہچانا تو اسے گرفتار کرا کے قید خانے میں بند کرا دیا۔ اب اس نے خطبے میں اپنے لقب شمس الدین کے نام کا اعلان کرایا۔ یہ واقعہ ۷۴۴ھ / ۱۳۴۳ء کا ہے۔

الغرض مرزا نے سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ وہ رعیت کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کرتا۔ نئے نئے شہر آباد کیے اور کاشت کاروں کے لیے بڑی جدوجہد جاری رکھتا تھا۔ لوگوں سے جو فریب کیے گئے تھے ان کی تلافی میں لگا رہتا۔ پیداوار میں سے ۱/۶ حصہ لگان عائد کر دیا۔ وہ بڑا سخی، منصف اہلِ علم کا قدر دان اور عوام کا محسن تھا۔ صاحبِ فراست ہونے کے ساتھ دین اور سیاست اور دوستوں کی حفاظت اور سرکشوں کا استیصال اس کا طرۂ امتیاز تھا۔ اس کی سلطنت امن کا گہوارہ تھی۔

اب وہ بوڑھا ہو گیا اور اس نے ۷۴۷ھ / ۱۳۴۶ء میں اپنا قائم مقام اپنے بیٹے جمشید کو کر دیا۔ اس کی بادشاہت تین سال ۵ ماہ تک رہی۔

۸۹۔ شیخ شرف الدین کشمیری

م ۷۲۷ھ / ۱۳۲۶ء

" الشیخ الصالح شرف الدین الحسینی الکشمیری۔ ممتاز عالم اور اربابِ اصلاح و رشد سے ہیں۔ ۷۲۵ھ میں کشمیر تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ پر راجہ کشمیر رنجن دیو مسلمان ہو گئے۔ اسی دوران میں مولانا صدر الدین سے ملاقات ہو گئی ——— شرف الدین کے ہاتھ پر بے شمار کشمیری ہندو مسلمان ہو گئے۔ صدر الدین نے ان کے لیے دریا کے بہت کے کنارے پر خانقاہ تعمیر کرائی۔ آنے والوں کے لیے ایک رباط (سرائے) نماز کے لیے مسجد اور کئی مواضع ان جگہوں کے لیے وقف کر دیے۔ کشمیر میں ہی آسودۂ لحد ہوئے [۱]

---

[۱] خزینۃ الاصفیاء

۹۰۔ قاضی شرف الدین دہلوی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ القاضی العلامہ" شرف الدین الرہاوی الدہلوی فقہ و اصول فقہ اور ادب عربی میں ممتاز الاقران تھے اور دہلی کے اندر مسند تدریس پر فائز رہے[1]

۹۱۔ شیخ شرف الدین الحسینی امروہوی

م ۱۲ رجب سنہ ۷۸۳ھ / ۱۳۸۱ء

"الشیخ الکبیر" شرف الدین ابن علی بن مرتضیٰ ابن ابوالمعالی بن ابو الفرج الصیداوی الواسطی ابن داؤد بن الحسین بن علی بن ہارون ابن جعفر المشہور بہ کذاب الحسینی نقوی امروہی۔

مشہور اولیاء میں سے تھے۔ مولد قصبہ سوہدرہ (ضلع گوجرانوالہ) ہے۔ تحصیل علم کے لیے گھر سے نکلے۔ کئی مشایخ کی خدمت میں مدتوں ملازم رہے۔ آخر امروہہ پہنچے اور وہیں طرح اقامت ڈال دی۔

بہت زیادہ عمر پائی۔ مجاہد اور مرتاض تھے۔ ان کے کشف اور کرامات مشہور ہیں۔ امروہہ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیں آسودہ لحد ہوئے۔ ان کی قبر زیارت گاہ عوام ہے[2]

۹۲۔ شیخ شمس الدین ترکمانی

جمادی الاخری سنہ ۷۱۶ھ / ۱۳۱۵ء

---

[1] برنی (در متن)

[2] تحفتہ التواریخ (در متن)

الشیخ الکبیر شمس الدین بن احمد بن عبدالمومن ترکمانی پانی پتی۔ خواجہ احمد علوی یلیوی کی اولاد سے تھے۔ جن کا سلسلہ نسب امام محمد بن الحنفیہ سے ملتا ہے۔

ترکستان ہی میں اپنے قرابت داروں سے علوم پڑھنے کے بعد سیر وگشت کے لیے گھر سے نکلے۔ اور ماوراءالنہر کے مشایخ کبار سے استفادہ کیا۔ تب ہندوستان وارد ہوئے۔ یہاں حضرت علاءالدین صابر کلیری کی خدمت میں ملازم ہو گئے۔ مدتوں ان سے استفادہ کیا۔ شیخ نے انہیں وصیت کی کہ میری رحلت کے بعد پانی پت جاکر رہائش کرنا۔ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ اس شہر کی بے شمار مخلوق نے ان سے فیض حاصل کیا۔ جلال الدین محمود عثمانی نے ان سے طریقت حاصل کی۔

۹۳۔ شمس الدین کوتلی

"الشیخ الصالح مشہور زاہد وعابد۔ ابن بطوطہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ وہ بہت بڑے صاحب منزلت تھے۔ کہ جب سلطان محمد شاہ تغلق علی گڑھ آیا۔ تو اس نے شیخ کو ملاقات کے لیے بلایا۔ مگر انہوں نے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر سلطان خود ان کی ملاقات کے لیے گیا۔ مگر ان کے دولت کدہ سے قریب جاکر واپس لوٹا۔

اس کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ ایک رئیس سلطان کے خلاف یلغار کے لیے نکلا تو لوگوں نے بھی اس رئیس کی بیعت کر لی۔ سلطان کی مجلس میں یہ ذکر آگیا اور شیخ شمس الدین کی مجلس میں اس رئیس کی حکایت پر شیخ نے اس رئیس کی تعریف میں دو ایک جملے کہہ دیئے۔ یہاں تک کہ اس رئیس کو سلطانی کے لیے سراہا گیا۔ محمد تغلق نے یہ روئداد سنی تو شیخ کو طلب کر کے جلس میں بھجوا دیا۔ قاضی شہر اور کو توال کو بھی کیونکہ شیخ کی اس مجلس میں یہ دونوں بھی موجود تھے۔ اور تغلق نے ان دونوں کی آنکھوں میں گرم سلائی پھروا دی۔ اتنے میں شیخ صاحب نے مجلس میں جان دے دی اور قاضی و کوتوال دونوں دوسرے قیدیوں کے ساتھ جلس سے

نکلے تو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ اس پر تغلق نے پھر دونوں کو حبس میں بھجوا دیا۔

شیخ کے ساتھ ان کے بیٹے بھی قید خانے میں تھے اور وہ کفار کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔ شیخ کی رحلت کے بعد بادشاہ نے انہیں طلب کر کے کہا۔ تم آزاد ہو۔ مگر آئندہ کفار کے ساتھ نشست نہ رکھنا۔ انہوں نے اتنا سا لفظ جو کہا پہلے بھی ان سے واسطہ نہ تھا تو یہ بھی غضب ہو گیا اور اسی پر تغلق نے انہیں قتل کرا دیا۔[1]

تغلق کی برہمی کا عجیب واقعہ

پھر اس نے قاضی کو طلب کر کے شیخ کے دونوں مقتول لڑکوں کے واقعہ پر رائے طلب کی اور فرمایا کہ اگر حبس نے بھی یہ حرکت کی۔ اس کا یہی انجام ہوگا۔ اس پر قاضی نے شہر کے بہت سے ایسے ہندوؤں کے نام لکھائے جو مقتولوں کی سی باتیں کرتے ہیں۔ بادشاہ نے یہ فہرست دیکھ کر کہا۔ خوب! قاضی چاہتا ہے کہ تمام شہر برباد ہو جائے اور قاضی کو قتل کرا دیا۔

۹۴۔ مولانا شمس الدین باخرزی

(بعہد سلطان فیروز شاہ)

"الشیخ الفاضل الکبیر" فقہ و اصول اور عربی ادب میں فخر روزگار تھے۔ دہلی میں بعہد سلطان فیروز شاہ ان کا درس جاری تھا۔[2]

۹۵۔ مولانا شمس الدین گاذرونی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

ممتاز اساتذہ سے تھے۔[2]

---

[1] فرشتہ (در متن)   [2] برنی (در متن)

۹۶۔ مولانا شمس الدین دمشقی

"الشیخ الفاضل" فقہ و اصول فقہ اور تصوف میں فخر الاکابر۔ حضرت منیری (شرف الدین) کے رابطۂ بیعت سے سرفراز۔ شیخ نے ان کی طرف چند تحریریں حقائق و وجدان پر لکھیں، اور انہیں قصبۂ بہار میں تعینات فرمایا۔ جہاں انہیں شہر کی قضاۃ بھی تفویض ہوئی۔ اور اس پر مدتوں فائز رہے۔[1]

۹۷۔ شیخ شمس الدین دہلوی

م ۷۳۲ھ
۱۳۳۱ء

"الشیخ الفاضل" علوم ظاہری اور طریقت ہر دو میں نخبۃ الاماثل۔ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلی کے رابطۂ بیعت سے مفتخر!
دلوگیر (دولت آباد) دکن میں آسودۂ لحد ہوگئے۔[2]

۹۸۔ مولانا شمس الدین تحم دہلوی

(بعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

"الشیخ الفاضل العلامہ" دہلی کے اندر ان کی مسند تدریس آراستہ تھی اپنے عہد کے مشہور علماء میں سے تھے۔[3]

---

۱ سیرۃ الشرف (در متن)

۲ مہر جہاں تاب (در متن)

۳ برنی (در متن)

۹۹- مولانا شمس الدین سنامی

م ۶۷۷ھ
۱۲۷۸ء

(دلعہد سلطان ناصر الدین محمود التمش)

"الشیخ الفاضل الدبیر" - انشاء میں بر سرِ عنوان اور نقد شعر و سخن میں بلند پایہ۔ کتاب اللوائح قاضی حمید الدین ناگوری سے پڑھی اور درسِ طریقت میں بابا شکر گنج —— (فرید الدین مسعود) سے مستفیض ہوئے۔ سلطان ممدوح الصدر کی مدح میں ان کے قصائد ہیں۔ اور جب سلطان غیاث الدین بلبن نے زمامِ حکومت ہاتھ میں لی تو انہیں اپنے فرزند شہزادہ لغرا خاں کے ساتھ بنگال میں عہدہ میر منشی پر مقرر کر کے بھجوا دیا۔ ان کی شاعری کا اعتراف حضرت امیر خسرو نے اپنی کتاب غرّۃ الکمال کے افتتاحیہ اور ہشت بہشت کے خاتمہ میں فرمایا ہے۔ جس پر مولانا سناعی صاحبِ تذکرہ کو بھی فخر تھا۔ نمونۂ کلام ہے ؎

ایں ہمہ کار دلم از تو بنا دانی خام
دادۂ دوش مرا وعدۂ مہمانی خام!

پختہ کردم ہمہ شب چشم و ندانستم کاں!
طمع بود ازاں گونہ کہ میدانی خام

سست میدارم و ہر چند قوی میکندم
ریسمانی است ز من تا بہ پریشانی خام

گفتمش ہیچ مسلماں نہ خورد خام ببین
گفتم تو ہمی خوردم ایں است مسلمانی خام[1]

---

[1] روز روشن (در متن)

۱۰۰۔ مولانا شمس الدین دہلوی

م ۷۲۲ھ
۱۳۲۱ء

الشیخ الفاضل[۱] امیر خسرو کے بھانجے ہیں۔ طریقت میں حضرت نظام المشایخ سے مستفیض، جن کی خدمت میں برسوں ملازمت کی۔ عروض و قوافی اور شعر و انشاء کے علاوہ کئی اور علوم پر احاطہ تھا[۱]

دہلی میں رحلت فرمائی اور اپنے مرشد حضرت شہنشاہِ دین کی پائینتی آسودۂ لحد ہوئے[۲]

۱۰۱۔ مولانا شمس الدین الدہار اسیونی

(الدہار مالوہ میں اور اسیون دکن میں ہے)

الشیخ العالم الفقیہ شمس الدین ابن عبد الرحمٰن خراسانی الہندی۔ ہندوستان کے مشہور علماء سے ہیں۔ خراسان کے ملحقہ قریہ دوہموں میں پیدا ہوئے۔ عمر کے ۱۸ ویں سال میں پہنچے تو ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اور یہ ہندوستان تشریف لے آئے۔ یہاں انہوں نے خطوط نویسی کی مشق بہم پہنچائی۔

حضرت سلطان المشایخ سے مستفیض ہونے کے بعد حجاز گئے اور حج و زیارت سے سرفراز ہو کر واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔ مالوہ کے قریہ دہار میں اقامت گزیں ہوئے۔ اسیون دکن میں بھی کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ صاحب کرامات و مقامات تھے[۳]

ان کا مزار قریہ دہار میں ہے جہاں زیارت و تبرک کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔

۱۔ گلزار الابرار (در متن) ۲۔ خزینۃ الاصفیاء ۳۔ مہر جہاں تاب

۱۰۲۔ شیخ شہاب الدین خراسانی

م ۷۴۱ھ
۱۳۴۰ء

(بعہد سلطان محمد تغلق بلبن)

شیخ شہاب الدین ابن الجام الخراسانی۔ صوفیائے کبار اور صلحائے عظام سے تھے۔ ثقہ روزہ ۴۵ روز کے بعد افطار کرتے۔ بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ اور محمد تغلق بلبن دونوں ان کی بے حد تعظیم کرتے۔ اور ان کی ذات سے برکت حاصل کرتے۔ جب سلطان محمد تغلق نے عنان حکومت ہاتھ میں لی تو اس نے اپنی عادت کے مطابق آپ کو حکومت کے کسی منصب پر تعینات کرنا چاہا۔ اس کا خیال تھا کہ شاہاں سلف بھی فقہاء و صلحا کو نظام حکومت میں شامل رکھتے .... مگر شہاب الدین نے اس سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے انہیں دربار میں پیش کش کی تب بھی وہ اپنی بات پر قائم رہے۔ تغلق کا خون کھول اٹھا۔ اس نے قاضی ضیاء الدین سمنانی کو طلب کر کے حکم دیا کہ شہاب الدینؒ صاحب کی داڑھی کے بال اکھاڑ دیے جائیں۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ تب اس نے دونوں کی داڑھی اکھڑوا دی۔ اس کے بعد ضیاء الدین کو ملک تلنگہ میں نظر بند کر دیا۔ مگر کچھ عرصہ بعد ورنگل کی قضاۃ پر انہیں تعینات کر دیا۔

اور حضرت شہاب الدین کو اپنے نو تعمیر شہر دولت آباد میں منتقل کیا۔ جب وہاں انہیں سات سال گزر گئے تو آپ کو دہلی طلب کر کے بے حد تعظیم سے پیش آیا اور امرائے سلطنت سے فرمایا کہ شیخ کی تعظیم کریں۔ اور ان کے حکموں پر عمل پیرا ہوں۔ ان دنوں دہلی میں بادشاہ کے بعد شہاب الدین ہی کا درجہ تھا۔

انہی ایام میں تغلق نے دریائے گنگا پر ایک محل تعمیر کرایا جس کا نام سرگ دوارہ (بمعنی نمونہ جنت) رکھا۔ اور رعیت کو حکم دیا کہ اس محل کے جوار میں وہ بھی اپنے لیے رہائشی مکانات تعمیر کرائیں۔ مگر شیخ شہاب الدین نے تغلق سے اپنے لیے دہلی میں قیام کی اجازت طلب کی سلطان

نے انہیں ایک بنجر قطعہ اراضی آباد کرنے کا حکم دیا۔ جو دہلی سے چھ روز کی مسافت پر تھا۔ شیخ صاحب نے اس قطعہ میں ایک بڑا گڑھا کھدوا کر اس میں کچھ مکان بنوائے۔ کوٹھار تعمیر کرائیں۔ اور حمام بنوائے۔ دریائے جمنا سے پانی کے کلابے نکلوائے اور اس خطہ میں رہنے لگے۔ انہوں نے بہت سامان اور غلہ جمع کر لیا، کیوں کہ یہ دو ایک سال قحط کے سال تھے۔ ابھی انہیں یہاں قیام کرتے ہوئے ڈھائی سال گزرے تھے۔

شیخ کے غلام اس خطے میں دن بھر دریا سے پانی کی روانی کا انتظام کرتے اور رات میں غار کے اندر آ کر دروازے بند کر کے سو جاتے۔ اپنے مویشی حفاظت کی جگہ میں باندھ دیتے، کیونکہ گرد و نواح کے ہندو بڑے چور تھے، جو قریب ہی ایک سر بلند پہاڑی میں آباد تھے

سلطان کی آمد

ایک روز سلطان تغلق شیخ کی ملاقات کے لیے آیا تو شیخ استقبال کے لیے سات میل آگے بڑھا۔ سلطان نے شیخ کی تعظیم کے لیے ان سے معانقہ کیا۔ اور واپس لوٹ گیا۔ شیخ غار میں چلے آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد تغلق نے شیخ کو اپنے ہاں ملاقات کے لیے طلب کیا۔ تو انہوں نے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر بادشاہ نے ایک وفادار ندیم مخلص الملک ندر باری کو شیخ کے پاس روانہ کیا۔ جس نے شیخ سے بہت میٹھی میٹھی باتیں کیں اور بادشاہ کے غضب سے ڈرایا۔ شیخ نے کہا میں کبھی ظالم کے ہاں نہ جاؤں گا۔ مخلص الملک نے واپس لوٹ کر بادشاہ کو تمام باتوں کا نچوڑ سنا دیا۔ تو بادشاہ نے شیخ کو گرفتار کر کے بلوایا اور نہ آنے کا سبب پوچھا کہ تو نے کہا تھا کہ میں ظالم ہوں! شیخ نے کہا۔ بیشک تو ظالم ہے اور تیرے مظالم میں یہ اور یہ واقعات ہیں! از انجملہ تو نے دہلی کو برباد کر دیا۔ اور یہاں کے باشندوں کو ان کے شہر سے باہر لے گیا۔ اس لمحہ بادشاہ نے اپنی تلوار قاضی کمال الدین کے ہاتھ میں دے دی اور کہا اگر شیخ نے سچ کہا ہے تو اسی تلوار سے میری

گردن اڑا دی جائے۔ شیخ نے کہا جو شخص اس کام کے لیے تلوار ہاتھ میں لے گا وہ خود قتل کر دیا جائے گا۔

لیکن اے بادشاہ! تو اپنے مظالم سے خود بھی واقف ہے۔

بادشاہ نے شیخ کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر حبس میں بھجوا دیا۔ اور ۱۴ روز تک مسلسل روزانہ بادشاہ شیخ کے پاس مجلس میں آتا رہا۔ وہ اپنے ہمراہ فقہا اور شیخ کو بھی لاتا۔ جو شیخ کو ان کے قول سے رجوع کراتے۔ مگر نہ تو شیخ نے اپنے قول سے رجوع کیا اور نہ اس عرصے میں دانہ پانی حلق میں جانے دیا۔ ۱۴ ویں روز بادشاہ نے شیخ کے لیے کھانا بھیجا تو انہوں نے یہ کہہ کر خوان لوٹا دیا کہ دنیا سے میرا رزق اٹھ گیا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کے حلق میں غلیظ کے پانچ لقمے ٹھونسے جائیں۔ ایسے شنیعات کے لیے تغلق نے کچھ ہندو کناس مقرر کر رکھے تھے۔ وہ شیخ کو اوندھے منہ زمین پر گرا کر ان کی پشت پر بیٹھ گئے اور غلیظ جو پہلے سے پانی میں حل کر رکھا تھا شیخ کے منہ میں گھول کر ان کے حلق میں اتار دیے۔

بعد ازاں شیخ صاحب کو قاضی کی عدالت میں لایا گیا۔ فقہا اور مشایخ جمع ہوئے۔ ان میں امرا بھی تھے سب نے مل کر شیخ سے کہا آپ اپنے قول سے رجوع کر لیجیے مگر انہوں نے منظور نہ لیا۔ آخر کار ان کی گردن اڑا دی گئی۔[1]

۱۰۳۔ مولانا شہاب الدین دہلوی

(د لعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

"الشیخ العالم الصالح" علوم کے ساتھ وعظ گوئی میں بھی ماہر تھے۔ انہوں نے دہلی کے اندر متواتر دس سال تک اپنی گرم گفتاری سے عوام کو متاثر کیا۔ ان کے وعظ میں خشیتہ

---

[1] ابن بطوطہ (در متن)

اور خوف الٰہی کا عنصر تھا۔ اور آیات قرآنی کے معانی و مفہوم میں ید طولیٰ۔ حسب موقعہ اشعار پڑھتے اور مناسب حال امرائے ربانی کا تذکرہ کرتے۔ غلط بات ان کی زبان پر نہ آتی۔ سننے والے ڈھاریں مار مار کر روتے[1]۔

۱۰۴۔ شیخ شہاب الدین دہلوی

(دلعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

"الشیخ العالم الفقیہہ الزاہد الصوفی"۔ مشایخ چشتیہ سے تھے اور طریقت میں حضرت سلطان المشایخ کی بیعت سے بہرہ مند تھے۔ برسوں اپنے مرشد کے ملازم خدمت رہے۔ قرأۃ تجوید الحن داوری سے مفتخر تھے۔ ان کے لہجے سے قرآن دل میں اترتا۔ اسی لیے حضرت ممدوحؒ نے انہیں اپنا امام نماز مقرر کر لیا تھا۔

مرشد کی رحلت کے بعد آپ دہلی سے دولت آباد (دکن) تشریف لے گئے۔ یہاں برسوں رہے اور بے شمار مخلوق نے آپ سے استفادہ کیا جن میں آپ کے فرزند رکن الدین بھی ہیں۔ آخر میں دہلی واپس تشریف لائے اور یہیں آسودۂ لحد ہو گئے[2]۔

۱۰۵۔ مولانا شہاب الدین ملتانی

(دلعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ العالم الکبیر العلامۃ" فقہ و اصول اور ادب عربی میں فخر الاماثل تھے[3]۔ برنی نے لکھا ہے کہ آپ عہد علاء الدین خلجی میں دہلی کے ممتاز اساتذہ میں سے تھے۔ ان کا درس ہمیشہ جاری

---

[1] برنی (در متن)　　[2] سیر الاولیاء

[3] برنی (در متن)

رہتا۔ سلطان محمد تغلق نے جب شہنشاہ دین حضرت سلطان المشایخ کو اپنے دربار میں سماع و مزامیر پر مباحثہ کے لیے طلب کیا تو مولانا مذکور بھی اس مجلس میں شریک تھے۔ لیکن دوسرے حضار مجلس کی طرح آپ نے حضرت سے کوئی بات نہ کہی۔

۱۰۶۔ شیخ شہاب الدین گاذرونی

"الشیخ الصالح" کالی کٹ مدارس ملیبار میں شیخ خانقاہ تھے۔ ان کے لیے اہالی ہند اور اہل چین وہی نذرانے پیش کرتے جو ان سے پہلے شیخ ابو اسحاق گاذرونی کی خدمت میں گزارتے شیخ شہاب الدین کے بعد ان کے بیٹے فخر الدین کولم بستی میں شیخ زاویہ کے منصب پر فائز ہوئے جن سے مشہور سیاح ابن بطوطہ کی ملاقات ہوئی۔ اور وہ شیخ کے پاس کولم کی خانقاہ میں اترے[1]۔

۱۰۷۔ شیخ شہاب الدین ناگوری

"الشیخ الصالح" ممتاز الافاضل اور طریقت میں مشہور تھے۔ یہ نعمت انہیں حضرت شیخ شرف الدین منیری کی خدمت میں مدتوں ملازم رہنے سے حاصل ہوئی۔ اور ان کی وفات کے بعد رحلت فرمائی[2]۔

۱۰۸۔ شیخ شہاب الدین دہلوی

"الشیخ الصالح" المشہور بہ عاشق، فرقہ چشتیہ کے مشایخ کبار سے تھے۔ یہ فیضان انہیں شیخ امام الدین چشتی سے بواسطۂ شیخ بدر الدین غزنوی اور عماد الدین سے حاصل ہوا[3]۔

---

[1] سفر نامہ ابن بطوطہ (درمتن)۔ [2] سیرۃ الشرف (درمتن)

[3] گلزار الابرار

۱۰۹۔ شہاب الدین شاہ کشمیری

"الملک المؤید" بادشاہ شہاب الدین شمش الدین۔ اپنے بھائی علاء الدین کے بعد زمام حکومت ہاتھ میں لی اور عقل و تدبیر سے فتوحات حاصل کیں۔ وہ عدل گستر، مجاہد اور بہادر بادشاہ تھے متعدد قلعے اور شہر فتح کیے۔ تبت صغیر کے بادشاہوں اور شہر لچھمی نگر و شہر شہاب پور کے باشندوں سے خراج وصول کیا۔ ۲۰ سال تک دادِ حکومت دی جس روز گرد و نواح کے ماتحتوں کا عریضہ ان تک نہ آتا وہ اس دن کو اپنی عمر کے حساب سے خارج سمجھتے اور اس پر بڑا افسوس کرتے۔[۱]

۱۱۰۔ شیخ شہاب الدین الزاہدی

(دلعہد محمد تغلق)

"الشیخ العالم الفقیہ" اپنے دور کے ممتاز مشایخ میں سے تھے۔ اپنے والد کی خدمت میں برسوں ملازم رہے اور جو کچھ حاصل ہوا ان ہی سے حاصل ہوا۔ میرٹھ سے دہلی تشریف لائے تو تغلق کو ایک تازہ شکار مل گیا۔ اس دور میں بادشاہ مذکور خود کو نبوت کے ادعا کے لیے طیار کر رہا تھا۔ انہیں طلب کر کے اپنا یہ روگ ان کے سامنے بیان کیا۔ یہ تو حق گو ہی تھے سن کر جھلا گئے اور جوتا تان کر ان کے منہ پر رسید کیا۔ تغلق نے انہیں خندق میں پھینکوا دیا۔ مگر یہ زندہ رہے۔ دوبارہ قلعہ پر سے پھینکوایا۔ تب بھی زندہ ۔ تیسری مرتبہ روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا۔[۲]
اللہ تعالےٰ ان پر اپنا فضل و کرم کرے اور ان کی برکات سے ہمیں بہرہ انداز کرے۔

۱۱۱۔ مولانا صدر الدین حکیم دہلوی

(دلعہد سلطان علاء الدین خلجی)

طبیب حاذق اور طب کے ساتھ جملہ علوم آلیہ و عالیہ پر حاوی تھے۔ درس طب اور معالجہ دونوں کا احترام تھا۔ نہایت زکی الحسن اور نبض شناسی کے ساتھ معالجہ میں دست مسیحائی سے فیض یاب مریض ان کے علاج سے

---

[۱] تاریخ فرشتہ (درمتن)
[۲] گلزار الابرار (درمتن)

بہت جلد ہی شفا حاصل کرتا یہی تخصیص انکے والد حکیم حسام الدین کی ذات میں بھی لیے جو علم و عمل میں بلند پایہ رکھتے تھے۔

۱۱۲۔ شیخ صدر الدین دہلوی

"الشیخ الصالح العابد" ابن بطوطہ نے ان کا یہ تذکرہ اپنے سفرنامہ میں کیا ہے۔ "صائم الدہر اور شب زندہ دار ہونے کے ساتھ دنیا کی ہر شے پر فاتحہ پڑھ چکے تھے۔ تن پوشی کے لیے صرف ایک عبا تھی اور بس! امرا اور بادشاہ حاضر ہوتے تو اکثر ان سے چھپ جاتے۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے فقرا اور مسافروں کے لیے جاگیر پیش کرنے کا اظہار کیا۔ تو انکار کر دیا اور دوسری مرتبہ سلطان نے دس ہزار دینار پیش کیے تو واپس کر دیے۔

خدام نے بادشاہ سے کہا کہ یہ تیسرے روز افطار کرتے ہیں اور کہتے ہیں میں یہ بھی اس صورت میں کرتا ہوں جب مجھ پر مردار حلال ہو جاتا ہے۔

۱۱۳۔ قاضی صدر الدین دہلوی

"الشیخ الفاضل" عارف کے لقب سے مشہور تھے۔ اور قاضی منہاج الدین جرجانی کے ہمشیرہ زاد تھے۔ جن کی سعی و سفارش سے دہلی کے نائب مقرر ہو گئے اور مدتوں اس منصب پر فائز رہے۔ آخر سلطان علاء الدین خلجی نے انہیں قاضی القضاۃ مقرر کر کے اپنے خاص مصاحبوں میں شامل کر لیا اور سید اجل اور شیخ الاسلام کا خطاب دیا۔

یہ ذکر برنی نے اپنی تاریخ میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ قلیل العلم مگر باہمت اور سخت گیر تھے۔

۱۱۴۔ شیخ صدر الدین ظفر آبادی

م ۷۲۱ھ

"الشیخ الصالح" مولد ملتان اور سن ولادت ۶۵۵ھ ہے۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ اپنے دور کے اساتذہ سے جملہ علوم پڑھے۔ خرقہ خلافت شیخ ابوالفتح رکن الدین ملتانی نے عنایت فرمایا۔ پاپیادہ سات مرتبہ حج اور زیارت کی۔ آخر ظفر آباد کو وطن بنا کر وہیں آسودہ لحد ہوئے۔ مشہور صاحب ولایت تھے۔

لہ گلزار الابرار (در متن)۔

۱۱۵۔ شیخ صدر الدین بھکری

"الشیخ الفقیہہ العالم" فقہ میں فائز تھے۔ ابن بطوطہ نے ان سے بھکر کے اندر ۷۳۴ھ میں ملاقات کی۔[1]"

۱۱۶۔ مولانا صدر الدین ساوی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ الفاضل الکبیر" فقہ واصول فقہ وادب عربی میں ممتاز۔ دہلی کے اندر مسند تدریس آراستہ تھی۔

۱۱۷۔ مولانا صدر الدین گنذھک

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ الفاضل العلامۃ" المشہور بہ گنذھک ــــ اساتذہ کبار میں سے تھے۔[2]"

۱۱۸۔ مولانا صدر الشریعت سمرقندی

"الشیخ الفاضل العلامۃ" ہیئت وہندسہ ونجوم وحساب وغیرہ جملہ علوم حکمیہ میں سرآوردہ اماثل تھے۔ سلطان علاء الدین حسن بہمنی نے ۷۴۸ھ میں انہیں دکن میں عہدہ صدارۃ پر ممتاز فرمایا۔ اور سلطان محمد ابن حسن بہمنی نے انہیں ان کی والدہ سمیت شاہی مصارف پر حج وزیارت کے لیے ۷۵۹ھ میں بھجوایا۔ بر بنای عہدہ صدارت پر فائز رہے اور سلطان مجاہد شاہ کے عہد میں گلبرگہ میں آسودۂ لحد ہوئے۔ ان کی قبر کا نشان قائم ہے۔"

۱۱۹۔ مولانا صلاح الدین ستری

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ الفاضل الکبیر" دہلی میں ان کی مسند تدریس آراستہ تھی۔[3]"

---

[1] سفرنامہ ابن بطوطہ (در متن) [2] برنی (در متن) [3] برنی (در متن)

۱۲۰- شیخ صلاح الدین ملتانی

م ۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ء

"الشیخ الصالح" ممتاز اساتذہ علم وفن سے تھے۔ شیخ صدرالدین ملتانی (د ر ۱۱۳ء) سے طریقت میں تربیت حاصل کی۔ دہلی میں سکونت فرما ہوئے اور یہیں آسودہ لحد ہوئے[1]

۱۲۱- قاضی ضیاءالدین برنی

"الشیخ الفاضل" علمائے مشاہیر سے ہیں اور تاریخ دسیاست مدن واختصار واقعات میں اشہر۔ مجالس میں گرم گفتار اور تنقید شعر میں فائق۔ حضرت امیر خسرو اور حسن سنجری کے ساتھ رشتہ مودت ومحبت صادقہ مربوط تھے۔ روزانہ مجلس بیت بازی سے لطف اندوز ہوتے۔ بے شمار اشعار ذہن میں رہتے جنہیں موقع پاکر سنا کر خراج تحسین حاصل کرتے۔

اسلاف کے واقعات بھی محفوظ تھے۔ فقہ میں بھی درک تھا۔ سخاوت میں مشہور اور شیریں سخنی میں ممتاز اقران تھے۔ دین میں راسخ اور حضرت سلطان الاولیاء کے سلسلہ بیعت میں منسلک تھے۔

تصانیف

تاریخ فیروز شاہی: عہد غیاث الدین بلبن سے لے کر بادشاہ فیروز شاہ تک ۸- بادشاہوں کے وہ حالات لکھے ہیں جو مصنف کے مشاہدہ میں آئے اور ۷۵۸ھ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوئے[1]

۱۲۲- قاضی ضیاالدین بیانوی

"الشیخ الفاضل" مشہور ارباب قضاۃ سے ہیں۔ دہلی میں اس منصب پر فائز تھے اور سلطان علاءالدین خلجی کے عہد میں تو قاضی القضاۃ کے درجے پر پہنچ گئے اور برسوں اسی منصب پر فائز رہے[2]

۱۲۳- مولانا ضیاالدین دہلوی

"الشیخ الفاضل" - ابن شہاب الدین الخطاط۔ یہ خطاب سلطان قطب الدین خلجی نے انہیں دیا۔ جو خود

---

[1] حسرت نامہ و مآثر السادات
[2] برنی (در متن)

ایک نومسلم مکار خسرو خاں کے ہاتھ سے ۷۲۱ھ/۱۳۲۱ء میں واصل بہ جہنم ہوا۔ یہ واقعہ ہم نے اس بادشاہ کے حالات میں (در ۱۲۱) کے ذیل میں لکھا ہے۔

۱۲۴۔ شیخ ضیاء الدین رومی

"الشیخ الصالح" مشایخ سہروردیہ میں ممتاز جس میں انہیں شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی سے فیض حاصل ہوا۔ ہندوستان تشریف لائے تو سلطان قطب الدین خلجی نے ان کی بیعت کا ربقہ اپنی گردن میں حمائل کر لیا۔ جس کی وجہ سے آپ ماتحت بادشاہوں اور امرائے حکومت میں عزت کی نظروں سے دیکھے جانے لگے۔

دہلی ہی میں بادشاہ مذکور کے عہد میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور بجے منڈل کے قریب دفن ہوئے۔[۱]

۱۲۵۔ قاضی ضیاء الدین سمنانی

جن کے ثبات کا تذکرہ شیخ شہاب الدین کے حال میں آچکا ہے کہ سلطان محمد تغلق نے انہیں شیخ ممدوح کی داڑھی کے بال اکھاڑنے کا حکم دیا تو انہوں نے انکار کر دیا جس پر تغلق نے شیخ کے ساتھ ان کی داڑھی بھی اکھڑوا دی ــــ قاضی ضیاء الدین اعلیٰ پائے کے عالم اور فقیہ تھے۔ سلطان ممدوح نے انہیں تلنگانہ دکن میں جلاوطن کر دیا اور آخر میں ورنگل کی قضاۃ تفویض کر دی۔

۱۲۶۔ شیخ ضیاء الدین نخشبی

م ۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء

"الشیخ الفاضل العلامۃ" فضل و کمال و شہرۂ آفاق۔ درسیات شیخ شہاب الدین ہمروی سے پڑھیں اور طریقت کا درس حضرت فرید الدین ابن عبد العزیز بن حمید الدین ناگوری سے لیا جن کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔

حضرت شیخ نخشبی زہد و تقویٰ اور استقامت اور تبتل الی اللہ میں فرد تھے۔ دنیا اور اس کے متاع سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ طب و موسیقی، شعر و انشاء سے دل بستگی تھی۔ ان کی تصانیف یہ ہیں:۔

---

[۱] اخبار الاخیار (در متن)

(۱) شرح دعائے سریانی (۲) شرح قصیدہ فالطلبنی تجدنی (۳) طوطی نامہ ـــــ نصائح و حکمت میں نہایت عمدہ عبارت اور عجیب استفادات سے مرصع، نظم و نثر ہر دو سے آراستہ۔ تیس سال میں مکمل ہوئی۔

(۴) الکلیات والجزئیات ـــــ در طب مشتمل بر ادویات مفردہ۔ اس میں اشیاء مافی الباب کے اردو نام ہیں۔

(۵) سلک السلوک } فارسی۔ حلاوت کی چاشنی سے مملو ہیں۔
(۶) چہل نامہ }

(۷) عشرہ مبشرہ۔

نمونۂ اشعار

تخشبی خیسند و بازمانہ بساز ـــ ورنہ خود را نشانہ ساختن است
عاقلان زمانہ مے گویند ـــ عاقلی با زمانہ ساختن است!

۱۲۷۔ مولانا ظہیر الدین بھکری

"الشیخ الفاضل العلامۃ" ان کے معاصر میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا نحو، فقہ، لغت میں یگانۂ روزگار تھے۔ بے شمار افراد نے آپ سے پڑھا۔ جن میں شیخ شمس الدین محمد بن یحییٰ اودھی ہیں جنہوں نے فقہ و اصول فقہ دونوں میں آپ سے استفادہ کیا۔[۱]

۱۲۸۔ مولانا ظہیر الدین اعرج

"الشیخ العالم الکبیر" دہلی میں مسند علم آراستہ فرمائی۔ سلطان علاء الدین خلجی کبھی کبھی آپ کو اپنے دسترخوان پر شمولیت کے لیے تکلیف دیتا۔

۱۲۹۔ شیخ ظہیر الدین ظفر آبادی

"الشیخ الفاضل" ـــ الحسنی الواسطی، مشہور شاعر ـــ برسوں بادشاہوں کی مدح میں رطب اللسان رہنے کے بعد شہنشاہ دین حضرت نظام الدین دہلوی کی بیعت کا ربقہ حمائل کیا۔ تصانیف ہیں:-

---

[۱] برنی در بہتن

(۱) دیوان ـــ اور (۲) رموز المعانی ـــ (تصوف میں مفید) دو کتابیں ہیں۔
دہلی ہی میں آسودہ لحد ہوئے[۱]

۱۳۰۔ مولانا عالم بن العلا اندر پتی

م ۷۸۶ھ / ۱۳۸۴ء

الشیخ العالم الامام الکبیر " فرید الدین عالم حنفی، فقہ و اصولِ فقہ اور ادب عربی میں بے مثل
ان کے مؤلفات میں فتاویٰ تاتار خانیہ المسمّیٰ بہ زاد السفر ہے جو آپ نے ۷۷۷ھ میں مکمل فرمایا۔ یہ
انہوں نے امیر تاتار خاں کی خاطر سے لکھا اور انہی کے نام سے موسوم فرمایا۔ بادشاہ فیروز شاہ کا دور تھا۔
اس نے چاہا کہ اس کے نام سے موسوم کیا جائے۔ مگر مؤلف کو جو خلوص اول الذکر سے تھا۔ وہ مانع رہا[۲]
چلپی نے اپنی جامع الکتب کشف الظنون میں لکھا ہے کہ فتاویٰ تاتار خانیہ ضخیم کتاب ہے کئی مجلدات
ہیں :۔ (۱) المحیط البرہانی (۲) ذخیرہ (۳) خانیہ (۴) ظہیریہ ـــ ان میں صرف نمبر ایک کے
لیے "رمز " سے اشارہ کیا گیا ہے۔ اور ۲ تا ۴ کے لیے ان کے ناموں سے۔
اس کا پہلا باب علم پر مشتمل ہے جس کے بعد ترتیب میں ہدایہ کا تتبع ہے اور اس میں یہ بھی لکھا
ہے کہ مجھے اس کتاب کے لیے خان اعظم تاتار خان نے آمادہ کیا۔ لیکن تاتار خانیہ عنوانِ
کتاب مؤلف ہی کا مجوزہ نہیں۔ بلکہ انہوں نے تو صرف زاد المسافر سے موسوم کیا۔ بعد میں اول
الذکر نام مشہور ہو گیا۔

تلخیص زاد المسافر

بعد میں امام ابراہیم ابن محمد حلبی م ۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء نے اس کا ملخص کیا جس میں کثیر الوقوع مسائل جو کہ کتب
متداولہ میں نہ تھے وہ اور کچھ عجیب مسائل درج کیے اور ماخذ میں اصل کتابوں کے پورے نام لکھتے ہوئے
فرمایا کہ جہاں میں نے لفظ الخلاصہ لکھا ہے اس سے مراد کتاب شرح التہذیب ہے۔
لیکن زیادہ تر پابندی حوالہ میں انہوں نے صرف لفظ فتویٰ سے کی ہے۔ ایک اور موقع پر حلبی نے

---

[۱] تجلی نور (در متن)، [۲] گلزار ابرار (در متن)

مولف کی تاریخ وفات ۷۸۶ھ لکھ دیا ہے مگر یہ عدد ۲ اور ۷ کی تجنیس خطی کا نتیجہ ہے ورنہ ان کا سن ارتحال ۱۲۸۴ھ/۷۸۶ھ ہے۔

۱۳۱۔ مولانا عبد العزیز دہلوی

(دلعہد سلطان فیروز شاہ)

"الشیخ الامام" والد کا نام شمس بن بہاء النوری۔ ممتاز الافاضل تھے۔

علوم حکمیہ میں بھی انہوں نے کتابیں لکھیں۔ تاریخ فیروز شاہی کے نام سے تاریخ میں بھی ایک تصنیف ہے۔ دوسری کتاب ہے "، بار اِلہی سنکھتا الاتپل بہت ابن ماراہ مہر ___ یہ کتاب سنسکرت میں ۱۴ ابواب پر مشتمل ہے۔ جس کا ترجمہ فارسی میں ہے ۔اس میں سے ۸ ابواب جو نجوم کے متعلق تھے حذف کر دیے گئے۔ اور کسوف وخسوف وکائنات الجو، علامات بارش وقیافہ وفال وغیرہ پر نہایت اچھی بحثیں ہیں۔

اس کتاب کا حرف آغاز یہ ہے "لبعد از ادائے اطیب تحیات وافضل صلوات پوشیدہ نماند"۔

یہ کتاب سلطان فیروز شاہ کے عہد میں لکھی گئی اور نواب حبیب الرحمٰن شیروانی رئیس (ضلع علی گڑھ) کے کتب خانہ میں ہے۔

۱۳۲۔ شیخ عبد العزیز اردبیلی

"الشیخ العالم الفقیہہ المحدث" فقہ وحدیث میں فخر الاماثل تھے۔ دمشق میں امام ابن تیمیہ حرانی ___ (تقی الدین) اور برہان الدین ابن برکج وامام ذہبی (شمس الدین) وغیرہ سے اکتساب کیا اور زمانہ محمد تغلق بلبن میں ہندوستان تشریف لائے۔ بادشاہ نے ان کی بے حد تعظیم کی۔ ایک روز دوران ملاقات میں حدیث بیان کرتے ہوئے حضرت عباس ابن عبد المطلب ان کے فرزند حضرت عبد اللہ اور ان کے بعد سلاطین عباسیہ کا ذکر خیر آگیا تو سلطان نے مولانا عبد العزیز کی عباس کے ساتھ محبت کے اظہار پر ان کے دونوں قدموں کا بوسہ لیا تنکہ سے بھری ہوئی سینی منگوا کر اپنے ہاتھوں پر انڈیل دی اور فرمایا یہ سکے سب آپ کی نظر ہیں[1]

---

[1] ابن بطوطہ (در متن)

۱۳۳۔ شیخ عبدالعزیز دہلوی

"الشیخ الصالح" عزیز الدین عبدالعزیز ابن ابوبکر بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن الحسینی البخاری۔ یکے از مشائخ چشتیہ۔ شجرہ امام رضا سے ملتا ہے۔ مولد و منشا دہلی ہے۔ حضرت سلطان المشائخ سے فیض حاصل ہوا۔ ان کے والد حضرت ممدوح کے ہمشیرہ زاد تھے۔ ان کی ایک تالیف حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ جو بے حد لطیف ہے۔ علامہ کرمانی نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ مرشد ان سے بے حد محبت کرتے اور علم و عمل میں ان کا حوالہ بیان کرتے۔ انہوں نے قرآن مجید بھی حفظ کیا اور اپنے معاصر اساتذہ سے جملہ علوم و فنون بھی پڑھے۔ جو کچھ پڑھتے اس پر عمل کی کوشش بھی کرتے۔

۱۳۴۔ شیخ عبداللہ بن محمد دہلوی

م ۷۵۰ھ
۱۳۴۹ء

"الشیخ الفاضل الکبیر العلامۃ" لقب جمال الدین تھا اور نقرہ کار سے مشہور تھے۔ تصنیف ان کی العباب شرح اللباب نحو میں ہے جو ۷۳۵ھ میں سلطان غیاث الدین کی خاطر سے لکھی۔ یہ کتاب کتب خانہ خدابخش خاں شہر پٹنہ میں موجود ہے۔ ان کی دوسری کتاب شرح تنقیح الاصول مصنفہ صدر الشریعت عبداللہ بن مسعود المحبوبی ہے اور اس شرح پر شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبا حنفی م ۸۷۹ھ کا حاشیہ ہے۔ جیسا کہ چلپی نے کشف الظنون میں لکھا ہے۔

۱۳۵۔ قاضی عبداللہ بیانوی

"الشیخ الفاضل الکبیر" ممتاز الافاضل بیانہ میں ان کا درس جاری تھا سرکاری طور پر عہدہ قضاۃ پر بھی فائز تھے۔ شیخ دانیال ابن حسن العباسی العلوی ستر کی برس ۶۵ نے آپ سے پڑھا اور آپ کی دختر سے ستر کی کا نکاح ہوا۔

۱۳۶۔ مولانا عبدالکریم شیروانی

"الشیخ الفاضل العلامۃ" فقہ و اصول میں امام الوقت تھے۔ دہلی میں بزمانہ سلطان غیاث الدین تغلق درس جاری تھا۔ ان کے تلامذہ میں شیخ نصیر الدین محمود ابن یحییٰ الاودھی ہیں جنہوں نے ہدایہ اور اصول بزدوی تک

آپ سے پڑھا۔

۱۳۷- قاضی عبد المقتدر کندی

ابن محمود ابن سلیمان الشریحی الکندی القاضی منہاج الدین ابن القاضی رکن الدین تھانیسری دہلوی۔
"الشیخ الامام العالم الکبیر" تھانیسر میں پیدا ہوئے اور دہلی میں خیر و صلاح کے ساتھ نشوونما پائی۔ عربی زبان میں ملکہ حاصل کیا۔ ادب و انشا میں باکمال تھے۔ عربی شعروں پر نقد کرتے۔ شیخ شمس الدین محمد بن یحییٰ الاودھی کی خدمت میں ملازم رہے اور ان سے درسیات پڑھے۔ کشاف و بزدوی شیخ ممدوح اودھی سے پڑھے جن کی خدمت میں اکثر و بیشتر حاضری دیتے اور علمی مطالب حل کراتے۔ وہ علوم متعارفہ پر نہایت مستحسن طریقے سے گفتگو کرتے۔

تلامذہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور ان کے پوتے ابو الفتح عبد الحی بن عبد المقتدر اور بے شمار دوسرے افراد۔

عربی میں برجستہ اشعار کہتے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ان کا میمیہ قصیدہ ہے ؎

یا سائق ظعن فی الاسحار والاصل	سلم علی دار سلمی وابک ثم سل
عن الظباء التی من دأبها ابداً	صید الاسود بجفن الدل والخجل
وعن ملوک کرام قد مضوا قدداً	حتی یحبیک عنهم شاهد الطلل!
اضحت اذا البعدت عنها کواعبها	اطلالها مثل اجفان بلا مقل!
هذی فؤادی اعرابیة سکنت	مبلیاً من القلب معموراً بلا حول!
بخیلة بوصال المستهام بها!	والجود فی الخود مثل بخل فی الرجل
کانما ظبیة لکن بینهما	فرقاً جلیلاً العظم الساق والکفل!
خیالها عند من یهوی زیارتها!	احلی من الامن عند الخائف الوجل
کیف السبیل الیها العد ان حفظت!	بالبیض والسمر فی اعلی ذری الجبل
طرقتها فجاة واللیل فی حذل!	والذئب فی کسل والقوم فی شغل
قالت لک الویل هلا خفت من اسد	له براثن کالعسالة الذبل
فقلت انی ملیک صیده اسد	وصید غیری من ظبی ومن وعل
قالت فما تبتغی لا امنح قلت لها!	کلا فانی عفیف القول والعمل
وانی رجل من معشر سبحوا!	ذیل التبتل والتقوی علی زحل

لا یطمعون ولکن کان دیدنہم　　اعطاء ما ملکوا کالعارض الھطل

اسد اذا سخطوا افنوا عدوہم　　قوم اذا فرحوا اعطوا بلا امل

ما قال قائلہم لو ما لو اتحدھم　　لو کنت من مازن لم تستبح ابلی

یا طالب الجاہ فی الدنیا تکون غدا　　علی شفا حفرۃ النیران والشعل

یا طالب العز فی العقبی بلا عمل!　　ھل تدخل فیہا بکثرۃ الامل

یا ایہا الطفل انت الطفل فی امل　　وشمس عمرک قد مالت الی الطفل

یا من تطاول فی البنیان معتمداً　　علی القصور وخفض العیش والطول

لانت فی غفلۃ والموت فی اثر　　لیعدو وفی یدہ مستحکم الطول!

واقنع من العیش بالادنی وکن ملکا　　ان قناعۃ کنز عنک لم یزل!

ثم اغتنم فرصۃ من قبل ان ضعفت　　قواک من سطوۃ الامراض والعلل

ولا تکن لمزید الرزق مضطرما　　واقنع بما قسم القسام فی الازل

لا تغترر انت فی الدنیا فان بہا!　　من عزیز فکن منہا علی وجل!

الحالۃ احلت کالھو ماولدت　　حبالۃ قتلت من جاد بالحیل!

ولا مناص من اللہ العزیز وان　　فررت منہ الی اللہ اماء والقلل

یا ایہا الناس ان العمر فی سفر　　وان او جاتکم واللہ کالطلسل!

ان المنایا بلا شک لآتیہ　　وانتم فی المنی والمین والکسل

للہ در فقیر ما لک ابدا　　وذی خصاص لفضل اللہ مکتفل

ولیس یکن فخرہ الا العزۃ من　　اعیی الاعاجم والاعراب بالدول

محمد خیر خلق اللہ قاطبۃ　　ھو الذی جل عن مثل وعن خلل

لہ المزایا بلا نقص ولا شبہ　　لہ العطایا بلا من ولا بدل

لہ المکارم ابھی من نجوم دجی　　لہ العزائم امضی من قنا البطل

لہ الفضائل اجدی من عصا کسرت　　لہ الشمائل احلی من جنی النحل

لہ الجمال اذا ما الشمس قد نظرت　　الیہ قالت الا یا لیت ذلک لی

النصر قادمه والفتح خادمه — کلاهما عن حماه غیر مرتحل!

یا اعظم الناس من حاج ومعتمر — واکرم الخلق من حاف ومنتعل

اتیتنا بکتاب جل منفحة — وجئتنا بسبیل ناسخ السبل

بعثت بالملة البیضاء راسخة — عفا بها سائر الادیان والملل!

افحمت کل بلیغ بالکتاب کما — جادلت بالسیف اهل الجد والجدل

اضحی طلوعك بالشمس الضحی ابداً — وقد غنیت عن المیزان والحمل

ام التمنی اذا جاءتك سائلة — ارجعتها وهی فی عقر مع الحمل

فذاك اکثره لاینتهی ابداً — لکن ارجاه اندی من ندی السبل

وعرفت طیبك للکفار صائرة — مسیرة الشهر مثل الورد للجعل

لعیك الغریاق فضلهم ابداً — وفضل امتك المزهر لم یزل

واهل بیتك فینا رحمة نزلت — اهل الطهارة عن رجس وعن دجل

یا سید المرسلین المکرمین ارم — شفاعة لعبید ضارع وجل

ترجمہ:- اے صبح وشام کے دھندلکوں میں صحیح نشانے پر تیر لگانے والے اسلامی کجچ وار سلمی پر اور آنسو بہا! پھر تو باخبر ہو ان ہرنیوں کے متعلق جن کی عادت شیروں کا شکار کرنا ہے ـــــ اور پوچھ تو ان شاہان بزرگ کے متعلق جو صدیوں سے گذر چکے ہیں یہاں تک کہ تجھے جواب دے پہاڑی معشوقہ۔
ـــــ چاشت کا وقت ہو گیا جب دور ہوا تو اس سے اور اس کے ابھار مانند بلکہ بے مثل ہیں۔
ـــــ قربان ہو میرا دل اس زن بدویہ پر جو مقیم ہے دل کے گھر میں ـــــ وہ محبوبہ جو اپنے وصال کا حصہ دینے میں بہت بخیل ہے سخاوت کسی حسین کے لیے اتنی ہی معیوب ہے جتنا کہ بخل مرد جوان کے لیے ـــــ گویا وہ (محبوبہ) ایک ہرنی ہے لیکن ہرنی اور اس میں بہت بڑا فرق ہے۔ کولھوں اور پنڈلی کی ہڈیوں کی وجہ سے ـــــ اس کا تصور اس شخص کے لیے جو اس کے دیدار کا خواہاں ہے، زیادہ شیریں ہے ایک بزدل ڈرے ہوئے آدمی کے لیے امن سے ـــــ کیا ذریعہ ہے اس تک رسائی کا جب کہ محفوظ کر دی گئی ہیں سپید وسیہ سے پہاڑی چوٹیاں ـــــ ایک شب اچانک میں اس تک جا پہنچا۔ رات تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی اور بھیڑیا تھکا ماندہ تھا اور بستی

تاڑنوشی میں مصروف تھے ــــ محبوبہ نے مجھ سے کیا۔ ارے تیرا ناس جائے۔ تجھے شیر سے بھی ڈرنہ لگا جس کے دانت نیزے کی انی جیسے تیز ہیں۔ ــــ میں نے اس سے کہا کہ میں تو اس کا غلام ہوں۔ جس کا شکار شیر ہے اور میرا سوا کسی ہرن کے شکار کرنا اسے گوارا نہیں ــــ اس نے کہا کہ جو تو چاہتا ہے اس کی راہ میں کوئی مانع نہیں۔ میں نے کہا، مجھے کوئی خواہش نہیں۔ میں تو قول و عمل میں بڑا پاک باز ہے ــــ میں ایسا شخص ہوں جس کا متعلق اس گروہ سے ہے جنہوں نے تقویٰ اور پاک بازی کے دامن زحل کو ڈھانک رکھا ہے ــــ انہیں کسی شے کی خواہش ہے نہ طمع ہے لیکن ان کی عادت میں کے ہے اپنی ہر ملکیت دوسروں کو دے دیتا ہے۔ جب خفا ہو جائیں تو غصے میں اپنے دشمنوں کو ملیا میٹ کر دیں، وہ ایسا گروہ ہے کہ خوشی کے عالم میں اپنا سب کچھ لٹا دیتے ہیں ــــ ایک شخص نے ایک روز ان کے ایک فرد سے کہا بہتر تھا کہ تم میرے اونٹ کو مباح نہ سمجھ لیتے ــــ اے دنیاوی جاہ و عظمت کے خواستگار، کل تو شعلے والی آگ کے گڑھے کے کنارے پر ہوگا ــــ اسے آخرت میں بلا عمل عزت حاصل کرنے کے خواہش مند! کیا تجھے اس بارے میں طولِ امل فائدہ پہنچا سکتی ہے؟ ــــ اے نوعمر بچے! تو اپنی آرزوؤں میں کبھی بچہ ہی ہے۔ حالانکہ تیری عمر کا سورج ڈھل گیا ہے ــــ اے وہ جس نے بہت وسیع محلوں میں عمدہ ستون بنا کر فراخی حاصل کر لی ہے اور آرام و راحت کو پڑاؤ کر دیا ہے۔ مبتلا ہے تو غفلت میں اور موت تیرے تعاقب میں ہے ــــ اس کے ہاتھ میں مستحکم اور طویل نیزہ ہے۔ دنیاوی تعیش سے فارغ ہو جا اور بادشاہ بن جا کیونکہ قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی زوال پذیر نہیں ہوتا ــــ پھر فرصت کو غنیمت سمجھ اس سے پہلے کہ تیرے قویٰ امراض سے کمزور ہو جائیں۔ ــــ اور نہ ہو جا تو رزق کی زیادتی کے لیے وقف۔ بلکہ قناعت کر اس پر جو قسّام ازل نے تیرے حصے میں دے دیا ہے ــــ اور یہ غرور نہ کر۔ دنیا جب کسی کو عزت دیتی ہے تو تجھے اس کی طرف سے خطرے کا اندیشہ رہنا چاہیے ــــ جس نے بلی کی مانند اپنے ہی نومولود کو کھا لیا۔ یہ کیسی حرافہ ہے جو اس کے پاس پہنچ گیا اس کو مکر و فریب سے قتل کر دیتی ہے ــــ اور کوئی جائے پناہ نہیں، اللہ عزیز ہے

اگرچہ تو اس سے بھاگ کر چڑھ جائے پہاڑ کی چوٹی یا اس کی کسی غار میں چھپ جائے ——— اے لوگو! عمر مسلسل ایک سفر ہے اور تمہارے اوقات اور ذات باری کا معاملہ آپس میں سائے کا سا ہے جو غروب آفتاب کے قریب بڑا ہو جاتا ہے! ——— موت بغیر شک و شبہ کے آئے گی اور ختم ہو گئے جہاں آرزوئیں۔ تکان اور کسل کے درمیان ——— اور نہیں ہے فخر مگر اس شخص کی عزت و وقار سے کہ جس نے عاجز کر دیا عرب و عجم کی حکومتوں کو ——— وہ ذات محمد کی ہے جو مخلوق میں سب سے برگزیدہ ہے بلا شک و شبہ وہی ذات ہے جو اپنے معاصر و اعیان سے برتر ہے ——— انہی کے خصائل ہیں جن کے اندر نہ کوئی خامی ہے اور نہ کسی شک و شبہ کی گنجائش ہے اس کی نوازشات کی نہ تو مکافات ہے اور نہ احسان جتانا اس کا دستور ——— اس کے اوصاف شب تاریک کے تاروں سے روشن اور اس کے عزائم موتی ہیں جوہری کی تلوار سے ——— اور اس کے فضائل عاصا سے زیادہ مستحکم ہیں اور اس کی عادات شہد سے شیریں اور اس کا جمال جب سورج پر نظر ڈالتا ہے تو حسرت سے کہتا ہے کاش یہ جمال میرے حصے میں آتا ——— خدا کی مدد اس کی پلیش رو ہے اور فتح اس کی خادم۔ یہ دونوں اس کی حفاظت اور پنا سے محروم نہیں ——— اے ان تمام لوگوں سے برتر جنہوں نے حج یا عمرہ کیا اور تمام ان لوگوں سے فائق جو ننگے پیر یا پہن کر چلتے ہیں ——— لایا تو ہمارے لیے ایک ایسی کتاب جس کا نفع بہت زیادہ ہے اور تو نے ہمیں ایسا مذہب عطا کیا جو تمام مذاہب کا ناسخ ہے ——— بھیجا گیا ہے تو ملت بیضا کی طرف جو کہ پختہ ہے اور مٹ گئے اس کی وجہ سے تمام ادیان و اقوام ——— گونگا ہو گیا ہر فصیح اور بلیغ اس کتاب کے مقابلے میں جب تو نے مقابلہ کیا طاقتور اور جنگجو لوگوں سے ——— تیرا ظہور ہمیشہ آفتاب نصف النہار کی مانند رہا اور تو برج میزان اور حمل سے بے نیاز ہو گیا ——— آرزو اور تمنا کی ماں جب تیرے پاس سائلہ ہو کر آئی تو تو نے اسے لوٹایا اس حالت میں کہ وہ حاملہ ہونے کے باوجود عقیم تھی ——— تیری سخاوت ایسی ہے جو ختم نہیں ہوتی۔ اس سخاوت کا کم از کم حصہ زیادہ رواں ہے راستوں کی یکسانی سے ——— تیرا عرف منکروں کو نابینا کرنے والا ہے ——— تیرے مبارک اور منور ساتھی جن کی فضیلت ہمیشہ مسلم رہے گی اور نہ کبھی تیری امت کی بزرگی ختم ہو گی۔ اور تیرے اہل بیت ہمارے لیے رحمت ہیں جو خدا کی طرف سے رجس اور غلاظت سے پاک کرنے والے ہیں ——— یا سید المرسلین بکرمین! اپنی شفاعت کو عام رکھیو۔ اپنے اس غلام کے لیے جو میدان میں گر چکا ہے اور جس کے رخسار گرد آلودہ ہو چکے ہیں ——— کیا میں اس کا ذکر کروں یا ذکر سے مجھے بچا لیا ہے تمہاری حیا نے تمہاری حیا اس کے ذکر سے زیادہ حسین ہے ——— پس جلدی کر اس شخص کے لیے جو آیا ہے تیرے محل میں ملاقاتی بن کر اس کے قرض کی ادائیگی میں۔ اس لیے کہ اس کا قرض خواہ مطالبے میں بہت جلدی کر رہا ہے۔

۱۳۸۔ شیخ عثمان ابن داود ملتانی

م ۷۳۶ھ
۱۳۳۵ء

الشیخ الصالح المعمر العمری۔ فرقہ چشتیہ کے بزرگ ہیں۔ طریقت حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی سے حاصل کی۔ ایک مدت تک ممدوح کے ملازم رہے۔ اور زیارۃ حرمین کے لیے شد رحال فرمایا۔ دہلی واپس آئے تو پیر و مرشد سے جمعہ کے روز ملاقات کی جو ایک گونہ خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ یہ ملاقات جامع مسجد میں ہوئی۔

شیخ نے فرمایا:-

جو شخص حج بیت اللہ سے شرف یاب ہو۔ اسے مناسک حج ادا کرنے کے بعد از سر نو زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کر کے اسی لمحہ مدینہ منورہ روانہ ہو جانا چاہیے۔

شیخ عثمان یہ سننے کے بعد الٹے پاؤں مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور زیارۃ کے بعد دہلی واپس لوٹے۔

جب محمد تغلق نے دہلی کے تمام باشندوں کو ہانک کر دولت آباد بھجوا دیا تو ممدوح گجرات چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ آپ عالم کبیر تھے۔ فقہ، اصول فقہ اور تصوف ہر ایک کے اندر بلوغ نظر حاصل تھا۔ مندرجہ ذیل کتابیں حفظ کرتے رہے۔

ہدایہ، بزدوی، قوت القلوب ابوطالب مکی۔ احیاء العلوم غزالی۔

۷۲۴ھ میں حضرت سلطان المشائخ نے اپنے جن دس خلیفوں کو ارشاد و تلقین کا اجازہ مرحمت فرمایا۔ شیخ ممدوح ان میں سے تھے۔ گجرات میں داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیں آسودۂ لحد ہوئے[1]

---

[1] البحر الزخار (در متن)

۱۳۹۔ شیخ سراج الدین عثمان اودھی

م ۷۵۸ھ / ۱۳۵۶ء

"الشیخ العارف الکبیر" سالک راہ طریقت عنفوان شباب میں دہلی وارد ہوئے اور حضرت نظام الدین اولیاء کی بیعت سے السلاک نصیب ہوا۔ حسن صورت اور سیرت ہر دو سے بہرہ مند لیکن فضائل علم سے عاری تھے جس پر مرشد نے افسوس کے لہجے میں فرمایا کہ شیخ جاہل شیطان کا کھلونا بن جاتا ہے۔ اس پر مولانا فخر الدین زرادی (۱۸۱) آپ کے پڑھانے پر متوجہ ہو گئے۔ ان کے لیے صرف میں کتابچہ لکھا۔ اس کا نام عثمانیہ رکھا اور مولانا جب تک غیاث پور میں رہے کبھی ان کی طرف سے غفلت نہ ہوتی۔ ان کے بعد عثمان صاحب شیخ رکن الدین اندرپتی ۸۷ کے حضور زانوئے ادب تہ کیا۔ ان سے کافیہ مفصل اور قدوری و مجمع البحرین پڑھا۔

اپنے شیخ حضرت سلطان الاولیاء کی رحلت کے بعد ۳ سال تک پڑھتے رہے یہاں تک کہ تمام علوم میں ملکہ حاصل ہو گیا۔ اب تدریس و فتویٰ دینے لگے۔

آخر میں دہلی سے بنگال تشریف لے گئے۔ وہ فقر میں اس درجے پر آ پہنچے جس سے اوپر کوئی درجہ نہیں۔ ان کے مریدوں کی تعداد شمار سے باہر ہو گئی۔ ہندوستان کے ہر خطے کے اندر ان کے مرید تھے۔ لوگ صاحب ترجمہ کی قرأت کو مغتنمات سے سمجھتے اور ان سے تبرک حاصل کرتے۔

۱۴۰۔ قاضی فخر الدین عثمان ملیباری

م ۷۳۸ھ / ۱۳۳۷ء

"الشیخ الفاضل الکبیر" فقہ و اصول فقہ میں ممتاز اور کالی کٹ میں قاضی تھے۔ ابن بطوطہ نے ان سے ملاقات کی۔

۱۴۱۔ شیخ عثمان بن منہاج سناعی

"الشیخ الصالح" ان کے دادا قاضی حمید الدین اپنے دور کے ممتاز شیوخ سے تھے۔
شیخ عثمان کا مولد و منشا سنام ہے۔ بلوغ حاصل ہوا تو تلاش رزق میں دہلی تشریف لائے۔
یہاں حضرت ابوالفتح رکن الدین ملتانی سے نیاز حاصل ہوا۔ تو ان کے ملازم ہو گئے۔ حتیٰ کہ ان
کے ہمراہ ملتان چلے آئے۔ جہاں قرآن مجید حفظ کیا اور اپنے دور کے اساتذۂ علم و فن سے درسیات
پڑھیں۔ شیخ رکن الدین ممدوح سے عوارف کا درس لینے کے بعد حرمین شریفین کا قصد فرمایا اور
حج و زیارت کے دوران میں ۳۔ سال تک حجاز میں قیام رہا اور ملتان لوٹ آئے۔ تب شیخ رکن الدین
نے انہیں خلافت تفویض کرنے کے بعد شہنشاہِ دین حضرت نظام الدین اولیاء کے حضور حاضری
کا حکم دیا۔ جن کے فیضان سے حال و وجد کی عطا نصیب ہوئی۔ سماع سے بھی دل بستگی ہو گئی۔[1]

۱۴۲۔ شیخ عز الدین زبیری

"الشیخ العالم الفقیہ" فقہ و اصول فقہ میں فخر الاماثل تھے۔ ابن بطوطہ نے ان سے چندیری
میں ملاقات کی۔ اس عرصہ میں آپ امیر عز الدین کے ہاں مقیم تھے جو ان کی بے حد تعظیم
کرتے تھے۔

۱۴۳۔ امیر عز الدین بتانی

م ۷۴۱ھ
۱۳۴۹ء

المعروف بہ اعظم ملک۔ مالوہ کے اندر امیر الامراء ـــــ اور چندیری میں سکونت تھی۔

---

[1] طبقات الحسامیہ بحوالہ خزینۃ الاصفیا (د۔ن)

ابن بطوطہ نے ان سے ملاقات کے بعد ان کے حالات لکھے ہیں۔ بہت نیک اور علوم سے بھی آشنا تھے۔ ان کی مجلس میں علماء جمع ہوتے۔ خصوصاً فقیہہ عزالدین زبیری (۱۴۲/۱)، فقیہہ وجیہہ الدین بیانوی۔ فقیہہ قاضی خاصہ اور ان کا امام شمس الدین۔ امیر ممدوح صرف جمعہ کے روز دولت کدہ سے نکلتے اور اس دن کے علاوہ شاذ و نادر؛

۱۴۴۔ شیخ عزیز الدین دہلوی

"الشیخ الصالح الصوفی" حضرت بابا شکر گنج کے نواسے۔ علوم قاضی محی الدین کاشانی سے پڑھے۔ تربیت حضرت نظام المشائخ صاحب سے حاصل ہوئی۔ اور انہی کی بیعت کا ربقہ گردن میں حمائل کیا۔

تصنیف

تحفتہ الابرار و کرامت الاخیار ہے۔ نہایت لطیف جس میں اپنے شیخ حضرت نظام المشائخ کے ملفوظات جمع کیے[1] ان کی وفات دہلی میں ۷۴۱ھ میں ہوئی[2]

۱۴۵۔ مولانا عضد الدین دہلوی

(بعہد سلطان محمد تغلق)

"الشیخ الفاضل العلامہ" منطق و فلسفہ میں درجۂ کمال حاصل تھا۔ سلطان محمد تغلق نے ولی عہدی کے زمانے میں آپ سے پڑھا۔ اور بادشاہ مقرر ہونے کے بعد ۴ ہزار تنکہ خدمت میں پیش کیے۔

---

[1] سیر الاولیاء (در متن)   [2] خزینتہ الاصفیاء در متن

۱۴۶۔ مولانا عفیف الدین کاشانی

"الشیخ العالم الفقیہ" بزرگی اور پرہیزگاری میں معروف تھے۔ دہلی میں بادشاہ محمد تغلق نے انہیں قتل کرا دیا۔ یہ قصہ ابن بطوطہ نے اپنی کتاب میں قلم بند کیا ہے۔

"اسی سال میں قحط پڑ گیا اور سلطان نے شہر سے باہر آب پاشی کے لیے کلاب کھودنے کا حکم دیا۔ تاکہ زراعت میں ترقی ہو۔ لوگوں کو تخم ریزی کے لیے غلہ اور دوسرا سامانِ زراعت دیا۔

یہ واقعہ صاحبِ ترجمہ مولانا عفیف الدین نے سنا تو کہا کہ اس قسم کی کاشت کاری سے کوئی مقصد حاصل نہ ہوگا۔ چغل خوروں نے بادشاہ تک یہ بات پہنچا دی۔ مولانا کو طلب کر کے تغلق نے پوچھا "آپ نے بادشاہی امور میں کیوں دخل دیا" اور کچھ مدت جلس میں رکھنے کے بعد رہا کر دیا۔ مولانا محبس سے نکل کر جا رہے تھے تو راستے میں ان کے دو شناسا افراد مل گئے۔ انہوں نے دیکھ کر فرمایا "شکر ہے اس خدا کا جس نے آپ کو قید سے نجات دلائی" مولانا نے فرمایا: "الحمد للہ الذی نجانا من القوم الظالمین" (شکر ہے اس ذات کا جس نے ہمیں ظالم قوم سے رہائی دلوائی) اور تینوں صاحبوں نے اپنی اپنی راہ پکڑی۔ مگر ان میں سے ابھی کوئی اپنے گھر تک نہ پہنچا تھا کہ تغلق کو یہ بات پہنچ گئی۔ اور ہر سہ افراد گرفتار ہو کر دربار میں پیش ہوگئے۔ تغلق نے مولانا کے لیے یہ حکم نافذ کیا کہ ان کے دونوں ہاتھ گردن سے باندھ کر سر قلم کر دیا جائے۔ اور سینے کا تھوڑا سا حصہ بھی الگ کر دیا جائے۔ اور ان دونوں کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ انہوں نے یہ حکم سن کر کہا۔ مولانا تو اس سزا کے مستحق ہوں گے۔ مگر ہمارا کیا قصور ہے۔ تغلق نے کہا تم نے ان سے سنا اور جواب نہ دیا...... گویا تم بھی ان کے موافق تھے۔ اور وہ دونوں بھی قتل کر دیے گئے۔

۱۴۷۔ شیخ علاؤ الدین اَنَدھی

۹ ربیع الثانی ۷۷۶ھ / ۱۳۷۵ء

"الشیخ العالم الفقیہ ــــ زاہد اور ــــ صلاح میں مشہور۔ شیخ معین الدین عمرانی سے پڑھا۔ اور طریقت میں شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے فائز المرام ہوئے۔ خرقۂ خلافت عطا ہونے کے بعد شیخ محمد بن یوسف الحسینی الدہلوی کے ہمراہ دکن روانہ ہوئے۔ قریہ اَلَند نواح گلبرگہ میں طرح اقامت ڈال دی۔ مدتوں شیخ موصوف کے ملازم رہے۔ شیخ سعید الکنہائی (م ۷۷۱ھ / ۱۳۶۹ء ماہِ رجب) نے ان سے اکتساب طریقت کیا۔ ان کی قبر پر بادشاہوں نے عالیشان قبے تعمیر کرلئے۔

۱۴۸۔ شیخ علاؤ الدین الاودھی

م ۷۶۴ھ / ۱۳۶۲ء

"الشیخ الفاضل العلامۃ ــــ المشہور بہ نیلی۔ بڑے مشایخ میں سے تھے۔ درسیات شیخ الاسلام فرید الدین شافعی اودھی اور دوسرے علماء سے پڑھے۔ حتیٰ کہ تدریس و فتویٰ دہی کے مقام پر آپہنچے۔

اور طریقت میں حضرت سلطان الاولیاء سے مستفیض ہونے کے ساتھ دہلی میں طرح اقامت ڈال دی۔ درس و تدریس اب بھی جاری تھا۔ بڑے پارسا زاہد اور مستقیم فی الدین تھے۔ اطاعت پر طبعی میلان تھا۔ تدریس پر کسی قسم کا معاوضہ یا تحفہ قبول نہ فرماتے۔ نہ کسی سعادت مند کی بیعت لیتے۔ اس پر فرماتے کہ اگر میرے مرشد زندہ ہوتے تو میں خلافت انہیں لوٹا کر عرض کرتا کہ میں اس امانت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔" بایں ہمہ اپنے مرشد کے اتباع زہد و تقویٰ اور عزیمت میں ہمیشہ سرگرم رہتے۔

نیز ان کے ملفوظات فوائد الفواد کا مطالعہ جاری رکھتے [۱]

ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ آپ ہر جمعہ میں وعظ فرماتے۔ بے شمار لوگ توبہ کر کے محلوق ہوتے (صوفیا میں سر کے بال منڈوا دینا محلوق ہے اور یہ بیعت کا مقدمہ ہے) ان پر وجد طاری ہو جاتا اور غش کھا کر گر پڑتے۔ یہ منظر میں نے اپنی آنکھ سے دیکھے۔ ایک مجلس میں قاری نے آیت ——— (یا ایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شئی عظیم۔ یوم ترونھا تذھل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملھا وتری الناس سکاری وما ھم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید) [۲]

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو اور یاد رکھو کہ قیامت کا زلزلہ نہایت ہولناک ہے۔ اور وہ ایسا دن ہو گا جس میں اے شخص تو بھی دیکھے گا کہ ماں اپنے گود کے بچے کو بھول جائے گی اور زنِ حاملہ اپنے پیٹ کے بچے کو گرا دے گی اور تمام مخلوق جیسے مدہوش ہے۔ اگرچہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ خوف سے ان کی یہ حالت ہو گی کیونکہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

یہ آیت سن کر ایک کونے سے کسی نے زور سے چیخ ماری۔ پھر دوسری چیخ ماری اور جاں بحق ہو گیا۔ میں (ابن بطوطہ) بھی نماز یوں میں تھا۔ اور اس کا جنازہ بھی پڑھا۔

---

[۱] سیر الاولیاء (در متن)

۱۴۹۔ الامیر علاؤ الدین برنی

(دلعہد سلطان علاء الدین خلجی)

الامیر الکبیر علاء الدین علاء الملک ابن باربیگ برلاس۔ عزیمت میں معروف لوگوں میں تھا اور سیاست و فضائل اور دانش میں پختہ، وہ قاضی ضیاء الدین برنی مؤلف تاریخ فیروز شاہی کے عم بزرگوار تھے۔ سلطان محمود نے انہیں ۶۹۶ھ/۱۲۹۶ء میں کڑہ اور اودھ کے پرگنہ کا سربراہ مقرر کیا۔ کچھ عرصہ بعد وہاں سے ہٹا کر شہر دہلی میں اسی منصب پر تعینات فرما دیا۔ اس دور میں دہلی کی شہری منزلت اس درجہ پر تھی کہ سلطان ہی اس عہدہ پر کسی کو مامور کر سکتا تھا۔ ایسا شخص محافظ شہر اور خزائن سرکاری کا نگہبان بھی ہونا ضروری تھا۔ اس امیر کا لقب علاء الملک تھا اور یہ علم و فراست اور دبدبہ، سخاوت اور تدین میں مشہور تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب سلطان علاء الدین کا فتوحات کی کثرت سے دماغ آسمان پر جا پہنچا تو اس نے اپنے درباریوں پر دو مسئلے پیش کیے

۱۔ کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت مرتب کی۔ اسی طرح میں بھی شریعت مدون کروں تاکہ میرا نام قیامت تک رہے۔

۲۔ جس طرح سکندر اعظم نے ایک دنیا کو فتح کر لیا اور جب وہ اس ارادے کے لیے نکلا۔ تو اپنے وزیر کو اپنا نائب مقرر کر کے نکلا۔ اسی طرح میں اپنی بادشاہت پر اپنے کسی خواص کو اپنا نائب مقرر کروں اور دنیا جہان فتح کر کے نام حاصل کر لوں؟

مگر امرائے دربار بادشاہ کے خوف سے خاموشی کے سوا کچھ نہ کہتے۔

یہاں تک کہ ایک روز بادشاہ نے علاء الملک (صاحب تذکرہ) سے برسر دربار اس بارے میں مشورہ طلب کیا تو علاء الملک کچھ دیر تک سر نیچے کیے بیٹھا رہا۔ اپنا یہ جائزہ لیا کہ میں تو کبرسنی کی وجہ سے گور کے کنارے بیٹھا ہوں مجھے سلطان سے ڈرنے کی بجائے صاف اور سچی بات کہہ دینی چاہیے۔ ورنہ شہادت کی موت بہی۔

ندیم بوصف رندان وھوچیہ باد اباد

علاء الملک نے حضور میں اور قریب آکر عرض کیا۔ اگر میرا جواب دینا ضروری ہے تو ذرا دیر کے لیے تخلیہ ہونا چاہیے۔ دربار خالی ہونے کے وقت علاء الملک نے ادب کے طور پر زمین کا بوسہ لے کر عرض کیا۔

۱:۔۔۔ میں بے بوڑھا ہو گیا ہوں۔ ضعف نے میرے وجود کا تمام کس بل نکال دیا ہے۔ اگر میں جواب میں اصابت پر رہا تو یہ اللہ سبحانہٗ کا انعام ہوگا۔ اور اگر غلط بات کر دوں تو آپ میری کبرسنی اور اختلال دماغ کی وجہ سے مجھے معاف فرما دیجیے گا۔۔۔ اور عرض کیا کہ شریعت کا تعلق انبیاء سے اور انبیاء کا تعلق وحی سے ہے ۔۔۔ دین تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مکمل ہو گیا تھا اور سلسلہ نبوت بھی ختم ہو گیا تھا۔ اس لیے آنحضرت کے بعد کسی قسم کی شریعت جدید کی ترتیب نہ درست ہے۔ نہ آپ کے یہ شایان ہے کہ اس بارے میں زبان پر کوئی بات لائیں اگر لوگوں نے یہ بات سن لی تو آپ سے متنفر ہو کر فتنہ و فساد پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور قتل و غارت عام ہو جائے گا۔

۲:۔۔۔ دوسری بات تو یہ بادشاہ کے عزم و علو ہمت پر دلالت کرتی ہے اور بادشاہ کو اسے اپنے مقاصد میں شامل رکھنا چاہیے لیکن بادشاہ کو اس معاملہ میں کچھ غور بھی کرنا چاہیے۔

میں یہ نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اپنی عدم موجودگی میں کس کو ہندوستان میں اپنا نائب مقرر فرمائیں گے جو اپنا ذمہ پورا کر سکے

اور جب سلطان واپس دار السلطنت میں آنے کا ارادہ کریں تو وہ بدعہدی نہ کرے ۔ اور ایسا کون نائب ہے جو ارسطاطالیس کی مانند اسکندر کی تبلیغ ۳۷ سال تک دار السلطنت میں نیابت کر سکے ۔

یہ سن کر بادشاہ نے کہا تو مجھے کیا کرنا چاہیے ۔

علاؤ الملک نے کہا کہ آپ کے لیے سب سے پہلی مہم یہ ہے کہ ہندوستان کے جنوبی شہروں میں سے بیجاپور اور چندیری سے لے کر سمندر تک فتح کرتے ہوئے جا پہنچیں اور دہلی سے شمال کی طرف ملتان و کابل تک کو اپنے زیر نگیں کر لیں کیونکہ یہی خطے ڈاکوؤں اور مفسدوں کا ملجا ہیں ۔ اگر آپ ان پر قابض ہو جائیں تو ہندوستان امن اور اطمینان سے بہرہ مند ہو جائے ۔ دوسری کوشش اپنی سلطنت کی سرحدوں کو فتنۂ تاتار سے روکنے کے لیے مضبوط کرنا چاہیے ۔ وہ ہندوستان میں آنے کا طمع تو کر رہے ہیں اور اپنے لیے کسی فرصت کے انتظار میں ہیں ۔ اگر ایسا ہوا تو قتل و غارت ان کا مشغلہ ہی ہے ۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ بادشاہ سلامت نے اپنے لشکر کسی اور طرف بھیجے ہوئے ہوں ۔ اور خطرہ اپنے پاؤں جما کر رہے ۔

۳:--- تیسری بات یہ ہے کہ آپ شراب نوشی اور عیش و عشرت چھوڑ دیں ---!

بادشاہ نے یہ سن کر بہت اثر قبول کیا اور علاء الدین کو انعامات سے مالا مال کر دیا۔[1]

[1] (برنی در متن)

۱۵۰۔ شیخ علاؤالدین السندیلوی

"الشیخ الصالح الفقیہ" ـــ اولیائے سالکین و عبادت گذار میں سے تھے۔ اودھ کی سرزمین میں شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے طریقت کا درس لیا۔ برسوں ان کی صحبت میں دہلی رہے اور علم و معرفت سے وافر حصہ لیا۔ شیخ نے ان کو اپنی خلافت عطا فرما کر سندیلہ بھجوا دیا۔ یہاں انہوں نے بود و باش اختیار کر لیا۔

ممدوح بڑے صالح، محتاط، متدین، متوکل اور صاحب کرامات تھے۔ سندیلہ ہی میں ان کی قبر ہے[1]

۱۵۱۔ شیخ علاؤالدین ملتانی

م ۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ء

"الشیخ الصالح" ـــ علمائے حق شناس میں ممتاز۔ طریقت میں شیخ صدر الدین محمد عارف ملتانی سے مستفیض اور برسوں ان کی خدمت میں ملازمت کا شرف حاصل رہا۔ عالم اجل ہونے کے ساتھ زاہد و متقی بھی تھے[2]

۱۵۲۔ شیخ علاؤالدین کنتوری

(بعہد سلطان محمد تغلق)

"الشیخ الکبیر" ـــ علاء الدین ابن اعز الدین بن شرف الدین الحسینی الموسوی الکنتوری۔ دعوت و ارشاد اور علم غربیہ میں معروف۔ محمد تغلق نے انہیں دہلی بلا کر اپنے پاس رہنے پر اصرار

---

[1] البحر الزخار (در متن)　[2] خزینۃ الاصفیاء (در متن)

کیا تو اپنے دونوں بیٹوں عزالدین اور جمال الدین کو اس کے زیر سایہ چھوڑ کر واپس کنتور تشریف لے گئے۔ مگر سلطان محمد تغلق نے اعزالدین کا خون مباح کر لیا اور جمال الدین کچھ عرصہ تک دہلی رہ کر کنتور تشریف لے گئے۔ یہ صاحب شیخ نصیرالدین محمود بن یحییٰ اودھی کے مرید تھے۔ کنتور میں اپنے والد کے قائم مقام قرار پائے[1]

۱۵۳۔ سید علاء الدین علی بن محمد دہلوی

"السید الشریف"[2]

۱۵۴۔ مولانا علاء الدین حنفی دہلوی

(لعہد سلطان علاء الدین)

"صدر الشریعت الفاضل الکبیر العلامۃ" دہلی میں مسند درس آراستہ تھی[3]

۱۵۵۔ مولانا علاء الدین تاجر

(لعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ الفاضل" ——— فقہ و اصول و عربی میں ممتاز الاکابر اور دہلی کے اندر مسند تدریس آراستہ تھی[4]

---

[1] مہر جہاں تاب در متن

[2] بیاض فی الاصل

[3] برنی (در متن)

[4] برنی (در متن)

۱۵۶۔ مولانا علاء الدین کرک

(العہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ العلامۃ الفاضل" دہلی میں مسند تدریس آراستہ کھی[1]

۱۵۷۔ مولانا علاؤ الدین لاہوری

(العہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ الفاضل" ——— دہلی میں مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ یہاں کے فخر الاساتذہ ست تھے[2]

۱۵۸۔ مولانا علاء الدین مقری

(العہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ الفاضل" ——— قراۃ و تجوید میں ممتاز الاقران اور دہلی میں انہی دو علموں کا درس جاری کیا۔[3]

۱۵۹۔ مولانا علاء الدین اندرپتی

"الشیخ الفاضل الکبیر" ——— اپنے عہد کے ممتاز عالم۔ دہلی میں درس آراستہ رکھا جس میں بے شمار افراد نے اپنا اپنا حصہ لیا[4]

---

[1] برنی (درمتن)
[2] برنی (درمتن)
[3] برنی (درمتن)
[4] برنی (درمتن)

۱۶۰- مولانا علم الدین شیرازی

بعہد سلطان علاء الدین خلجی

"الشیخ الفاضل الکبیر الطبیب العلامۃ" طب میں ید مسیحائی حاصل تھا۔ بادشاہ علاء الدین خلجی کے عہد میں تھے۔ خود کو شیرازی کہلانا ناپسند کرتے تھے۔ سلطان ممدوح کے بعد جب محمد تغلق سریر آرائے تخت ہوئے تو انہیں اپنا ندیم مقرر کرلیا۔ ان سے اکثر مذاکرات علمی رہتے۔

۱۶۱- مولانا علیم الدین تبریزی

(بعہد سلطان علاء الدین حسن بہمنی)

"الشیخ الفاضل" ــــ الحکیم تبریزی۔ طبیب حاذق اور گلبرگہ دکن میں تدریس طب اور مطب مشغلہ تھا۔

۱۶۲- شیخ علی بن الحمید ناگوری

م سنہ ۶۸۱ھ / ۱۲۸۲ء

"الشیخ العالم الکبیر" ــــ طریقۂ چشتیہ کے ممتاز درویش تھے۔ یہ فیضان اور اجازۂ حدیث، انہیں اپنے والد حضرت حمید ابن احمد سے حاصل ہوا۔ جن کی خدمت میں برسوں ملازم رہے اور ان کی رحلت کے بعد ان کی مسند ارشاد کو آراستہ کیا۔[1]

۱۶۳- شیخ علی حیدری

"الشیخ الفاضل" ــــ ہندوستان میں گجرات دکن کو اپنا وطن بنا کر شہر کھمبائت میں

---

[1] خزینۃ الاصفیاء (درمتن)

سکونت اختیار کر لی۔ اور ایک ہندو عالم سے سنسکرت پڑھنی شروع کر دی۔ اس دوران ان پر حقیقتِ اسلام جو منکشف ہو گئی تو اسلام قبول کر لیا۔ چونکہ ان کے ابتدائی دور کا اثر ہندو عوام پر بہت تھا، ان کی وجہ سے گجرات کے بے شمار ہندو مسلمان ہو گئے۔ خود انھوں نے شیعہ مسلک اختیار کر لیا۔ لوا ہیران کی بہت قدر کرتے۔

اور جب سلطان مظفر شاہ الاول گجراتی نے اس نواح میں عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس نے علمائے اہلِ سنت کو اس جهم پر متوجہ کیا کہ وہ عوام کو سنی مسلک کی تلقین کریں۔ تب سے اس خطے میں دو مختلف اہلِ مسالک ہو گئے۔

اہلِ سنت اور شیعہ

یہ تذکرہ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں کیا ہے۔ کہ علی حیدری اس خطے میں نہایت مشہور اور وعظ میں ان کی آواز بہت بلند تھی۔ شہر کھنبات جو سمندر کے کنارے پر آباد تھا ان کا مسکن ہے۔ سمندری تاجران کے لیے نذریں لاتے اور جب ان کو سلام کرتے تو وہ ان کے بعض سربستہ اسرار ان سے بیان کرتے۔ بعض اوقات نذر کرنے والے اپنے نذر پر نادم ہوتے اور جب ان کے سامنے سلام کے لیے آتے تو حیدری صاحب ان کی نذر کی تقلیل سے انہیں آگاہ کر دیتے تو وہ اپنی نذر کی مقدار پر اظہارِ ندامت کرتے۔ مگر حیدری ان سے کہتے کوئی بات نہیں جو نذر مانی ہے وہی پیش کر دو۔ یہ کچھ بارہا ظہور میں آیا۔

اور جب قاضی جلال الدین نے محمد تغلق کے خلاف علمِ بغاوت لہرایا تو حیدری نے اسے اپنے سر کی ٹوپی عنایت فرمائی۔ محمد تغلق نے یہ سنا تو خود گجرات آیا اور قاضی کو شکست دے کر شرف الملک امیر بخت کو گجرات پر اپنا نائب مقرر کر کے حکم دیا کہ اہلِ سنت کے خلاف لوگوں سے بحث کر کے انہیں قائل کرتے رہیں۔ سلطان نے اس غرض کے لیے امیر بخت کی اعانت کے لیے چند فقہا کا تقرر بھی کر دیا۔ اسی دوران میں علی حیدری کو طلب کر کے جواب کے لیے مکلف کیا گیا تو انھوں نے اقرار کر لیا کہ بیشک میں نے قاضی کو اپنے سر کی ٹوپی دی۔ اور اس کے لیے دعا

بھی کی۔ اس پر فقہا نے حیدری کے قتل کا فتویٰ دیا۔ جلاد نے ان پر پہلی تلوار چلائی تو کچھ اثر نہ ہوا۔ عوام اس پر حیدری کو بے گناہ کہنے لگے۔ مگر دوسری مرتبہ پھر تلوار چلائی گئی تو حیدری کا سر القط ہو کر ایک طرف جا پڑا۔

۱۶۴۔ شیخ علی بن شہاب ہمدانی

"الشیخ العالم الکبیر السیاح" اسمٰعیل بن علی کی اولاد سے ہیں۔ سن ولادت ۷۱۴ھ ۱۳۱۲ء ۱۰ ر ماہِ رجب ہے۔

اساتذہ

شیخ نجم الدین ابن الرالمیامن محمد بن احمد الموفق الاذکانی۔ جن سے حدیث پڑھی۔

اور طریقت میں شیخ شرف الدین محمد ابن عبداللہ المزوقانی و شیخ تقی الدین علی دوسی کہ دونوں شیخ رکن الدین احمد بن محمد المعروف بہ علاء الدولہ سمنانی سے فیض یاب ہوئے۔

نیز آپ کے والد آپ کے استاد ہیں۔

بعد ازاں سیاحت کے لئے نکلے تو متعدد شہروں میں ہوتے ہوئے وہاں کے مشائخ و علماء کبار سے استفادہ کیا جن کی تعداد ۳۴۰ تک آ پہنچی۔

مگر جب خراسان میں وارد ہوئے تو امیر تیمور گورگانی سے حکمت کی توضیح میں اختلافِ رائے ہو گیا جس پر آپ اپنے یاران طریقت کو ہمراہ لے کر ۷۸۳ھ ۱۳۸۲ء میں کشمیر جا پہنچے۔ جہاں بے شمار افراد ان کے ہاتھوں پر مسلمان ہو گئے۔

تصانیف

میں ہم ان کتابوں کا ذکر کرتے ہیں جن کا مطالعہ ہمیں بھی نصیب ہوا۔

۱۔ ذخیرۃ الملوک (فارسی) اپنے موضوع میں مفید اور اس کا حرف اول یہ ہے۔
"حمد بسیار و ثنائے بے شمار" یہ دس ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول :۔ ایمان کے شرائط اور اس کے احکام

باب دوم :۔ حقوق العباد

باب سوم :۔ مکارم الاخلاق

باب چہارم :۔ اقتداء سیرۃ خلفائے راشدین

باب پنجم :۔ حقوقِ والدین و زوجین و اولاد اور ملازمین و اقارب و احباب

باب ششم :۔ احکام سلطنت و ولایت و امان و حقوق رعایا و وجوب عدل و احسان

باب ہفتم :۔ در معنی سلطنت معنویہ و اسرار خلافت النسانیہ

باب ہشتم :۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر

باب نہم :۔ تحقیق شکر اور اس کے اقسام

باب دہم :۔ صبر بر مصائب

باب یازدہم :۔ غرور اور غصے کی مذمت۔

۲۔ شرح فصوص الحکم در فارسی۔ حرفِ اول "حمد بے غایت آں فاطر حکیم"۔

۳۔ مشارب الاذواق شرح میمیہ ابن فارض در فارسی اولہ "حمد و ثنائے الحمد و حضرت ودودی"

۴۔ مراۃ التائبین (در توبہ) اولہ "حمد و ثنائے لامتناہی حضرت حکیمے را الخ"۔

۵۔ منہاج العارفین (چند اوراق ہیں) اولہ "حمد بے حد و ثنائے بے عد"

۶۔ الرسالۃ الذکریہ (دو اوراق ہیں) (عربی) اولہا "الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفے"

۷۔ المنامیۃ فی الاولیاء (فارسی) اولہ "الحمد للہ حق حمدہ"

۸۔ ھمذانیہ :۔ در تحقیق لفظ ہمدان فارسی اولہا "الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ"۔

۹ ۔ تلقینیہ ۔ فارسی اولہا "الحمد للہ الذی لقننی دقائق العرفان"۔

۱۰ ۔ المشیۃ :۔ اولہ "تا نقاشان کارگہ قضاء"

۱۱ ۔ شکل حل اولہ "مشکل حل و حلِ مشکل" اور اسی جملہ کے حل پر مشتمل ہے۔

۱۲ ۔ ارادیت :۔ کہ ۳ ابواب پر مشتمل ہے۔

اول :۔ فضل اوراد

دوم ۔ حاجت اوراد

سوم ۔ وظائف میں لزوم اوقات

حرف اول ہے "الحمد للہ الذی جعل اللیل والنہار خلفۃ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا"

۱۳ ۔ المکتوبات الامیریۃ" اپنے مریدوں کے نام خطوط۔

۱۴ ۔ النوریہ :۔ احسن راہ دین اور مختصر دین کا راستہ۔

۱۵ ۔ دہ قاعدہ فی الطریقۃ

۱۶ ۔ الفقیریہ والامیریہ ۔ اولہا "آفتاب عنایت از فلک ولایت و برج ہدایت"

۱۷ ۔ رسالہ فی الطب ۔۔ اولہا "الحمد للہ حق حمدہ"

۱۸ ۔ منازل السالکین (عربی) در منازل عشرہ یعنی راہ سلوک میں ابتدائی دو منزلوں کا ذکر، اولہ "الحمد للہ الذی افاض جودہ الجود علی کل موجود"

۱۹ ۔ رسالۃ فی آداب المشیخیۃ ۔ دس ابواب پر مرتب شدہ

۲۰ ۔ مقامات صوفیہ :۔ جس میں صوفیا کے حالات درج ہیں

۲۱ ۔ رسالۃ فی مقامات السالکین

۲۲ ۔ رسالہ فی مناقب اہل البیت

۲۳ ۔ رسالہ اربعینیہ فی اربعین حدیثاً جو اپنے شیخ نجم الدین محمد بن احمد الموفق الاذکانی کی سند سے حضرت انس بن مالک سے مروی ہیں۔

۲۴ ۔ آیات الاحکام من القرآن الکریم۔

۲۵۔ رسالہ بیان الطالبین ـــــ جس میں آپ کے مریدوں نے آپ کے بعض فوائد انیقہ جمع کیے ہیں۔

۲۶۔ رسالہ اخلاقیہ

۲۷۔ کشف الحقائق :۔ کہ محمد بن محمد الخوصی نے آپ کے لیے مرتب کیا۔

۲۸۔ رسالہ فتوتیہ :۔ اس میں لکھا کہ یہ رسالہ بطور وصیت کے ہے اپنے دینی برادر محسن وموفق وسعید اخی شیخ حاجی بن مرحوم طوطی علی شاہی ختلانی کہ اللہ انہیں دونوں جہانوں میں کامیابی عطا فرمائے۔ اور انہیں فتوت کا لباس میسر ہو جو خرقۂ مبارکہ کا جزو ہے جیسا کہ مجھے اپنے شیخ نجم الدین ابوالمیامن محمد بن احمد الاذکانی سے یہ لباس حاصل ہوا۔

۲۹۔ چھل اسرار ـــــ جس میں ۸۸ نظمیں ہیں۔

۳۰۔ اختیارات :۔ جس میں نفیس نفیس اشعار دربارۂ حقائق و معارف جمع ہیں۔

۳۱۔ سبعین :۔ اہل بیت کے فضائل میں ۷۰ احادیث پر مشتمل۔ جن میں اکثر احادیث کتاب فردوس سے لی گئی ہیں جو محدثین کے نزدیک غیر مقبول ہیں۔ حتیٰ کہ اس رسالے پر شیخ محمد ابن محمد برہان پوری کی تخریج ہے۔

۳۲۔ معاش السالکین اولہ "الحمد اللہ علی نعمائہ"

۳۳۔ معرفۃ النفس اولہا "شکر و ثنائے آں خدارا"

۳۴۔ النسان نامہ (درقیافہ) اولہا "حمد و سپاس و ثنائے بے قیاس"

۳۵۔ الواردات (فارسی میں) حرف اول ہے "رب اشرح لی صدری ویسر لی امری"۔

۳۶۔ رسالہ ذکریا الصغریٰ (عربی میں) ذکر اللہ کے فضل و خواص و حقائق پر۔

۳۷۔ رسالۃ الخیبنیا اولہا "السلام اللہ تعالےٰ علیٰ فلان ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

۳۸۔ شرح اسماء الحسنیٰ (عربی) اولہا "اللھم افتح لی ابواب الدخول فی شوا کل الاسماء"

۳۹۔ رسالۃ الخواطریہ (عربی) اولہا "واللہ لیقول الحق وھو یہدی السبیل"

۴۰۔ الخطبۃ الامیریۃ (عربی)

۴۱۔ المناجات الامیریۃ (فارسی)

کشمیر سے واپس آتے وقت یاغستان کے قریہ تیراہ میں رحلت فرمائی۔ جہاں سے ان کا جسد خُتلان لے جا کر سپردِ خاک کیا گیا۔

۱۶۵۔ شیخ علی بن احمد غوری

"الشیخ الصالح" فضل و بزرگی میں ممتاز۔ طریقت میں حضرت ابوالفتح رکن الدین ملتانی سے مستفیض۔ کٹرہ مانک پور میں رہائش اختیار فرمائی۔

تصانیف میں کتاب کنز العباد فی شرح الاوراد ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی کے اوراد کی شرح میں۔ یہ نسخہ خدا بخش خاں لائبریری پٹنہ کے کتب خانہ میں ہے۔

۱۶۶۔ شیخ علی بن محمد جیوری

م ۷۲۲ھ / ۱۳۲۱ء

"السید الشریف المعزامتہ" اولیاء سالکین مرتاضین سے تھے۔ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ علم درسی شیخ حمید الدین مخلص ابن عبد اللہ دہلوی سے پڑھا۔ برسوں ان کے زیرِ تعلیم رہے۔ استاد ان کی تربیت میں تمام شاگردوں سے زیادہ متوجہ رہے۔[۳]

۱۔ مہر جہاں تاب (درمتن)　　۳۔ مناقب السادات مولفہ دولت آبادی (درمتن)

۲۔ احباب الاحباب

تکمیل کے بعد عراق کا قصد فرمایا - جہاں کے شیوخ کبار سے استفادہ کے ساتھ حضرت شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی سے بلا واسطہ استفادہ کیا - بالقول دیگراں آپ نے شیخ قوام الدین محمود بن محمد دہلوی سے ان کے والد شیخ الاسلام قطب الدین کردی کے واسطہ سے طریقہ (سہروردیہ) میں بیعت کی[1]

بالقول دیگراں - آپ نے شیخ ممدوح حضرت کردی سے بلا واسطہ اس سلسلہ میں بیعت کی[2]

بالقول آخرین اور یہ زیادہ صواب ہے کہ آپ نے شیخ قوام الدین محمود بن دہلوی سے اس سلسلہ میں بیعت کی -

شیخ ممدوح صاحب تذکرہ کے مرید

۱ - شیخ شمس الدین خواجگی العریضی الملتانی ثم الکروی -
۲ - شیخ محمد بن نظام الدین بہرائچی -
۳ - شیخ علی الدین بیجاپوری -
۴ - شیخ رکن الدین محمد جنیدی اور بے شمار افراد از گروہ علماء و مشائخ -

قصبہ جیور کا محل وقوع:- ضلع بلند شہر میں ہے (مترجم قصبہ کھیر سے ۱۲ میل کے فاصلے پر) بفتح ج و الیضا بفتح واؤ جسے بعض نے غلطی سے بجپور کہہ مارا جو راجپوتانہ میں راجہ جے سنگھ باج گزار سلطان محمد شاہ دہلی کے مقبوضات میں تھا -

---

[1] تذکرۃ السادات (در متن)

[2] منبع الانساب (در متن)

لوگ انہیں علاء الدین شکر ریز سے بھی پکارتے - دولت آباد میں وفات پائی اور وہیں آسودۂ لحد ہوئے -

۱۶۷ - شیخ علی بن محمد جھولنسوی

"الشیخ الصالح" مولد شہر بھکر (دلیم) ولادت جمعرات ۲۵ رشعبان سنہ ۶۳۰ھ / ۱۲۵۸ء وفات سنہ ۷۶۰ھ / ۱۳۵۸ء) تیئیس سال کی عمر میں ملتان وارد ہوگئے اور حضرت ابوالفتح رکن الدین کے ملازم رہ کر طریقت میں اکتساب فرمایا - اور بہار تشریف لے گئے جہاں ۱۲ سال تک شیخ منہاج الدین حسن بہاری کی خدمت میں شرف ملازمت سے مستفیض ہوئے - حضرت شیخ ممدوح جناب نجم الدین ابراہیم سے بیعت تھے - اور یہ حضرت رکن الدین سے فیض یاب -

حتیٰ کہ جب صاحب تذکرہ کمال پر پہنچ گئے - تو شیخ رکن الدین کے حکم پر موضع شیخ پورہ من مضافات قصبہ بہار میں دو سال تک قیام فرما رہے - بعد میں شیخ موصوف نے آپ کو الہ آباد کے ایک ایسے قریہ[1] میں مامور فرمایا جو تربینی کے قریب ایک لق ودق صحرا میں آباد تھا - اور یہاں بے شمار کفار نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا[2]

۱۶۸ - علی ابن علی جھولنسوی

م سنہ ۷۸۵ھ / ۱۳۸۴ء

"الشیخ الصالح" الجعکری جھولنسوی - لقب تقی الدین - فرقہ سہروردیہ کے بڑے مشائخ میں سے تھے - جھولنسوی مولد اور سن ولادت سنہ ۷۲۰ھ / ۱۳۲۰ء ہے - اپنے والد ہی سے فیض پایا - پھر

لہ جس کو اس طرح معرب بنا کر لکھا گیا ہے کہ اس کا ہندی تلفظ سمجھ میں نہیں آیا -

ٹہ منبع الانساب (در متن)

ہندوستان کے متعدد شہروں میں گئے ۔ جیور کے شیخ علاء الدین حسینی کی خدمت میں برسوں ملازم رہنے کے بعد ارشاد ودعوت کا سلسلہ شروع فرمادیا ۔ اور بے شمار غیر مسلم ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے ۔

۱۶۹۔ علاؔالدین علی بن محمد دہلوی

(بعہد فیروز شاہ تغلق)

"السید الشریف" از نسل ضیاء الدین علی بن اُسامہ حلّی مدفون بہ دہلی ۔ ان کی والدہ کا نام زہرہ (بنت زید بن اُسامہ حلی ہے) مولد دہلی اور یہیں پروان چڑھے ۔ فیروز شاہ نے انہیں اپنا دربانِ خاص مقرر کردیا ۔ یہ منصب اتنا بڑا تھا کہ سفیر اپنی سفارت ان کے واسطے سے پیش کرتے ۔ اور یہ امیر مہمان خانہ بھی تھے ۔ دربانِ کا لقب رسول دار تھا ۔ اور یہ اسی لقب سے مشہور تھے ۔

فیروز شاہ نے سریر آرائے تخت سلطانی ہونے کے بعد ان کو خواجہ صدر جہاں خطاب[۱] اور ایک مرتبہ خراسان سفارت کے لیے بھجوایا[۲] قنوج میں ان کے بے شمار اخلاف موجود ہیں ۔

۱۷۰۔ علی بن محمود دہلوی

"الشیخ الفاضل" دہلی کے بڑے امرا اور علی شاہ جاندار کے نام سے مشہور ۔ دہلی کے بڑے

---

[۱] خواجہ صدر جہاں بحسب تحریر خواجہ حسن نظامی دہلوی بہ ذریعہ دولت آبادی ہیں ۔ یہ حضرت سلطان مشایخ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے ۔

[۲] رسالہ زیدیہ (در متن)

امرا اور علمائے کبیرسے تھے۔ ایک مرتبہ جذبۂ ربانی جو طاری ہوا تو دنیا پر لات مار کر شہنشاہ دین حضرت نظام المشایخ کی خدمت میں ملازم ہو گئے۔

تصانیف میں خلاصۃ اللطائف (عربی) دربارۂ حقائق و معارف ہے[1]

۱۷۱۔ مولانا عماد الدین دہلوی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ العالم الصالح" عماد الدین ابن حسام الدین واعظ کبیر۔ تذکیر میں بے مثل تھے طریقت اور شوق و لطائف و ظرافت اور کشف حقائق سب وعظ میں سمو دیے۔ اس پر آواز میں لحن اور تموج تھا۔ ادھر بات زبان سے نکلی اور سننے والوں کے دل میں بیٹھ گئی۔ امرا و شہزادے اور سلطان تک ان کے حلقۂ تذکیر میں حاضر ہوتے۔ اور دل میں اثر لے کر لوٹتے[2]

۱۷۲۔ مولانا عماد الدین حنفی غوری

(بعہد سلطان محمد تغلق)

"الشیخ العالم الصالح" محمد بن تغلق نے انہیں اس بات پر قتل کرا دیا کہ سلطان نے ان کے سامنے کہا کہ فیوض الٰہی غیر منقطع ہیں اور ان کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ جن میں نبوت بھی ہے۔ پس آج بھی اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کر دے اور اس سے معجزات کا صدور بھی ہو تو کیا حرج ہے؟ یہ سن کر مولانا کا چہرہ تمتما اٹھا اور تغلق سے کہا:۔

"گرہ مخور" خون آشام تغلق نے انہیں جلاد کے حوالے کر دیا اور ان کی زبان گدی سے کھچوا کر گردن اڑوا دی۔

---

[1] اخبار الاخیار (در متن)

[2] برنی (در متن)

۱۷۳۔ شیخ عمر بن محمد ہندی

"الشیخ الفاضل" عمر بن محمد بن احمد بن منصور بہاء الدین حنفی دہلوی۔ نزیل مکہ عالم فقہ و عربیت تھے۔ زیور علم و ادب و عقل و حسن خلق سے مرصع۔ مدینہ منورہ گئے اور ۷۵۸ھ/۱۳۵۶ء میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ اتفاق سے سواری نے گرادیا۔ اور گرنے سے جو عضو ماؤف ہوا وہ شل ہو گیا۔ جس سے پھر مکہ معظمہ حج کے لیے نہ آسکے اور انتقال فرمایا۔[۱]

۱۷۴۔ شیخ عمر بن اسعد پنڈوی

م ۸۰۰ھ/۱۳۹۷ء۔ آخر ماہ رجب

"الشیخ العالم الکبیر" فقہ و اصول و ادب عربی میں ممتاز تھے۔ ان کے والد بنگال کے بادشاہوں کے وزیر رہے۔ جس وجہ سے امرا کے نزدیک ان کا وقار بہت زیادہ ہو گیا اور ان کی شہرت دور دور تک جا پہنچی۔ یہاں ان کا درس جاری ہوا اور بے شمار افراد مستفیض ہوئے۔ انہی مشاغل کے دوران میں شیخ سراج الدین عثمان اودھی اس نواح میں وارد ہوئے تو یہ خبر سنتے ہی صاحب تذکرہ تدریس و مباحث چھوڑ کر حضرت اودھی کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ ان سے درس طریقت لیا اور مرشد کی رحلت کے بعد ان کے خلیفہ تسلیم کیے گئے۔

ان کے مرید

ان کے صاحبزادہ نور الحق اور سید اشرف ابن ابراہیم سمنانی اور عادل الملک جون پوری کے علاوہ بے شمار افراد ہیں۔ ان کے کرامات و کشوف و عجائب واقعات عام ہیں۔ مزار پنڈوہ[۲] میں ہے۔ اور یہ زیارت گاہ عام و خاص ہے۔

---

[۱] طرب الاماثل بحوالہ ابن فرحون (درمتن)
[۲] بنگال کا ایک قریہ

۱۷۵۔ شیخ عمر بن اسحاق غزنوی

از سنہ ۷۰۴ھ / ۱۳۰۳ء تا سنہ ۷۷۳ھ / ۱۳۷۱ء

"الشیخ الامام العلامتہ الکبیر عمر بن اسحاق ابن احمد ابوحفص سراج الدین ہندی الغزنوی مشہور علمائے کرام سے ہیں۔

اساتذہ

امام الناہد وجیہہ الدین دہلوی امام الوقت وشمس الدین الخطیب الدولی (اور دول ہے رے وطبرستان کے درمیان ایک قریہ ہے) اور ملک العلماء سراج الدین ثقفی دہلوی ورکن الدین بدایونی جو ابوالقاسم تنوخی شاگرد حمید الدین نابینا اور ان کے سوا کئی اور ارباب علم کے فیض یافتہ ہیں۔

فراغ کے بعد حرمین حاضر ہوئے۔ یہاں شیخ خضر سے (جو شیخ رباط السدرہ بھی تھے) عوارف المعارف پڑھی۔

اور اسی عوارف کی روایت قطب قسطلانی سے اس کے مؤلف تک سنی۔

اب قاہرہ تشریف لائے۔ تو احمد بن منصور جوہری سے روایت سنی اور یہاں جمال ترکمانی کے بعد قاضی لشکر مقرر ہوئے۔ مگر کچھ عرصہ بعد معزول ہو گئے۔

فی الجملہ آپ جملہ علوم متداولہ میں درجہ اجتہاد وامامت تک فائز تھے۔ ان کی تصانیف اقصٰی الدنیا تک پہنچائی گئیں ازاں جملہ مندرجہ ذیل کتابیں ہیں:۔

۱۔ التوشیح شرح ہدایہ

۲۔ الشامل

۳۔ زبدۃ الاحکام فی اختلاف الائمہ الاعلام

۴۔ شرح بدیع الاصول (ابن الساعاتی)

۵ ۔ شرح مغنی (حنازی)
۶ ۔ الغرۃ المنیفہ فی ترجیح مذہب ابی حنیفہ
۷ ۔ شرح الزیادات
۸ ۔ شرح الجامعین (مگر ناتمام)
۹ ۔ شرح تائیۃ ابن الفارض
۱۰ ۔ خلافیات
۱۱ ۔ التصوف

اور سید علی کبری نے ان کی مندرجہ ذیل التصانیف کا ذکر کیا ہے ۔

ا ۱۲ ۔ شرح المنار
ب ۱۳ ۔ شرح المختار
ج ۱۴ ۔ لوائح الانوار فی الرد علی من انکر علی العارفین
د ۱۵ ۔ لطائف الاسرار
ھ ۱۶ ۔ عدۃ المناسک
و ۱۷ ۔ شرح عقیدۃ الطحاوی
ز ۱۸ ۔ اللوامع فی شرح جمع الجوامع وغیرہ[۱]

تاریخ وفات :- کشف الظنون اور سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ ۷۷۳ھ میں فوت ہوئے جیسا کہ الفوائد البہیہ میں ہے اور صحیح یہ ہے کہ ۷۷۳ھ میں رحلت فرمائی۔ طاش کبری زادہ مفتاح السعادۃ میں لکھتے ہیں کہ جس تاریخ میں ابن سبکی نے وفات پائی ۔ اسی میں آپ نے رحلت فرمائی ۔ اور یہ تھی ۱۷ رجب ۷۷۳ھ ۔ اس کی بادشاہی ۴ سال تک رہی اور اس نے اپنے قلم سے اپنا سال ولادت ۷۰۴ھ لکھا ۔ از کفوی در کتاب طبقات ۷۹۳ھ میں وفات پائی جبلی نے

۱۷۶ ۔ شیخ عمر بن محمد سنامی

یہ تو نام ہے اور لقب ضیاء الدین ہے ۔ سنام سے ترک سے اقامت کے بعد دہلی سکونت اختیار کر لی ۔ طریقہ نقشبندی اور درس میں بے حد مواظب تھے (نو شہری)

---

[۱] الفوائد الفواد (در متن)

"الشیخ فاضل الکبیر العلامتہ" عمر بن محمد بن عوض الحنفی الامام ضیاء الدین سنامی۔ زہد و تقویٰ میں راسخ القدم و صاحبِ دیانت اور شریعت کی پابندی میں نہایت مضبوط تھے۔

اساتذہ

شیخ کمال الدین سنامی نے کہا شیخ عمر محمد برسوں عبادت میں منہمک رہے اور تیس سال سے زیادہ عرصہ تک وعظ و تذکیر میں مصروف۔ بدعتیوں پر بہت نکتہ چینی کرتے اور کسی کا خوف دل میں نہ لاتے۔ ان کی مجالس میں تین ہزار سے زیادہ سامعین جمع ہوتے۔ جن میں عوام کے ساتھ خواص بھی ہوتے۔ تاثیر کا یہ عالم تھا کہ دورانِ وعظ کوئی شخص ادھر ادھر متوجہ نہ ہوتا۔

شہنشاہ دین حضرت نظام المشائخ پر گرفت

وہ ممدوح پر ان کے شوق سماع کی وجہ سے بہت اعتراض کرتے۔ مگر شاہ صاحب کبھی اس کا جواب نہ دیتے۔ بلکہ معذرت اور اپنی طرف سے اطاعت و فرماں برداری ہی کا اظہار کرتے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ:۔

جب شیخ محمد عمر سنامی آخری علالت میں صاحبِ فراش ہوئے تو حضرت ممدوح ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے شیخ صاحب کو اطلاع ہوئی تو سر سے اپنا عمامہ اتار کر خدام کو دیا کہ شاہ صاحب کے رستے میں بچھا دیا جائے۔ شاہ صاحب نے عمامہ لپیٹ کر بوسہ دیا۔ سر پر رکھ کر ان کی خدمت میں پہنچے شیخ صاحب آپ کو دیکھ کر رو دیئے۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا

مات من کان منفرداً فی حمایة الشرع والذب

عنه منتهی ۵

(جو شخص شریعت کی حمایت اور اس پر سے الزام رفع کرنے

میں منفرد تھا۔ آج وہ فوت ہو گیا ہے۔

شیخ عصمت اللہ ابن محمد اعظم سہارن پوری نے اپنی تالیف کے ماذر باب السماع

میں لکھا ہے کہ :-

"جب حضرت شاہ صاحب نے حاضری کی خواہش وآرزو کی

تو شیخ نے کہا کہ میں اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں ایک بدعتی کو

دیکھنا نہیں چاہتا۔

حضرت نے یہ سنا تو فرمایا کہ "بدعتی اپنی بدعت سے توبہ کر کے آیا ہے"۔

تب حضرت سنامی نے اپنا عمامہ ان کی راہ میں بچھانے کے لیے خدام کو دیا۔

علامہ برنی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ میرے والد علمائے متبحرین سے تھے۔ فرماتے

کہ محمد عمر سنامی کو تفسیر القرآن میں ید بیضا حاصل تھا۔ وہ ہر ہفتے درس قرآن فرماتے جس میں تین

ہزار افراد ہر درجے اور طبقے کے جمع ہوتے ــــ مگر وہ شاہ نظام الدین صاحب کے عمل سماع

سے بہت متنفر تھے۔

تصانیف

۱ - نصاب الاحتساب - مفید کتاب - ۶۵ ابواب پر مشتمل ہے - اولہ " الحمد للہ الحبیب

الرقیب علی لوالہ ایماناً واحتساباً -

۲ - تفسیر سورۃ یوسف

۳ - الفتاویٰ الضیائیہ

نمبر۲ میں بضمن آیتہ یا ابانا مالک لاتامنّا لکھا ہے کہ بول چال میں انبیاء اور غیر انبیاء کی اولاد یکساں ہے۔ وہ اپنے باپ کو لفظ ابانا اور عوام ابتی سے پکارتے ہیں جس سے اولاد انبیاء کی دوسروں پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

۱۷۷۔ شیخ عین الدین بیجاپوری

(ایک سو تیس کتابوں کے مصنف)

الشیخ العالم الکبیر ابو العون الجنیدی المعروف بہ خزانتہ العلم۔ مولد دہلی ہے سن ولادت ۷۰۶ھ ۱۳۰۵ء

(مترجم)

لیکن حضرت یوسف ہی نے دو مرتبہ ابت کہہ کر پکارا!

۱۔ یا ابت انی رایت احد عشر کوکبا

۲۔ یا ابت ھذا تاویل ارؤیای من قبل

اور حضرت ابراہیم نے بھی!

۱۔ اذ قال لابیہ یا ابت لم تعبد ما لا یسمع

۲۔ یا ابت انی قد جاءنی من العلم

۳۔ یا ابت انی قد جاءنی من العلم

۴۔ یا ابت لا تعبد الشیطان

وو در قصہ بنات حضرت شعیب!

۱۔ قالت احدھما یا ابت استاجرہ

وو در القیاد اسماعیل یا ابت افعل ما تومر

پس اولاد انبیاء کا اپنے باپ کو بصیغہ جمع متکلم پکارنا ان کی فضیلت کا ثبوت نہیں۔ پھر حضرت یوسف کے واقعات میں جو اباءنا ہے تو اس کا فاعل بھی جمع ہے۔

سن رشد میں دولت آباد دکن پہنچے اور شیخ علاء الدین حسینی جوری — و — شیخ شمس الدین دامغانی اور دیگر بے شمار اساتذہ علم وفن سے پڑھا۔ شیخ منہاج الدین تمیمی الانصاری کی خدمت میں زیادہ عرصہ گزارا۔

بعد از فراغ عین آباد السکب ۷۳۷ھ / ۱۳۳۶ء میں آئے اور یہاں سے اسی سن میں بیجاپور ! جہاں برسوں تدریس فرمائی۔

طریقت میں شیخ حسین بن محمود شیرازی۔ شیخ محمد بن یوسف دہلوی اور دوسرے متعدد شیوخ سے اکتساب فرمایا۔

ان کی تصانیف کی تعداد صاحب الروضہ نے (۱۳۲) لکھی ہے۔ جن میں مشہور تر کتابیں

ا : الملحقات (در تاریخ)

ب : طور الابرار

ج : کتاب الانساب

د : تاریخ الاولیاء من اہل الہند ہیں۔

اور ان کے اشعار میں یہ شعر نقل کیا گیا۔

تا تو نہ رسی بہ شیخ باحق نہ رسی

زیرا کہ میان شیخ و حق نیست دوئی

بیجاپور ہی میں جمادی الاخری ۷۹۵ھ / ۱۳۹۳ء میں انتقال فرمایا اور وہیں آسودہ لحد ہو گئے[1]

---

[1] روضۃ الاولیاء (در متن)

۱۷۸۔ خواجہ عین الدین ہندی

الامیر الکبیر اور اپنے عہد کے ممتاز الافاضل تھے۔ عین الملک کے نام سے مشہور تھے محمد تغلق نے انہیں اودھ اور ظفر آباد کی حکمرانی عنایت کر دی۔ مدتوں اس منصب پر رہے۔ کئی بستیاں فتح کیں اور دوستوں کی اصلاح فرمائی۔

تب تغلق نے آپ کو دکن کے علاقے پر نگرانی کے لیے تجویز کیا۔ تغلق بڑا خود رائے اور جفا پیشہ تھا۔ ناحق ان پر بدگمان ہو کر حبس میں بھجوا دیا اور اس سے پہلے عین الملک پر حملہ کر کے مقاتلہ کی عادت بھی پوری کر لی ...... مگر کچھ عرصہ بعد دماغ سکون پذیر ہوا تو انہیں رہا کر دیا۔ کیونکہ وہ انہیں دل سے محبت بھی کرتا تھا۔

اتنے میں تغلق خود ہی دنیا سے سدھار گئے۔ جس کے بعد فیروز شاہ سریر آرائے سلطنت ہوا۔ تو عین الملک کو دیوان وزارۃ کا عہدہ عنایت فرما کر مشرف الملک کا خطاب پیش کیا۔ جس منصب پر تھوڑا سا زمانہ گذرا تھا کہ بادشاہ نے انہیں ملتان کی ولایت تفویض کر دی۔

عین الملک نے فیروز شاہ کے لیے بہت سی کتابیں لکھیں۔

۱۷۹۔ غیاث الدین تغلق بادشاہ

م ۷۲۵ھ / ۱۳۲۴ء ماہ ربیع الاول

"الملک العادل الفاضل" قرونہ (یا کروانہ) ترکوں کے ایک خستہ حال قبیلہ میں سے تھے۔ سندھ میں اسلامی بادشاہت عروج پر تھی۔ ان کے بھائی عدلو خاں سلطان علاء الدین خلجی کی حکومت میں ایک متوسط منصب پر فائز تھے۔ غیاث الدین یہاں آپہنچے تو انہیں بھی سلطنت میں ایک عہدہ مل گیا۔ جس کی وجہ سے ان کی قابلیت بہت جلد معلوم ہو گئی اور انہیں

شاہی اصطبل کی داروغگی پر متعین کر دیا گیا۔ ترقی کا ایک اور زینہ انہوں نے طے کیا کہ امرائے سلطنت کے چھوٹے وظیفہ بسلطنت میں شامل ہو گئے جس کے بعد ایک ہی جست میں امرائے کبار کے درجے پر آ پہنچے۔ اور ملک الغازی کے لقب سے ملقب ہونے لگے۔ اسی دوران میں انہوں نے تاتاریوں سے ۲۹ جنگیں لڑیں۔ اور ہر جنگ میں انہیں شکست دی۔

سلطان خلجی نے انہیں قصبہ دیپالپور کی نظامت پر مامور کر دیا۔ ان دنوں خسرو خاں قطب الدین کے منہ لگا ہوا تھا۔ اس نے انہیں تمام شاہی اصطبل کا نگران اعلیٰ مقرر کر دیا اور وہ انہیں دیپالپور سے ہٹانا چاہتا تھا۔ تب غیاث الدین نے کشلو خاں سے مدد طلب کی اور اسے سلطان کی عنایات کا حوالہ بھی دیا۔ وہ اس وقت دیپالپور سے ۳۔ روز کی مسافت پر ملتان میں تھا۔ کشلو خاں نے کہا کہ میرا بیٹا محمد جو اس وقت دہلی میں ہے اگر میرے پاس ہوتا تو میں ضرور آپ کی مدد کرتا۔ اس پر تغلق نے براہ راست محمد کی طرف دہلی خط بھیجا اور اپنی مصیبت بیان کی۔ محمد اس کی حمایت کے لیے آمادہ ہو گیا۔ مگر اس نے خسرو خاں کو ایک چکمہ دیا جو کارگر ثابت ہو گیا۔ وہ پہلے تو اپنے والد کے پاس ملتان گیا۔ اور اپنے دوسرے بھائی

لہ قطب الدین خلجی خوبصورت نوجوان تھا۔ اس کے سر پر بہت خوبصورت لمبے بال تھے اور وہ امرد پرستی میں اپنے سب بڑوں سے بڑھا ہوا تھا۔ گجرات میں ایک قوم پروار نام کی آباد ہے۔ یہ بہت ادنیٰ قسم کی ذات ہے۔ ناچنا گانا ان کا پیشہ ہے۔ ان کی عورتیں بھی خوبصورت ہوتی ہیں۔ اور مرد بھی۔ گجرات کی لڑائی میں جو لوگ گرفتار ہو کر آئے تھے ان میں ایک لڑکا بہت خوبصورت تھا اس نے اسلام قبول کر لیا اور اس کا نام خسرو خاں رکھا گیا۔ قطب الدین خلجی کو اس سے بہت محبت ہو گئی۔ اس نے رات دن اسے اپنے پاس رکھنا شروع کر دیا۔ آخر بادشاہ اسی بدقماش کے ہاتھ سے مارا گیا۔

(نظامی بنسری خواجہ حسن نظامی ص ۲۳۰)

کو ہمراہ لے کر تغلق کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔ تغلق نے یہ سنا تو اپنے طور پر بھی لشکر جمع کر لیا کشلو خاں آہی پہنچا۔ ادھر خسرو آمادہ پیکار ہی تھا۔ پہلے اس نے اپنے بھائی خان خانان (اصلی نام جاہر یا تھا حسن نظامی) کو مقابلہ کے لیے بھیجا۔ گھمسان کا رن پڑا مگر غیاث الدین اور کشلو خاں نے جاہر یا کو پیچھے دھکیل دیا۔ جو اپنے بھائی خسرو خاں کے پاس آ گیا تھا۔ اس معرکہ میں ان کا لشکر اور خزانہ واموال سب تہس نہس ہو گئے۔۔۔۔ ادھر تغلق نے دہلی کا رخ کر لیا جس سے مقابلہ کے لیے خسرو خاں آگے بڑھا۔ فریقین میں شدت کی جنگ ہوئی۔ تغلق کے لشکری بھاگ نکلے۔ مگر خود وہ اپنے ۲ سو قریبی سپاہیوں کے ساتھ میدان میں ڈٹا رہا۔ ادھر خسرو خانی ہزیمت خوردہ مسلمان سپاہیوں کا سامان لوٹنے میں مصروف تھے۔ ادھر تغلق نے اپنے فدائیوں کو ابھار کر دوبارہ حملہ کر دیا۔ خسرو خاں کے لشکر میں تو ہندو ہی ہندو سپاہی تھے۔ ایک ایک کر کے چھپٹ گئے۔ تغلق نے خسرو خاں کے سپاہی اور خسرو خاں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور قطب الدین خلجی کی خالی جگہ خود پُر کر دی۔ جس پر اس نے چار سال دادِ حکومت دی۔

اخلاق

غیاث الدین ان صفات سے متصف تھا۔ علمی برتری۔ عدل۔ حلم۔ سخاوت۔ پرہیزگاری اخلاقِ حسنہ، فراست، دین داری۔ نماز با جماعت کی پابندی۔

وہ دیوانِ عام میں صبح سے لے کر شام تک لوگوں کی دادرسی کے لیے بیٹھا رہتا۔ اور اس پر بھی عوام کی تکالیف دریافت کرتا رہتا۔ علماء اور مشایخ کی تعظیم میں سبقت کرتا۔ اس نے اپنے بیٹے جونہ[1] نام کو ورنگل (دکن) بھیجا۔ تلنگا کا علاقہ فتح کرنے کے لیے

---

[1] محمد تغلق

غرد بنگال کے بادشاہ غیاث الدین نے اپنے مقتول بھائی قتلو خاں کا انتقام لینے کے لیے کوچ کیا۔ جس لڑائی میں اس کے دوسرے بیٹے بھی کام آ گئے تھے۔ ماسوائے شہاب الدین اور ناصر الدین کے جنہوں نے بنگال سے بھاگ کر اپنی جان بچائی تھی ...... اور تغلق اپنے حریف پر فتح پاکر اسے قید کر کے دہلی روانہ ہوا۔ اس لمحہ میں اس نے اپنے بیٹے کی طرف لکھا کہ میرے دہلی میں قدوم کے لیے ایک نیا قصر شہر سے باہر تعمیر کرایا جائے۔ جو ۳ روز میں مکمل کرا دیا گیا۔ اس محل میں زیادہ تر حصہ لکڑی سے اٹھایا گیا۔ ستون اور فرش بھی کاٹھ ہی کے تھے۔ کرسی اونچی تھی۔ اس کے بنوانے میں علوم ہندسیہ کا بھی دخل تھا اور یہ کام احمد بن ایاز[1] دہلوی کی نگرانی میں تعمیر ہوا تھا۔ لیکن ایاز احمد نے اس کی تعمیر میں یہ بندش رکھ دی کہ جب شاہی سواری کے ہاتھی محل میں داخل ہوں۔ اس کی چھت اور دیواریں دھڑام سے گر پڑیں۔ ایسا ہی ہوا کہ ادھر شاہی سواری اور اس کے ندیموں کے ہاتھیوں نے قصر کے بڑے دالان میں قدم رکھے۔ ادھر محل کی دیواریں اور چھتیں ہاتھیوں پر گر پڑیں۔ یہ حادثہ دیکھ کر شہزادے نے چلا کر کہا کہ مزدوروں کو بلاؤ۔ اتنے میں سورج ڈوب گیا تو لاشیں برآمد ہوئیں۔ جن میں قطب الدین کی نعش بھی تھی۔ اور رات رات میں سب دفن کر دی گئیں۔

تغلق آباد

شہر دہلی سے باہر موجودہ مقبرہ ہمایوں کے قرب میں ایک نیا شہر تغلق آباد کے نام سے اسی بادشاہ نے تعمیر کرایا تھا۔ غیاث الدین نے ماہ ربیع الاول ۷۲۵ھ ۱۳۲۴ء میں وفات پائی۔

---

[1] احمد بن ایاز یا ایاز احمد صدر جہاں! یہ دولت آباد (دلوگیر) کا باشندہ ہر دلو نام تھا۔ حضرت شہنشاہ دین کے ہاتھ پر مرید ہوا۔ سلطان قطب الدین خلجی کے ولی عہد جونا خاں نے اسے خواجۂ جہاں کا خطاب دے کر شاہی عمارات کا نگران اعلیٰ مقرر کر دیا۔ یہ محل موضع افغان پورہ کے سامنے میں بنایا گیا۔ (نظامی بنسری خواجہ حسن نظامی)

۱۸۰۔ غیاث الدین ملک بنگال

م ۷۷۵ھ
۱۳۷۴ء

"الملک المویّد" غیاث الدین ابن سکندر بن شمس الدین۔ مشہور بادشاہ ہیں جو اپنے والد کی رحلت کے بعد ۷۶۷ھ میں سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ اس شہر کا نام باکدالہ تھا۔ ماضی میں بنگال میں نہایت پر رونق شہر تھا۔

یہ بادشاہ فضل و کمال میں بھی معروف تھا۔ درسیات شیخ حمید الدین ناگوری سے پڑھیں مشایخ آتے، تو ان کے ساتھ احسان کرتے۔ یہ رویہ عامۃ الناس کے ساتھ تھا۔ ایک مرتبہ اپنے غلام یاقوت الغیاثی کے ہاتھوں بہت بڑی رقم حرمین بھیجی۔ تاکہ وہاں کے مساکین میں تقسیم کر دی جائے۔ اور وہاں پر ایک مدرسہ اور حاجیوں کے لیے ایسی دار الاقامۃ تعمیر کرا دی جائے جس کے ساتھ آمدنی کے وسایط بھی ہوں تاکہ مدرسہ کے مصارف نکل سکیں۔ اس تمام تجویز میں سلطان کے نیک دل وزیر خاں جہاں بھی شریک تھے۔

یاقوت غیاثی نے مکہ مکرمہ میں مدرسہ اور مہمان سرائے کے لیے ایسے دو گھر خریدے جو پاس پاس تھے۔ یہ گھر باب ام ہانی کے قریب تھے۔ پہلے انہیں مسمار کرا کے زمین کے برابر کر دیا پھر از سر نو مدرسہ اور رباط (مہمان سرائے) کے لیے عمارت تعمیر کرائی۔ اس کے لیے دو واٹر ورکس اور نہر رکانی سے پانی لینے کے لیے چار موگے (پانی کے منہ) بنوائے جنہیں مدرسہ کے لیے وقف کر دیا۔ مدرسین میں سے ہر چہار مسالک کے چار مدرس قرار پائے۔ طلباء کی تعداد ساٹھ تک مقرر کر دی۔ طلباء کی دار الاقامۃ کے لیے مدرسہ کے سامنے ۵۰۰ سو طلائی مثقال کا ایک محل خریدا۔ جو مہمان سرائے کا کام بھی دیتا۔ سید حسن شریف مکہ نے ان دونوں مکانات اور ان کے سقاووں سے چشمۂ رکانی سے ۱۲ ہزار طلائی مثقال سے ایک حصہ خرید لیا۔

اس کے سوا سلطان غیاث الدین نے اہل مکہ کی امداد کے لیے جو مال بھیجا تھا شریف

نے اس میں سے تیس ہزار طلائی مثقال عرفات کے چشمہ کی اصلاح کے لیے وصول کر لیے۔ اور اس نے اپنے ایک معتمد کو چشمہ بازان کے اندر کوڑا کرکٹ کی صفائی کے لیے مقرر کیا۔ جس کی وجہ سے اس چشمے کا پانی برسوں سے بہنا بند ہو گیا تھا۔

سلطان کے وزیر خان جہان نے یاقوت کے ہمراہ ایک غلام حاجی اقبال کو مدینہ منورہ کی اصلاح کے لیے بے شمار رقم دے کر بھیجا۔ مگر وہ کشتی جدہ کے پاس آکر تباہ ہو گئی۔ اور تمام مال و منال سمندر میں غرق ہو گیا۔ یہ تذکرہ مفتی قطب الدین محمد ابن احمد نہروالی نے اپنی تاریخ فتح مکہ میں کیا ہے۔

فی الجملہ سلطان ممدوح نہایت اچھا بادشاہ تھا اور اس کی خوبیوں کی وجہ سے اس کی شہرت تمام اطراف و اکناف عالم میں پھیل چکی تھی۔ حاجت مند دور دور سے اس کے پاس آتے اور ہمیشہ کامیاب ہو کر لوٹتے۔ حافظ شیراز نے اس کا ذکر ان اشعار میں کیا ہے۔

آں چشم جادوانہ عابد فریب بین
کس کارواں سحر بدنبالہ مے رود

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند
زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ مے رود

حافظ ز شوقِ مجلسِ سلطان غیاث دین
خامش مشو کہ کارِ تو از نالہ مے رود[1]

---

[1] بحوالہ مہر جہاں تاب (دو رنگین ص ۱۰۳)

۱۸۱۔ مولانا فخر الدین زرادی

م ۷۲۸ھ
۱۳۲۶ء
(بعہد سلطان محمد تغلق)

"الشیخ الفاضل العلامۃ" مبداء و منشأ قصبہ سامانا۔ کم سنی ہی میں پڑھنا شروع کر دیا۔ اور سن رشد کے قریب دہلی آکر مولانا فخر الدین ہانسوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔ اس عرصہ میں قاضی کمال الدین ہانسوی اور شیخ نصیر الدین محمود اودھی بھی ان کے اسباق میں شریک تھے۔ صاحب تذکرہ حضرت نظام المشایخ کی زبان پر اکثر طعن و دراز رہتی۔ جس سے حضرت محمود اودھی انہیں منع کر کے شاہ صاحب کی خدمت میں باریابی کی تحریک کرتے۔ آخر ایک روز وہ شاہ صاحب کے حضور میں پہنچ ہی گئے۔

اور آپ کو دیکھتے ہی حالت طاری ہو گئی۔ سر انقیاد جھکا دیا۔ مدتوں حضرت کی خدمت میں ملازم رہے۔ اور سلسلہ تدریس بھی قائم رکھا۔ حضرت سے خرقۂ خلافت عطا ہوا۔

زیارۂ حرمین کے لیے گئے اور بعد از فراغ بغداد پہنچے۔ کئی شیوخ سے حدیث پڑھی۔ واپسی میں سمندر میں گر کر جان بحق ہو گئے۔

اخلاق

صاف گو، بے خوف، خصوصاً دین کے معاملہ میں کسی شخص کی خفگی خاطر میں نہ لاتے۔ ظالم سلطان کے سامنے حق گوئی سے زبان نہ روکتے۔ جیسا کہ کرمانی نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ محمد تغلق نے انہیں صرف قتل کرنے کے لیے بہانے سے طلب کیا۔ اور کہا کہ میں تاتار سے نبرد آزمائی کے لیے تیار ہو رہا ہوں۔ آپ مسلمانوں کو میری معیت کے لیے آمادہ کیجیے۔ مولانا نے جواب میں صرف انشاء اللہ کہا۔ سلطان نے جواب دیا کہ انشاء اللہ تو شک کا کلمہ ہے۔ مولانا نے

جواب دیا کہ آپ بھی ہر مستقبل کے لیے یہی کلمہ استعمال کیا کیجیے۔ بادشاہ نے کہا۔ مجھے نصیحت کیجیے تو فرمایا کہ غصہ چھپالیا کیجیے۔ سلطان نے کہا "غصہ کیا ہے؟ فرمایا۔ غصہ ہے درندوں کا سا غیض وغضب۔ یہ سن کر سلطان اور بھی غضب میں بھر گیا۔ مگر خاموش رہ کر دیناروں سے بھری ہوئی تھیلی طشت میں سجا کر پیش کی۔ کہ اگر مولانا قبول نہ کریں تو ان پر گرفت کا یہی بہانہ ہو جائے۔ مولانا کے ہمراہ آپ کے شاگرد قطب الدین تھے۔ انھوں نے تھیلی لے لی اور دونوں اس قتال بادشاہ سے جان سلامت لے کر واپس لوٹ آئے۔

مولانا زرادی حضرت نظام المشایخ کے خلفا میں بوجوہ ممتاز تھے۔ وہ حاضر جواب۔ خوش کلام اور ذہین ہونے کے ساتھ جملہ علوم میں ماہر تھے۔

تلامذہ

شیخ سراج الدین عثمان اودھی —— مولانا رکن الدین اور ان کے بھائی صدر الدین اندر پتی —— محمود ابن المبارک کرمانی اور ان کے عم بزرگوار حسین ابن محمود وغیرہ۔

تصانیف

(۱) العثمانیہ —— در علم صرف شیخ سراج الدین محمد رح کے لیے۔
(۲) المخمسین —— ان مسائل کلامیہ میں جن کا سمجھنا مشکل ہے۔
(۳) کشف القناع عن وجوہ السماع
(۴) اصول السماع

(مؤلف نزہتہ الخواطر فرماتے ہیں۔ ہم نے آخری رسالہ (۴) کا مطالعہ کیا ہے۔
رسالہ اصولِ سماع میں ان کے فوائد!
اہل سنت والجماعت تین فرقوں میں منقسم ہیں۔

۱ ۔ فقہا

۲ ۔ محدثین

۳ ۔ صوفیا

ان میں سے فقہا تو محدثین پر یہ طعن کرتے ہیں کہ وہ صرف حدیث کے پیرو ہیں اور حدیث کی پرکھ کے لیے صرف سند صحیح پر اکتفا کرتے ہیں ۔

لیکن فقہا خود کو اہل الرائے بتاتے اور رائے کے مقابلے میں خبر واحد کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں ۔ ان کے نزدیک خبر واحد کے مقابلے میں قیاس یعنی درایتہ قابلِ قبول ہے ۔ اگرچہ خبر واحد کے تمام راوی ثقہ ہی کیوں نہ ہوں ۔

مترجم :۔ اور خبر واحد یعنی ایسی حدیث کے ہے جس کا راوی کسی درجے میں تنہا رہ جائے صحابی ہو یا تابعی ۔ مثلاً

راویوں میں ا ب ج د ہیں

صحابی تابعی تبع تابعی ۔

اگر روایت ا سے ہے اور ا صحابی بھی ہے مگر اس کا ہم نوا اس روایت میں کوئی دوسرا صحابی نہیں ۔ اسی طرح ب، ج، د، ہ کا ماجرا ہے ۔ تو یہ خبر واحد ہوئی ۔ ایسی حدیث کے مقابلے میں رائے یا قیاس ہے تو یہ قابلِ قبول ہے ۔

مگر محدثین خبر واحد کو بھی قیاس کے مقابلے میں قابلِ عمل گردانتے ہیں ۔

اب رہے صوفیہ ۔ تو ان کے لیے خبر واحد اور قیاس و رائے سب محجوب ہیں ۔ اس لیے کہ ان کی توجہ ذات لاالہ کی طرف ۔ اور ماسوا اللہ سے ہٹی ہوئی ہے ۔ وہ مذاہب اربعہ کے قیاسات کے مقابلے میں صرف احوط (محتاط) بات قبول کرتے ہیں نہ کہ مذہب معین کو ۔ ان کی ایسی ادا پر انہیں "الصوفی لا مذہب لہ" کا طعن دیا گیا یعنی وہ شافعی مالکی حنبلی ابوحنیفہ کسی کا مسلک تسلیم

نہیں کرتے۔ بلکہ اس قول رسول علیہ السلام سے تمسک کرتے ہیں۔ "اختلاف امتی سعۃ فی الدین" کہ میری امت کا اختلاف ان کے دین کی وسعت کے لیے ہے"۔ پس جب اختلاف دین وسعت کا ذریعہ ہے تو مذہب معین پر رہنا وسعت کو محدود کرنا ہوا۔ اور دین میں تضییق کرنا ممنوع ہے کیونکہ امتی کے لیے اس میں تکلیف ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا جب ایک اعرابی نے آنحضرت کے سامنے دعا مانگی کہ

اللھم ارحمنی ومحمداً ولا ترحم معنا احداً

ترجمہ:۔ یا اللہ مجھے اور محمد کو اپنے رحم کا مورد بنا لے اور ہم دونوں کے ساتھ کسی اور کو اس کا مورد نہ بنانا۔

جس پر آنحضرت نے اعرابی سے فرمایا۔ ارے "تحجرت واسعاً" تو نے تو وسیع دائرے کو محدود کر دیا!

جس سے ثابت ہوا کہ مذہب معین کا لزوم کوئی شے نہیں۔ جو صرف عوام کے لیے ہو سکتا ہے۔ اس کی تائید صوفیہ کا یہ قول بھی کرتا ہے کہ دین میں صرف کتاب وسنت کافی ہے۔ انہی پر محققین کا اتفاق ہے۔ کتاب یعنی قرآن کی آیت "فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون" ہے (کہ اگر خود تم مسئلہ نہیں جانتے تو جاننے والوں سے سوال کرو!) اس آیت میں "سوال کرو" کے ساتھ کسی معین مذہب والے کا ذکر ہی نہیں۔ بلکہ ثابت ہوا کہ مذہب معین کی پیروی بدعت ہے!

اور سنت سے رسول علیہ السلام کا ارشاد "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کا بھی تم اتباع کرو گے منزل پر پہنچ جاؤ گے) پس آنحضرت کا ارشاد بہ لفظ اقتداء مانند آیتہ مذکرۃ الصدر میں لفظ سوال کا مترادف ہوا۔ در بارۂ ترک اختیار (مذہب معین) کے۔

رہا اجماع! تو اجماع کا معنی ظاہر ہے یہ کہ تمامی مجتہدین کے اقوال پر احاطہ کے بعد

کسی قول اورجح کی تمیز۔ جو طالب علم کا طریقہ ہے۔ جیساکہ حدیث میں (طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ) (علم کی طلب ہر مسلم مرد و زن پر واجب ہے۔) پس مذہب معین کی پابندی یا تقلید بند کرنا ہے وسعت کو۔ یہی حال قیاس کا ہے کیونکہ اس میں بھی فی المعنی ترجیح ہے کسی ایک قول مرجوح پر اور یہ بھی دین میں اغلاق ہی ہے۔

پس جب کہ صوفی کسی ایک مذہب کے پابند نہیں تو ان کے بارے میں فقہا کی رائے کوئی وزن نہیں رکھتی۔

۱۸۲۔ شیخ فخر الدین مروزی

م ۷۳۶ھ / ۱۳۳۵ء

(بعہد محمد تغلق)

"الشیخ الفقیہ الزاہد" فضل و بزرگی میں فرد روزگار اور حضرت نظام المشائخ کی بیعت سے سرفراز۔ جس کے بعد خود کو تقویٰ و عبادت کا ایسا پابند کر دیا کہ ان کے دور میں ان کا مثل سنا نہ گیا[1]

۱۸۳۔ مولانا فخر الدین ناقلی

(بعہد غیاث الدین بلبن)

"الشیخ الفاضل العلامۃ المعمر الناقلۃ" فقہ و اصول و ادب عربی میں ممتاز۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں صدر مقرر ہوئے اور ایک عرصہ کے بعد معزول بھی کر دیے گئے۔ اس

---

[1] خزینۃ الاصفیاء (در ملتان)

کے بعد سلطان جلال الدین فیروز خلجی کا دور آیا۔ تو آپ کو پھر اسی منصب پر فائز کر دیا گیا۔ اس مرتبہ چار سال گذارنے کے بعد معزول ہوئے۔
مشغلہ تدریس جاری ہی رہتا جس سے لاتعداد افراد مستفیض ہوتے[1]

۱۸۴۔ مولانا فخر الدین ہانسوی

"الشیخ الفاضل الکبیر العلامتہ" اپنے عہد کے ممتاز اساتذہ سے تھے۔ دہلی میں مسند تدریس آراستہ رہی۔

آپ کے تلامذہ

قاضی کمال الدین ہانسوی۔ شیخ نصیر الدین محمود اودھی۔ شیخ فخر الدین زرادی کے علاوہ بے شمار افراد ہیں۔ شیخ حمید الدین دہلوی نے اپنی کتاب خیر المجالس میں لکھا ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود نے انہیں ہدایہ سنائی جس میں فخر الدین زرادی بھی ان کے سبق میں شریک ہوتے تھے

تصانیف:۔
دستور الحقائق (کتاب ضخیم) ہے۔

۱۸۵۔ مولانا فخر الدین شاقل

(بعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

"الشیخ الفاضل" اساتذہ کبار میں سے تھے۔ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی کے دور میں دہلی کے اندر تدریس فرماتے[2]

---

[1] برنی (در متن)

[2] برنی (در متن)

۱۸۶۔ قاضی فخر الدین بجنوری

م ۲۵ جمادی الثانی ۷۵۹ھ / ۱۳۵۷ء

ابن رکن الدین بن فخر الدین پسر عثمان ابن ابوبکر صدیقی الستری ثم بجنوری "الشیخ الفقیہ الصالح" زہد و تقویٰ میں ممتاز اور حضرت نظام المشائخ کے رشتۂ بیعت میں منسلک ہونے کے بعد شیخ نصیر الدین محمود اودھی کی بیعت کا ربقہ حمائل کیا۔ زہد اور لوگوں سے کنارہ کشی میں بیمثال تھے۔ بجنور ہی میں آسودۂ لحد ہوگئے[1]

۱۸۷۔ فخر الدین زاہدی میرٹھی

ابن شہاب الدین بن فخر الدین الزاہدی میرٹھی دہلوی۔ ہندوستان کے مشہور مشائخ سے تھے۔ شیخ جلال الدین حسین ابن احمد حسینی بخاری کی دہلی میں ان سے ملاقات ہوئی۔ ان کے تین صاحبزادے تھے۔

۱ - بہاء الدین گنج اوان۔ کالپی میں سکونت پذیر ہوئے۔

۲ - بدر الدین

۳ - صدر الدین جون پور میں اقامت فرمائی اور جلال الدین ممدوح سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔[2]

۱۸۸۔ مولانا فخر الدین دہلوی

"الشیخ الکبیر شمس الملک" دہلی کے امرائے کبار سے تھے۔ اتفاق سے حال طاری ہوگیا۔ تو برہان الدین ہانسوی غریب کی خدمت میں ملازمت اختیار فرما کر طریقۂ چشتیہ میں منسلک

---

[1] تذکرۃ الاصفیاء (در متن)   [2] بحر الزخار (در متن)

ہو گئے - امارۃ اور مناصب شاہی ترک کر دیے - اور دہلی سے دولت آباد دکن میں منتقل ہو گئے جہاں شیخ ہانسوی ممدوح کا زاویہ تھا - وہیں آسودۂ لحد ہوئے - اور ان کی قبر عوام و خاص کی زیارت گاہ ہے -

۱۸۹ - شیخ الاسلام فریدالدین اودھی

م ۷۵۲ھ
۱۳۵۱ء

"الشیخ العالم الکبیر العلامتہ" ایسے مشہور عالم کہ ان کے زمانے میں نحو و لغت و عربیت میں کوئی ان کا حریف نہ تھا - اودھ میں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز تھے - شیخ شمس الائمہ محمد بن یحییٰ اودھی نے ان سے پڑھا - اور علاءالدین نیلی نے آپ سے کشاف پڑھی [1]

۱۹۰ - شیخ فریدالدین ناگوری

"الشیخ العالم الفقیہ" محمود بن علی الحمیدی السعیدی السوالی شیخ فریدالدین ناگوری - اپنے دور کے ممتاز مشایخ سے تھے - ناگور مبداء و ملنشار ہے - طریقت میں اپنے والد سے فیض یاب اور ان کی رحلت کے بعد ان کے قائم مقام - ضیاءالدین نخشبی اور دوسرے بہت سے افراد خود ان سے مستفیض - تصانیف میں کتاب سرالصدور - اپنے عہد کے حالات پر جنہیں اپنی کم سنی میں دیکھا - اجازۂ حدیث و ارشاد اپنے والد سے ہے - جد نے ان کے لیے دعا اور خرقہ دونوں عنایت فرمائے [2]

---

[1] سیرالاولیاء درمتن

[2] بحرالزخار (درمتن)

۱۹۱۔ شیخ فرید الدین دولت آبادی

۲۹ محرم الحرام ۷۳۸ھ / ۱۳۳۶ھ

الشیخ العالم الفقیہ ــــ المشہور بالادیب۔ چشتیہ کے مشایخ کبار سے ہیں۔ طریقت میں شیخ برہان الدین محمد ہانسوی غریب سے مستفیض۔ جن کے مدتوں ملازم خدمت رہے۔ یہاں تک کہ درجۂ کمال تک آپہنچے۔ شیخ کو ان سے بے حد محبت تھی۔ شیخ کی رحلت سے ۱۲ روز قبل آسودۂ لحد ہو گئے۔ ان کی قبر زیارہ گاہ خاص و عام ہے۔

۱۹۲۔ شیخ فضل بن محمد ملتانی

الشیخ الفقیہ الزاہد فضل بن محمد بن زکریا اسدی القرشی یعنی شیخ فضل اللہ ملتانی۔ علم و معرفت میں ممتاز اور اپنے والد شیخ صدر الدین محمد عارف سے مستفیض۔ ان سے شیخ شمس الدین مصری محدث نے اکتساب کیا۔[1]

۱۹۳۔ مولانا فصیح الدین دہلوی

(دلعہد سلطان غیاث الدین بلبن)

"الشیخ الفاضل" علم و عمل میں ممتاز الاقران۔ اصول فقہ شیخ شمس الدین توشبی سے حاصل کئے ہیں قاضی محی الدین کاشانی بھی شریک سبق تھے۔ بقیہ فنون دوسرے اساتذہ سے حاصل کیے۔ ذہن رسا اور بات کرنے کا ملکہ تھا۔ اپنے زمانہ تدریس و افادہ میں بڑی شہرت حاصل کی۔ بادشاہ غیاث الدین بلبن نے اپنے شہزادوں کی تعلیم پر آپ کو مقرر کیا۔

---

[1] برنی (در متن)

اور برسوں تک پڑھاتے رہے۔ معزولی کے بعد حضرت شہنشاہ دین کی خدمت میں ملازم ہوئے اور برسوں یہ چاکری کرتے رہے۔ شیخ کی زندگی میں رحلت فرمائی۔[۱]

۱۹۴۔ قاضی فصیح الدین ہروی

(بعہد تغلق)

"الامیر الفاضل علاء الملک فصیح الدین الہروی الخراسانی احد الفقہا الحنفیہ" شہر ہرات میں قاضی تھے۔ ہندوستان تشریف لے آئے۔ تو سلطان مذکور نے آپ کو شہر لاہری کا نگراں مقرر کر دیا۔

یہ شہر بحر ہند کے ساحل پر ہے۔ دریائے سندھ کا سنگم اسی شہر کے پائیں میں ہے۔ یہاں کی صنعت میں جہازوں کے لنگر اس قدر مشہور تھے کہ یمن اور فارس تک کے بیوپاری ان کے لیے آتے۔ جس کی وجہ سے یہاں پر سرکاری لگان اور عوام کی دولت دونوں زیادہ تھے۔ انہوں نے جب یہ رنگ دیکھ کر تغلق کی طرف لکھا کہ اس شہر سے ساٹھ لاکھ سالانہ لگان ہو سکتا ہے۔ اگر اس کا نیم دہ (۲۰۔ واں حصہ) راقم کو عنایت فرمایا جائے۔

۱۹۵۔ فیروز شاہ دہلوی

ماہ رمضان از ۷۰۹ھ (۱۳۰۹ء) تا ۷۹۹ھ (۱۳۹۵ء)

"ابو المظفر کمال الدین فیروز شاہ ابن سالار رجب السلطان الصالح" جو سلطان محمد تغلق کے عم زاد تھے۔ اپنے عم بزرگوار سلطان غیاث الدین اور محمد تغلق دونوں کے زیر سایہ پروان چڑھے۔ بڑے ہوئے تو دربار میں حاجب کا منصب حاصل ہوا۔ محمد تغلق کی رحلت، در ۷۵۲ھ

---

[۱] سیر الاولیاء (در متن)

درماہ محرم ۷۵۲ھ) پر رعایا ان کے انکار کے باوجود بیعت کے لیے امڈ آئی - اور شیخ نصیر الدین محمود صدر مملکت اور قاضی وفقہا بھی مصر ہوئے - تب انہوں نے بیعت لینے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا - اس میں ان کے عدل اور حسن معاملہ کا بھی دخل تھا -

زمام حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد انہوں نے دہلی سے جنوب کی طرف ۷۵۵ھ میں ایک نیا شہر بنام فیروز آباد آباد کیا — دریائے جمنا سے ایک نہر نکلوا کر فیروز آباد کی اراضی سیراب کرنے کا انتظام کیا - ۷۵۶ھ میں دریائے ستلج سے ایک نہر نکلوا کر جھجر (شہر) کی طرف لے جائی گئی - جھجر اور اس نہر کے درمیان ۴۸ کوس کا فاصلہ تھا - اور ایک کوس ہوتا ہے دو میل کا - اسی طرح ۷۵۷ھ میں جبل مندی اور سرمور سے ایک نہر نکلوائی - ان کی یہ تمام نہریں سات تھیں - جنہیں وہ آلبسین کی طرف لے آیا اور یہاں ایک سربلند قلعہ حصار فیروز کے نام سے تعمیر کرایا - اس کے بعد بھی ایک نہر گھگھر ۷۶۲ھ کے نام سے کھدوائی - جسے سرستی کی فصیل تک لے جاکر اسے نہر سرکھترہ سے ملا دیا گیا -

اسی طرح ایک اور نہر سرستی اور سلیم کے درمیان نکلوائی - اس سرزمین میں مٹی کے بڑے بڑے تودے تھے - نہر سرستی اور سلیم دونوں نہروں کو ملا کر سرہند اور منصور پور (سنام) کی اراضی سیراب کرنے کی تجویز کی - ایک اور نہر جمنا سے نکال کر خضر آباد اور سفیدون کی سرزمین کی آبپاشی کا اقدام کیا - الغرض فیروز شاہ نے (۵۰) نہریں کھدوائیں -

اسی طرح ۴۰ مسجدیں - (۲۰) زاویے - (۱۰۰) قصر - (۵۰) شفاخانے - (۱۰۰) مقبرے (۱۰) حمام - (۱۰۰) سوپل اور (۱۵۰) کنوئیں تعمیر کرائے -

باغات :- دہلی کے نواح میں ۱۲۰۰ - شاہدرہ کے اردگرد (۸۰) - چتور کے چاروں طرف (۴۴) — باغات لگوائے - ان باغوں میں سات قسم کے تو صرف انگور ہی کے تھے -

آمدنی

ان کے تمام مصارف وضع کرنے کے بعد سالانہ آمدنی (۸۰) لاکھ تنکہ تھی (فی تنکہ آج کے حساب سے ۴۰ روپے کا ہے) اور دو آبہ دہلی (مابین جمنا گنگا) میں آب پاشی کا جو انتظام تھا اس کی آمدنی میں سے علماء و مشائخ کو ۱۶ لاکھ ۶۰ ہزار تنکہ وظیفہ ملتا۔ اور عام ضرورت مندوں کو سات لاکھ تنکہ۔

فیروز شاہ نے دہلی میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی جو پتھر کھود کر بنی۔ حوض خاص دہلی پر مدرسہ اور جامع مسجد بنوائی۔ جس میں باہر سے ایک چشمہ کا پانی لایا گیا۔ اس مسجد کی نظیر تمام دنیا میں نہ تھی (جیسا کہ برنی نے لکھا ہے)

جب اس نے نگر کوٹ فتح کیا تو جوالا مکھی پر کھڑے ہو کر ہندوؤں کا مندر دیکھا معلوم ہوا کہ اس مندر میں بت پرستوں کی ۱۳۰۰ سو کتابیں سنسکرت میں رکھی ہوئی ہیں۔ سلطان نے ان میں سے بعض ایسی کتابیں فارسی میں ترجمہ کرادیں جو ریاضی، نجوم، ادب و موسیقی میں تھیں مشہور فارسی شاعر اعز الدین خالد خانی نے حکمت طبیعہ، تفاول و تطییر کی ایک کتاب کا ترجمہ کر کے نام دلائل فیروز شاہی رکھا۔

علاوہ ازیں ضیاء الدین برنی نے دہلی کے بادشاہوں کی تاریخ لکھی۔ سراج عفیف نے بھی ایسی ہی ایک کتاب لکھی۔ خود سلطان فیروز شاہ نے ریاست و سیاست میں (۸) ابواب پر ایک کتاب مدون کی اور عمال کو حکم دیا کہ الواح حجری پر منقش کر کے جامع مسجد فیروز آباد کے ہشت پہلو منارہ میں یہ الواح رکھے جائیں۔ ماسوائے ازیں فیروز شاہ نے ایک ایسی گھڑی بنائی جو ہر گھنٹہ گذرنے پر ایک مترنم لہر آواز سناتی۔ یعنی

ہر ساعتے کہ بر داشتہ طاس مے زنند

نقصان عمر مے شود آں یاد مے دہند

اس گھڑی سے رات دن کے اوقات، سایۂ افطار کا وقت معلوم ہوجاتا۔ یہ گھڑی فیروز آباد میں نصب تھی۔

۱۹۶- شیخ فیروز دہلوی

"الشیخ العالم الصالح" صلاح وتجرد دونوں میں ممتاز۔ حضرت نظام المشائخ دہلوی کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ اور بے شمار فیوض سے مالامال ہوئے۔ وہ ایسے قانع تھے کہ دولت مندوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتے نہ ان کے ہدایہ قبول کرتے نہ عوام کے نذرانے۔ دولت آباد میں سپرد لحد ہوئے۔

۱۹۷- شیخ قاسم بن عمر دہلوی

"الشیخ الفاضل الکبیر" قاسم بن عمر۔ ان کے والد حضرت عمر نظام الدین اولیاء کے ہمشیرہ زادہ تھے۔ یہ دہلی میں پیدا ہوئے اور یہیں پروان چڑھے۔ کلام اللہ حفظ کیا۔ مولانا جلال الدین دہلوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔ جملہ درسیات آپ سے تا بہ ہدایہ وکشاف پڑھیں نہایت ذہین اور طباع تھے۔

تصانیف

لطائف التفسیر ہے۔ جس میں اکثر وبیشتر لطائف واسرار ضبط ہیں۔[1]

۱۹۸- شیخ قطب الدین ہانسوی

م ۲۶ ذی قعدہ ۷۵۷ھ / ۱۳۵۶ء

"الشیخ الزاہد الکبیر المجاہد" قطب الدین ابن برہان الدین بن جمال الدین لغمانی ہانسوی

---

[1] سیر الاولیاء (در متن)

المشہور بہ منوّر۔ مشہور مشایخ ہند میں سے تھے۔ ہانسی مولد و منشاء ہے۔ طریقت میں حضرت شاہ نظام الدین دہلوی سے مستفیض ہیں۔ اور برسوں ان کے ملازم رہے۔ شیخ نے ۷۲۴ھ / ۱۳۲۴ء میں آپ کو اپنی خلافت عطا فرمائی۔ یہ بڑے زاہد و عابد تھے۔ دن میں روزہ اور رات کو قیام ان کا شعار تھا۔ فکر و ذکر کسی وقت ترک نہ ہوتا۔ دنیا کی کسی شے سے واسطہ نہ تھا۔ امراء سے بے تعلق تھے۔ تغلق (محمد شاہ) نے دو عدد مواضع جاگیر میں پیش کیے مگر انہوں نے پائے استغنا سے ٹھکرا دیے[1]

۱۹۹۔ قطب الدین حیدر علوی

م ۷۹۶ھ / ۱۳۹۴ء

"الشیخ العابد الزاہد" قطب الدین حیدر ——— صلحاء میں ممتاز تھے۔ ابن بطوطہ نے آپ سے شہر اوچ میں ملاقات کی۔

۲۰۰۔ قطب الدین شاہ کشمیری

م ۷۹۶ھ / ۱۳۹۴ء۔ ان کے والد مرزا کا تذکرہ نمبر ۱۵ میں گزر چکا ہے۔

"الملک المؤید" قطب الدین بن شمس الدین شاہ مرزا الکشمیری السلطان المنصور اپنے بھائی شہاب الدین کے بعد سریر آرائے حکومت ہوئے۔ عمدہ بادشاہ تھے۔ زیور علم سے آراستہ، عدل و بخشش سے بہرہ مند، شہر قطب الدین پور تعمیر کرایا۔ اور وہاں عالیشان مدرسہ قائم کیا۔ شیخ علی بن شہاب حسینی ہمدانی ان کے ہاں تشریف لائے۔ تو نہایت جوش و خلوص سے استقبال کیا۔ ان کی بادشاہت ۱۵ سال تک ممتد رہی[2]

---

[1] سراج عفیف در تاریخ (درمتن)　　[2] تاریخ فرشتہ (درمتن)

۲۰۱۔ مولانا قوام الدین دہلوی

(بعہد سلطان غیاث الدین بلبن ــــــ و ــــــ معز الدین کیقباد)

"الشیخ الحمید الاجل" "الدبیر المشہور" بہ عمدۃ الملک، علم میں ممتاز، سلطان بلبن کے عہد میں دیوانِ انشا کے افسرِ اعلیٰ اور ــــــ بہ عہد سلطان کیقباد (وزارت) سے فائز ہوئے۔ اشراف و نجابت کے منصب بھی انہی کو تفویض تھے۔ جیسا کہ برنی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے ممدوح نے ان کے علم و فضل اور انشا پردازی اور مکتوب نویسی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے زمانے میں ان کمالات میں کوئی ان کا مماثل نہ تھا۔ وہ اپنے دور میں وطواط اور اصم تھے۔ سلطان بلبن نے بنگال سے بعض امرا کو جادو کی ایک کتاب الفتح نام کی بھجوائی تھی جو ان کے ہاتھ لگ گئی۔ اور انہوں نے لوگوں کے قلوب میں دہشت بھر دی۔

۲۰۲۔ مولانا کبیر الدین عراقی

"الشیخ الفاضل المورخ" کبیر الدین ابن تاج الدین العراقی الدہلوی جو تاریخ میں و سیر میں بر سرِ عنوان تھے۔ ان کے معاصر میں کوئی دوسرا ان دو مضامین کے اندر ان کا حریف نہ تھا۔ انشا پردازی میں تو فصاحت و بلاغت کے دریا ہی بہا دیتے۔ فارسی اور عربی دونوں میں ملکہ تھا۔ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی پر فتوح السلاطین کے نام سے ایک کتاب لکھی مگر مدح بے جا و مبالغات و خوشامد سے ملوث کر دی۔ بخلاف مورخین کے جو اپنے موضوع میں خیر و شر حسن و قبح و مناقب و معائب ہر امر کا التزام ضروری سمجھتے۔ تاہم وہ ارباب فضل و کمال میں سے تھے۔ بادشاہ نے انہیں ان کے والد کی جگہ پر لشکر کا امیر داد مقرر کر دیا تھا۔[۲]

---

[۲] برنی (در متن)

۲۰۳۔ مولانا کریم الدین دہلوی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ العالم الصالح" وعظ و تذکیر میں مشہور تھے۔ وہ ان مواقع پر اپنے شعر زیادہ پڑھتے اور نثر کو مسجع کرتے جاتے جس کی وجہ سے لوگ انہیں پسند تو کرتے مگر ان کی بات دل میں نہ اترتی۔ حاضرین کی تعداد بھی معمولی ہی سی رہتی۔ ان کے بیان میں انشا کی فراوانی ان کی قابلیت کا ثبوت ہے۔[1]

۲۰۴۔ مولانا کریم الدین جوہری

(بعہد سلطان محمد ورح)

"الشیخ الفاضل کریم الدین" فقہ و اصول و عربی میں ممتاز الافاضل تھے۔ اور دہلی کے اندر آپ کی مسند تدریس آراستہ تھی۔[2]

۲۰۵۔ مولانا کریم الدین سمرقندی

(بعہد محمد تغلق)

"الشیخ الفاضل" ادب میں بلوغ نظر حاصل تھا۔ شیخ محمد اسحاق الحسینی بخاری کی دامادی سے مفتخر اور حضرت نظام الدین اولیاء کی بیعت کے ساتھ ساتھ برسوں ان کی خدمت میں رہنے کا امتیاز بھی حاصل ہوا۔
ست گانوں کی شیخ الاسلامی پر متعین فرمایا۔ ایک عرصہ کے بعد وہیں طمطاحل ہو گئے۔

---

[1] برنی (درمتن)　[2] برنی (درمتن)

آپ علم میں برتر، گفتگو میں بالغ اور احسان وجود میں مشہور تھے[1]

۲۰۶۔ کمال الدین سامانوی

"الشیخ الفاضل العلامتہ" اپنے دور کے ممتاز اساتذہ (بہند در تحقیق) سے تھے۔ برسوں دہلی میں درس دیا۔ بعہد محمد تغلق میں دولت آباد دکن تشریف لے گئے۔ تو وہاں بھی یہی شغل رہا۔ ان کے بیشمار شاگردوں میں شیخ زین الدین داؤد بن الحسین شیرازی ہیں[2]۔

۲۰۷۔ مولانا کمال الدین دہلوی

"الشیخ الفاضل" ابن عبدالرحمٰن بن محمد بن عمر الحنفی الصوفی۔ مشہور بہ علامہ فرخ شاہ عمری ادھمی کابلی کے اخلاف سے ہیں اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودھی کے ہمشیرہ زاد ہیں۔ بچپن میں تعلیم پر راغب ہوئے تو فتویٰ نویسی اور تدریس کی قابلیت تک آپہنچے۔ بیعت اپنے ماموں سے کی۔ برسوں دہلی میں رہنے کے بعد گجرات تشریف لے گئے اور دولت حسن قبول سے مالامال ہوئے اور پھر دہلی لوٹ آئے اور یہیں رحلت فرمائی[3]

۲۰۸۔ شیخ کمال الدین غاری[4]

"الشیخ الصالح العالم" دہلی میں حضرت نظام الدین کے زاویہ سے ایک طرف ایک غار میں قیام فرما تھے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں لکھا ہے:۔

"میں ان کی زیارت کے لیے ۳ مرتبہ غار میں گیا۔ ایک مرتبہ عرض کیا کہ میرا غلام بھاگ

---

[1] سیر الاولیاء (در متن)
[2] روضۃ الاولیاء (در متن)
[3] خزینۃ الاصفیاء (در متن)
[4] غار میں رہنے والے۔

کہ فلاں ترک کے پاس چلا گیا ہے اگر آپ اس پر صاد فرمائیں تو میں اس ترک کے پاس جاؤں فرمایا! وہ غلام تمہارے لائق نہیں، اسے جانے دو۔ ادھر ترک اس کا گرویدہ تھا اور میرے ساتھ معاملہ کرنا چاہتا تھا۔ یہ سن کر اس کے ہاں گیا تو ایک ہزار دینار پر سودا ہو گیا۔ ۲۔ مہینے کے بعد سنا کہ اس غلام نے ترک کو قتل کر دیا ہے۔ مقدمہ سلطان کے پاس آیا تو اس نے غلام کو مقتول کے بیٹوں کے حوالے کر دیا۔ جنہوں نے غلام کو قصاص میں قتل کر ڈالا"۔

"میں اس درویش کے پاس غار میں جاتا رہا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ میں اسی کا ہو کر رہ گیا۔ جو کچھ میرے پاس جمع پونجی تھی۔ سب غرباء میں تقسیم کر دی۔

یہ فقیر دس دس روز بعد روزہ افطار کرتے اور اگر جی چاہتا تو بیس روز تک مسلسل روزہ دار رہتے۔ اور قیام تو رات بھر ہی رہتا۔ میں درویش کے پاس ہی تھا کہ ایک روز بادشاہ نے مجھے یاد کیا اور میں دوبارہ دنیا میں گھر گیا"۔

ابن بطوطہ نے یہی واقعہ اپنے سفرنامے میں ایک اور مقام پر قلمبند کیا (مترجم) مگر دونوں تحریروں میں الفاظ کے سوا کوئی فرق نہ تھا الا یہ کہ "میں نے اسی اندازہ سے روزہ داری کا ارادہ ظاہر کیا تو فرمایا، آپ کو عبادت میں اپنے نفس پر نرمی برتنا چاہیئے۔ کیونکہ فصل بارآور ہونے کے لیے زمین میں صلاحیت ضروری ہے۔ ان کے اتنا کہنے ہی سے میرے بدن میں سستی ابھر آئی۔ اس پر بھی جو میرے پاس تھوڑا بہت باقی رہ گیا تھا وہ بھی فقراء کو دے دیا۔ حتیٰ کہ اپنے بدن کا لباس بھی ایک فقیر کے لباس سے بدل دیا۔

میں ان کے پاس ۵۔ ماہ تک رہا!

۲۰۹۔ مولانا کمال الدین الکوئلی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ الفاضل"۔۔۔ بن جمال الدین ابن عبداللہ ابن نظام الدین ابو المؤید دہلوی الکوئلی۔

دھلی میں قاضی امجد کی صاحبزادی بی بی عصمت اللہ سے عقد ہوا۔ اور دہلی ہی میں طرح اقامت ڈال دی۔ ان کا مسکن نور الدین المشہور بہ ملک یار پران کے خطیرہ سے متصل تھا۔ دہلی ہی میں وفات پائی اور حضرت قطب الدین بختیار اوشی کاکی کے مزار سے متصلہ حجرہ کے خطیرہ میں آسودۂ لحد ہوئے۔ یہ مقام پیپل اہلی کے نام سے مشہور ہے[1]

برنی فرماتے ہیں کہ آپ دہلی کے اندر عہد علاء الدین خلجی میں استاذ الاساتذہ تھے۔

۲۱۰۔ مولانا کمال الدین سنتوسی

"الشیخ الفاضل العلامۃ کمال الدین سنتوسی البہاری۔ علوم نقلیہ میں فخر الاماثل اور قریہ سنتوس کے مضافات بہار میں مسند درس آراستہ تھی۔ حضرت شرف الدین منیری نے انہیں ایک خط میں لکھا کہ :۔

ان العقل لمعرفۃ اللہ سبحانہ أم لا!

ترجمہ :۔ عقل خدا کی شناخت کے لیے کافی ہے یا نہیں؟

۲۱۱۔ شیخ کمال الدین مالوی

(العہد سلطان خلجیہ)

"الشیخ العارف الفقیہ" ـــــ ابن بایزید بن نصیر الدین بن فرید الدین مسعود العمری اجودھنی المالوی ـــــ شیوخ چشتیہ کے اکابر سے تھے۔ حضرت نظام المشایخ کے رلقۂ بیعت میں منسلک اور برسوں حضور کی خدمت میں ملازمت کا فخر حاصل کیا۔ حضرت نے آپ کو صوبہ مالوہ بھجوایا اور آپ شہر دھار میں مقیم ہو گئے۔ یہاں ان کے ہاتھ پر بے شمار ہندو مسلمان ہو گئے۔ یہیں دفن ہوئے ان کے مزار پر سلاطین خلجیہ نے نہایت عمدہ عمارات تعمیر کرائیں۔

---

[1] اخبار الجمال (درمتن)

۲۱۲۔ شیخ مبارک العمری البلخی گوپاموی

"الشیخ الصالح" مبارک ابن قاضی کریم الدین بن برہان الدین العمری البلخی گوپاموی صلاح و تقویٰ اور علم و فضل میں ممتاز الاقران۔ ہندوستان وارد ہوئے اور سلاطین وقت کے تقرب سے دہلی میں عہدہ میر داد مرحمت ہوا۔ یہ منصب وزارۃ سے دوسرے درجے پر ہے۔ برسوں اس پر فائز رہنے کے بعد حضرت شہنشاہ دین کی خدمت میں پہنچے اور مناصب واسباب و اموال دنیا کو ٹھکرا دیا۔

راقم (مؤلف نزہتہ الخواطر) نے ان کے اخلاف میں جو تحریر دیکھی۔ اس تحریر میں آپ کا قاضی شہر (گوپامئو) ہونا اور حضرت ابراہیم ادہم ــــ بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب کی اولاد سے ہونا منقول ہے۔ اس شجرہ میں ایک صاحب ناصح الدین کی وجہ سے یہ حضرات خود کو ناصحی ادھمی بتاتے ہیں ــــ مگر یہ سب کچھ بالکل غلط ہے اس لیے کہ

ابراہیم بن ادہم (مشہور ولی) تابہ عمر بن الخطاب اسی طرح مبارک بن کریم الدین ابن برہان الدین ابن ابوسعید بن صدرالدین ابن بدیع الدین بن ابواسحاق بن ابراہیم ابن کمال الدین بن جلال الدین بن ابوالحسن ابن ناصح الدین بن ابراہیم ابن ادہم بن بدیع الدین بن محمد بن ابوالمجاہد بن ابوالقاسم علی بن عبدالرزاق ابن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ اسی بنا پر وہ اپنے ناموں کے ساتھ ادھمی اور اس پر فخر کرتے۔ مگر یہ کچھ لوجوہ قابلِ اعتراض ہے ــــ (۱) ابراہیم بن ادھم صالح بلخی عمر کی اولاد سے نہ تھے۔ ابن اثیر نے کامل جلد ا میں لکھا ہے ابراہیم بن ادھم بن منصور ابواسحاق زاہد ان کا مولد بلخ ہے۔ جہاں سے شام آگئے اور وہاں منصب مرابطین پر فائز ہوئے۔ ان کا لبنی واسطہ بجر بن وائل سے ہے (بروایت ابوحاتم اللبنی)

حافظ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ "ابراہیم بن ادھم بن منصور قبیلہ عجل سے ہے" اور تمیمی نے کہا "ابواسحاق بلخی زاہد نے شام میں سکونت اختیار کرلی" بخاری نے کہا "مجھے قتیبہ تمیمی نے کہا کہ وہ کوفہ کے ہیں انہیں عجلی کہا جاتا اور وہ شام میں رہتے" مرتضیٰ ابن محمد بلگرامی زبیدی نے اتحاف السادات المتقین شرح احیاء علوم الدین میں لکھا ہے کہ "وہ امام زاہد ابواسحاق ابراہیم ابن ادھم بن منصور عجلی ہیں۔ اور انہیں "تمیمی بلخی" بھی کہا جاتا ہے ــــ صدوق تھے اور ۱۹۲ھ میں رحلت فرمائی۔

۲۱۳- مبارک شاہ خلجی

(یعنی قطب الدین مبارک شاہ)

م ۷۲۱ھ
۱۳۲۰ء

"الملک المؤید" بادشاہ دہلی۔ ۷۱۷ھ میں اپنے بھائی شہاب الدین کو قلعہ گوالیار میں نظر بند کر کے دہلی کی حکومت پر ٹوٹ گیا۔ شہاب الدین کے ساتھ اس قید و بند میں اس کے اور بھائی بھی تھے۔ جونہی مبارک کے قدم جم گئے۔ اس نے سب سے پہلے محبوسین قلعہ گوالیار کو شہید کرا کے اپنا دین و دنیا دونوں برباد کر لیے۔ اب اس نے دیوگیر دکن پر اپنی فوج ریل دی۔ جس نے وہاں کے راجہ پال دیو کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ مبارک وہاں گیا تو دیوگیر کا نام دولت آباد رکھا۔ اور وہاں ایک سر بفلک مسجد تعمیر کرانے کے بعد معبر کی طرف پہنچا۔ یہاں قتل عام اور علب مال و زر کے بعد شہر ورنگل سر کیا۔ اس شہر کے سربراہ سے لڑائی کے بعد مالِ کثیر لے کر صلح کر لی۔

مبارک شاہ نے اپنے بھائیوں کو تو قتل کرا ہی دیا تھا۔ اب امرا اور گردو لواح کے سربراہوں میں سے کوئی اس کا حریف نہ تھا —— اِلا اس کا امرد معشوق خسرو خاں نو مسلم جس نے اسے قتل کر کے اپنی راج دہانی قائم کر لی۔

مبارک کے اعوان میں محلات شاہی کی کنجیوں کا محافظ قاضی خاں اس کا دل سے خیر خواہ تھا۔ یہ خسرو خاں کو نگاہ میں رکھتا اور اس کی سازشوں سے باخبر رہتا۔ ایک روز خسرو خاں نے مبارک شاہ سے عرض کیا۔ میں نے ہندوؤں کی ایک جماعت کو آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کے لیے آمادہ کیا ہے۔ سلطان نے کہا تو ان کو لے آؤ۔ اس بدباطن نے کہا۔ وہ دن کے وقت میں آنے سے اپنے اقربا سے شرم کرتے ہیں۔ سلطان نے کہا نہ سہی رات کے وقت لے آنا۔ اس اجازت سے خسرو خاں نے دلاور ہندوؤں کو جمع کر لیا۔

گرمی کا زمانہ تھا۔ سلطان محل کی کھلی چھت پر راحت فرما تھا۔ اس وقفہ میں اس کے پاسبان چند نو عمر امرد ہوتے۔ خسرو خاں کے جمع کردہ ہندو محل کے چاروں دروازوں سے در آگئے۔ پانچویں دروازے پر قاضی خاں موصوف کا پہرہ تھا۔ ادھر سے آنے والے ہندو کو اس نے روکنا چاہا تو ان کے ہاتھ سے خونِ شہادت نوش کر کے جنت کی راہ لی یہ ہندوؤں کا یہ مجمع مسلح تھا۔ انہوں نے امرد پرست قطب الدین کا سر تن سے کاٹ کر باہر میدان میں پھینک دیا۔ یہ واقعہ ۷۲۱ھ ۱۳۲۰ء ماہ ربیع الاول ۵ تاریخ کو ہوا[1]

۲۱۴۔ سلطان مجاہد شاہ بہمنی

م ۷۷۹ھ ۱۳۷۸ء بمحرم

"الملک المویدؒ" مجاہد شاہ ابن محمد شاہ بن علاء الدین حسن بہمنی۔ اپنے والد کے بعد ۷۷۰ھ میں دکن کی زمامِ حکومت سنبھالی۔ یہ علم میں برتر اور شجاعت میں فردِ روزگار تھے۔ ان کے معاصر میں قوتِ بازو اور دلیری میں کوئی ان کا حریف نہ تھا۔ بے شمار فتوحات سے سرفراز ہوئے بیجاپور پر حملہ کیا تو اس کے راجہ کشن پال سے لڑ کر بے حساب اموال پر صلح کر لی۔ واپسی پر گلبرگہ پہنچے تھے کہ ان کے چچا داؤد بن الحسن نے انہیں ان کی غفلت میں شہید کر دیا۔ وہ اپنی ایک تقصیر میں گرفت پر ان سے خفا تھا۔ اور داؤد نے خود حکومت پر قبضہ کر لیا۔

۲۱۵۔ شیخ مجدّد الدین ملتانی

"الشیخ العالم الفقیہہ" صلاح و تقویٰ میں معروف۔ ملتان میں مسندِ تدریس آراستہ فرمائی۔ من جملہ اور حضرات کے شیخ جلال الدین حسین بن احمد اُچی بخاری نے آپ سے

---

[1] تاریخ فرشتہ (در متن)

مسلسل ایک سال تک اکتساب فرمایا[1]

۲۱۶۔ شیخ محمد بن احمد دہلوی

"الشیخ الصالح" محمد ــــ المشہور بمحمد الزاہد۔ حضرت قطب الدین مودود چشتی کے اخلاف سے ہیں۔ ــــ دہلی مولد و منشا ہے۔ اپنے والد اور دادا کے سوا اور بھی کئی حضرات سے پڑھا۔

ان سے شیخ رکن الدین مودود نہروالی گجراتی نے بیعت کی۔ ہندوستان بھر میں مشایخ چشتیہ کا یہی ایک سلسلہ ہے۔ جو بغیر کسی واسطے کے شیخ معین الدین حسن سنجری اجمیری سے ملتا ہے۔

۲۱۷۔ حضرت شاہ نظام المشایخ الاولیاؒ بدایونی

م ۷۲۵ھ / ۱۳۲۴ء

"الشیخ الامام العالم الکبیر العلامتہ" منبع کرامات و مصدر مکاشفات۔

حضرت نظام الدین بن محمد بن احمد ابن علی البخاری البدایونی مشہور اولیاء اللہ سے ہیں۔ ہندوستان کے تمام اطراف واکناف میں آپ کی شہرت ہے۔ ارشاد و دعوت اور السلاک، بیعت و انقطاع دنیا میں ممتاز و برتر ہیں۔ بایں ہمہ علوم ظاہری سے بھی کماحقہ بہرہ مندی ہے اور ظاہری اطوار میں بھی داغ دھبوں سے مبرا ہیں۔

مولد شہر بدایوں۔ سال ولادت ۶۳۶ھ / ۱۲۲۴ء ہے۔ آپ کے والد نے ان کی کم سنی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اپنی والدہ ماجدہ کے سائے میں تربیت حاصل کی۔

---

[1] جامع العلوم (در متن)

اساتذہ

فقہ و ادب عربی میں علاء الدین اصولی ہیں۔ ان سے پڑھنے کے بعد ۱۵ سال کی عمر میں دہلی تشریف لے گئے۔ اور یہاں کے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔

۱۔ شیخ شمس الدین خوارزمی .... سے مقامات حریری کے ۴۰ مقامے حفظ کیے۔

۲۔ شیخ کمال الدین محمد الزاہد ماریکلی ...... سے مشارق الانوار صاغانی کا کچھ حصہ مقامات حریری کے کفارے کے طور پر حفظ کیا۔

۳۔ اجودھن (پاک پٹن) میں بابا فرید شکر گنج سے قرآن کریم، عوارف المعارف، کتاب التمہید مؤلفہ شیخ ابوالشکور سالمی پڑھے اور خرقہ خلافت بھی حاصل ہوا۔ ان کی خدمت میں مدتوں ملازم رہ کر ۶۶۹ھ میں حاصل کیا۔

بابا فرید صاحب ہی نے آپ کو دہلی میں اقامت کا حکم دیا۔ دہلی تشریف لائے تو متعدد مقامات میں گھوم پھر کر آخر غیاث پور میں اقامت فرما ہوئے۔ یہیں آپ کا زاویہ تھا اور یہیں رفیق اعلیٰ سے ملاقی ہوئے۔

معمولات

روزہ داری مسلسل تھی اور فرماتے روزہ نصف طریقت ہے۔ صیام و قیام اور ذکر و فکر، حلقوں کے اندر بر طریق مشایخ چشتیہ۔

آپ کے مرشد حضرت بابا فرید صاحب نے رخصت کے وقت فرمایا کہ قرآن مجید حفظ کرنا۔ دل سے اللہ کے ساتھ رابطہ رکھنا۔ ظاہر عبادت، وزہد اور قناعت، وتوکل و ایثار کا پابند رہنا۔ اور جملہ اخلاق عالیہ سے تعلق رکھنا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی ولایت کا مقام اتنا بلند ہوا کہ کوئی اور اس میں ان کی برابری نہ کر سکا۔

فیض یافتگاں آں پیر پیراں

جو اس ملک کے تمام اطراف میں ریت کے ذروں سے بھی زیادہ ملیں گے۔

آپ ایسے امام و مجاہد تھے کہ آپ کے واقعات معاصرین اور بعد کے لوگوں کی زبان پر جاری ہی رہے۔ نہ تو عمر بھر شادی کی۔ نہ کوئی رات قیام کے بغیر اور نہ کوئی دن صیام کے بغیر گذارا۔ آپ نے لیے گھر اور در کچھ نہ بنایا۔ اثاث البیت کا کیا ذکر!

بادشاہوں اور امرا کی ملاقات سے ان کی خوشامد کے باوجود بے حد گریزاں رہے کرمانی نے لکھا ہے کہ سلطان جلال الدین فیروز خلجی نے آپ کو اپنی حاضری کی اطلاع دی اور کہلا بھیجا کہ میں امراسے آپ کی نفرت کا واقف ہوں۔ کسی وقت بغیر اطلاع کے قدم بوس ہو جاؤں! یہ سن کر بادشاہ کے آنے سے قبل ہی حضرت دہلی سے اجودھن (پاک پٹن) تشریف لے آئے۔

اسی طرح سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی نے تحریری عریضہ بھیجا۔ جس میں سلطنت ہی کے بعض معاملات میں مشاورت مطلوب تھی۔ تو آپ نے اس پر ملاقات سے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ شاید بادشاہ میرے دہلی کے اندر قیام سے انکار کرنے پر مائل ہے اگر یہی ہے تو اِنَّ اَرضَ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ خدا کی زمین وسیع ہے۔

یہ بات سن کر بادشاہ نے شہزادے کو آپ کے حضور معافی کے لیے بھجوایا تو آپ نے شہزادے سے بھی ہم کلامی سے انکار فرما دیا۔۔۔۔ بعدہٗ بادشاہ نے پھر اپنے لیے حاضری کی اجازت پھر طلب کی۔ تو فرمایا "میرے کوٹھے کے ۲ دروازے ہیں۔ اگر آپ اس دروازے سے در آئیں گے تو میں دوسرے دروازے سے باہر چلا جاؤں گا۔"

سلطان ممدوح نے علماء و مشائخ کو مہینے میں ایک مرتبہ اپنے دربار میں آنے کا حکم دیا ہوا تھا مگر سلطان الاولیاء کبھی نہ گئے۔ بلکہ اپنے خادم اقبال (نام) کو بھیج دیا کرتے تھے۔ آخر بادشاہ نے خفا ہو کر کہا "اگر شیخ آئندہ مہینے میں خود نہ آئیں گے تو میں ان سے نپٹ

لوں گا: وابستگان دولت فخر و غنا نے سنا تو گھبرا اٹھے۔ مگر سلطان الاولیاء کے لبتر سے پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یہاں تک کہ اس مہینے کا مقررہ دن کل ہی کو تھا کہ سلطان علاء الدین کو رات کے وقت قتل کر دیا گیا۔

اب غیاث الدین تغلق کے ہاتھ میں زمام حکومت آئی۔ تو علمائے سو نے اسے حضرت سلطان الاولیاء کے سماع مزامیر کے خلاف مشتعل کر دیا۔ بادشاہ نے مولویوں سے کہا میں ان کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہوں۔ وہ علم و عمل کے پیکر ہیں۔ ان سے فعلِ حرام کا ارتکاب کیوں کر ہو سکتا ہے۔ جواز کی کوئی صورت ان کے سامنے ہو گی ہی۔ ملاؤں نے یہ سن کر قاضی حمید الدین ناگوری کا فتویٰ دربارہ حرمتِ غنا بادشاہ کے سامنے رکھ دیا۔ اس پر بادشاہ نے سلطان الاولیاء کو مناظرے کے لیے طلب کر لیا۔ آپ مجلس مناظرہ میں تشریف لے گئے۔ اس محفل میں بادشاہ کے علاوہ علما اور مشائخ اور دیگر امرا و خواص موجود تھے۔ بادشاہ کی طرف سے قاضی جلال الدین لولوالجی مقرر تھے۔ جنہوں نے سلطان الاولیاء پر آغاز کلام طعن و تشنیع سے کرنے کے بعد سماع کی مذمت میں دادِ علم دی۔ مگر حضرت ان کی باتیں نہایت سکون و تحمل سے سنتے رہے۔ قاضی نے اس پر فخر کرتے ہوئے حضرت پر زجر و توبیخ کا رخ پھرا دیا۔

حضرت نے قاضی سے فرمایا

حضرت:۔ لعلك تقول ذٰلك بلسانِ الحكومة وانك معزولة عنها

شاید آپ اپنے منصب حکومت کے
غرور میں جامے سے باہر نکلے جا رہے
ہیں۔ آپ کا یہ منصب تو عنقریب آپ سے
چھن جانے کو ہے۔

قاضی صاحب اسی پر ٹھٹھر گئے۔ آخر بارہ روز بعد آپ کو آپ کے عہدۂ قضاۃ سے برطرف کر دیا گیا۔

ان کے مہر بلب ہو جانے کے بعد شیخ زادہ قاضی حسام الدین آگے بڑھے اور قاضی مذکور کی مانند دون کی لینا شروع کر دی۔ حضرت نے فرمایا: گفتگو کا یہ انداز ادب مناظرہ کے خلاف ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے مختلف فیہ میں ایک سمت مقرر کر لی جائے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت نے شیخ زادے سے پوچھا:۔

حضرت: تم جانتے ہو غنا کے معنی؟

شیخ زادہ۔ میں یہ تو نہیں جانتا مگر اتنا جانتا ہوں کہ علما نے اسے حرام قرار دیا ہے۔

حضرت: ان کنت لا تعلم ما ھو فلست لی بالمخاطب فی البحث والمناظرۃ

(اگر تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ غنا کیا ہے تو تم بحث (مناظرہ) کے اندر میرے مخاطب قرار نہیں پا سکتے)

اتنی سی بات پر فریق مخالف نے غوغا شروع کر دیا تو قاضی کمال الدین سامنے آئے اور فرمایا ؎

قاضی کمال الدین ؎ انہ صح عن الامام الاعظم انہٗ قال السماع حرام والرقص فسق

(امام اعظم سے صحیح فتویٰ منقول ہے کہ سماع حرام اور رقص فسق ہے)

حضرت: کلا لم یصح ذلک عن الامام (ہرگز ہرگز امام سے یہ فتویٰ منقول نہیں)

اتنے میں شیخ علم الدین سلیمان ملتانی آپہنچے۔ سلطان غیاث الدین نے انہیں دیکھ کر آگے بڑھا دیا۔ تب انہوں نے فرمایا ؎

ملتانی صاحب۔ میں نے حال ہی میں ایک کتاب لکھی ہے جس کے اندر سماع و غنا کے حلال و حرام ہونے کے دونوں پہلو دکھائے ہیں اور فیصلہ میں لکھا ہے کہ

انہ حلال لمن یسمع بالقلب وحرام لمن یسمع بالنفس۔

وہ دل سے سننے والوں کے لیے حلال اور نفس سے سننے والوں کے لیے حرام ہے۔
اس مرحلہ پر بادشاہ نے ملتانی صاحب سے فرمایا، آپ روم، شام اور بغداد میں گھومے نہیں۔ ان ملکوں کے علما کا سماع کے بارے میں کیا رویّہ ہے؟ وہ اسے جائز قرار دیتے ہیں یا ناجائز؟
ملتانی صاحب نے فرمایا وہ تو کسی زجر کے بغیر دف کے ساتھ سماع فرماتے ہیں۔
اس موقع پر قاضی لولواجی جلال الدین نے کہا۔ سلطان الوقت کو امام ابوحنیفہ کے مذہب کی امداد کرنا چاہیے۔
اور اس مسلک کی مذمت سے منع کرنا چاہیے۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ جب تک گفتگوئے مناظرہ مکمل نہ ہو اس قسم کی بات مناسب نہیں۔ جب جائے کہ نفس مسئلہ (سماع) کی حلت وحرمت دونوں کے دلائل موجود ہیں۔ بحث کا رخ حلت واباحت سماع کی طرف ہوگیا۔ حتیٰ کہ ترکِ سماع اور اختیار سماع دونوں کو اپنے اپنے طور پر مباح قرار دیا گیا۔
یہ مجلس چاشت کے وقت سے لے کر زوال تک رہی اور تغلق شاہ نے حضرت شاہ کو ادب واحترام سے الوداع کیا۔
حضرت نے اپنے زاویہ میں ظہر ادا کرکے اپنے وابستگان دامن میں سے ان تین حضرات کو یاد فرمایا۔

(۱) قاضی محی الدین کاشانی

(۲) قاضی ضیاء الدین برنی

(۳) امیر خسرو اور فرمایا

میں فقیہانِ شہر کی اس جرأت پر حیران ہوں کہ انہوں نے
کس طرح احادیث کو رد کرکے فقیہوں کے اقوال کو ترجیح
دی ۔۔۔ یا بعض فقہا نے کہا کہ یہ حدیث امام شافعی کی

متمسک بہ ہے اور وہ ہمارے علماء کے دشمن ہیں۔

اس لیے ہم حدیث نہیں سنیں گے نہ ہمارا احادیث پر اعتماد ہی ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے یہ سب بادشاہ اور قضاۃ کے بالمواجہہ کہہ دیا۔ ان فقیہوں کا عقیدہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اگر بادشاہ ان کی بات پر صاد کر کے روایت حدیث سے منع کر دیتا تو

اخاف ان یحل علیھم غضب اللہ سبحانہٗ و یھلک الحرث والنسل لسوء اعتقاد العلماء بالحدیث۔

ترجمہ:۔ میں تو ڈر گیا مبادا ان پر اللہ سبحانہٗ کا غضب وارد ہو جائے اور کھیتیاں اور تمام انسان ان فقیہوں کے سوء عقیدہ بالحدیث کی وجہ تباہ ہو جائیں۔

حضرت نے جن ۳۰ مریدوں کے سامنے یہ گلہ کیا۔ ان میں سے قاضی محی الدین کاشانی نے فرمایا کہ اس واقعہ سے چند سال بعد تغلق کے ہاتھ سے اس قدر اشراف اور اکابر قتل ہوئے۔

جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا ۔ حتی کہ تغلق نے دہلی کی تمام پبلک کو شہر سے دھکیل کر دولت آباد دکن کی طرف ریل دیا ۔ دہلی کے اندر کئی مہینے تک ایک فرد بشر نظر نہ آتا تھا ۔ اور یہ سب حضرت شہنشاہِ دین کی رحلت کے بعد رونما ہوا ۔

کرمانی ممدوح نے اپنی کتاب سیر الاولیاء میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت نظام المشایخ حنفی ہونے کے باوجود ان ۳ مسائل میں حنفیہ سے منفرد تھے ۔

(۱) امام کے پیچھے نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھتے جس پر آپ کے ایک مرید نے عرض کیا ۔ امام ابو حنیفہ تو فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھے میں پسند کرتا ہوں کہ اس کے منہ میں انگار بھر دیا جائے ۔ اس پر حضرت نے فرمایا ۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نماز سورۃ فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی ۔ پس انگاروں والا وعید ناقابلِ قبول ہے ۔ اس کے مقابلے میں کہ سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز باطل ہو جائے ۔

اور اصول فقہ میں صراحت ہے کہ احتیاط مقدم ہے ۔ اختلافیات کی طرف خروج سے

(۲) حضرت رحمتہ اللہ جنازہ غائب پڑھتے اور اس پر مشہور حدیث سے استدلال کرتے ۔ اور فرماتے کہ اگر تم ایسی حدیث سنو جو صحاح ستہ میں نہ ہو تو اس حدیث کو مردود مت ٹھہراؤ بلکہ یہ کہو کہ حدیث کتب متداولہ میں نہیں ۔

(۳) ۔ حضرت سماع بالدف کا شغل فرماتے مگر اس سے قبل افطار میں کمی کرتے جاتے ۔

لہ مؤلف (نزہتہ الخواطر) نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے :-

" انگاروں والی روایت مرفوع نہیں بلکہ وہ قول ہے جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد محمد بن الحسن شیبانی نے داؤد بن قیس سے حضرت سعد وقاص کے ایک خلف سے نقل کیا کہ سعد نے کہا میں پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھے ۔ لیکن حافظ ابن عبد البر (اپنی کتاب استذکار) میں فرماتے ہیں کہ یہ قول صحیح نہیں "

ملّا علی قاری نے اپنی کتاب الاثمار الجنیہ فی اسماء الحنفیہ میں حضرت کے متعلق فرماتے ہیں ؎

حضرت نظام المشایخ فقیہ العالم اور صاحب حال و وجد تھے۔ مخلوق کو آپ نے اللہ تعالےٰ کی طرف بلایا اور عبادت کے طریقے انہیں بتانے کے ساتھ دنیا کے دُنی سے لاتعلق رہنے کے طور بتائے۔ بایں ہمہ علوم متداولہ سے کماینبغی بہرہ مند تھے۔ فضائل فاخرہ اور مکاشفات خوارق جو ان کی زبان اور ہاتھوں سے وجود پذیر ہوئے۔ ان سے زیادہ امید نہیں کی جاسکتی نہ زبان اور قلم ان کا احاطہ کر سکتے ہیں۔ آج ان کا مزار دہلی میں ہے اور باہر سے آنے والوں کے لیے نفع رساں ہے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی آپ کی تعظیم و تکریم میں پیش پیش ہیں۔ اور زیارۃ کے لیے آتے ہیں۔

مجد الدین فیروز آبادی نے اپنی کتاب اللطایف الخفیہ فی اشراف الحنفیہ میں اور مولانا جامی نے نفحات الانس و حضرات القدس میں آپ کے تذکار بہت بسط سے لکھے ہیں۔۔۔ آپ کے مریدوں نے بھی آپ کے ملفوظات جمع کیے ہیں جن میں فوائد الفواد کو سب پر ترجیح حاصل ہے۔ اسی طرح حضرت کرمانی نے سیر الاولیاء میں حضرت کا ذکر بہت شرح کے ساتھ کیا ہے۔ سنہ ۷۲۵ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

شہنشاہِ دین آپ کو حضرت ابوالفتح رکن الدین ملتانی سہروردی نے کہا۔ سن شریف ۸۹ سال ہے اور مدفن دہلی شہر سے باہر ہے۔ آپ نے تو اپنے مزار کے لیے سقف نیلگوں کا گنبد کافی سمجھا ہوا تھا۔ مگر بعد میں تغلق اور دوسرے بادشاہوں نے عالی شان قبے تعمیر کرا دیے۔

۲۱۸۔ شیخ محمد بن اسحاق دہلوی

م ۷۲۴ھ
۱۳۲۴ء

"الشیخ العالم الصالح" — ابن علی بن اسحاق الحسینی البخاری الدہلوی۔ حضرت شکر گنج کے ہمشیر زادہ تھے۔ بچپن میں یتیم ہو گئے۔ اور جناب شکر گنج کے مرید حضرت نظام المشایخ انہیں ان کی والدہ ماجدہ اور دوسرے بھائی موسیٰ کو دہلی لے گئے۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ من جملہ اور اساتذہ علم و فن کے شیخ احمد نیشاپوری سے پڑھا۔ طریقت میں حضرت نظام الدین صاحب سے مستفیض ہوئے وہ سرود نغمہ میں آواز اور موسیقی و شعر کے ساتھ علوم حکمیہ سے بھی بہرہ مند تھے۔ تصانیف میں انوار المجالس کے زیر و بم کے اندر حضرت اولیاء رحمتہ اللہ کے ملفوظات قلم بند کیے۔[۱]

۲۱۹۔ شیخ محمد بن احمد المعبری

"الشیخ الفقیہ" — بن منصور جمال الدین المعبری۔ علم و تقویٰ میں ممتاز۔ طریقت میں شیخ جلال الدین حسین بن احمد البخاری الاچی آپ کے مرشد ہیں۔ مدتوں آپ ان کے ملازم رہے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ شیخ نے آپ کو اپنے شیوخ کے فرمودہ وصایا سے مطلع فرمایا۔[۲] اپنے مرشد کی زندگی میں آسودۂ لحد ہو گئے۔[۳]

۱۔ خزینۃ الاصفیاء (در متن)

۲۔ خزانتہ الفوائد (در متن)

۳۔ جامع العلوم (در متن)

۲۲۰۔ قاضی محمد بن برہان ہانسوی

(بعہد محمد تغلق)

"الشیخ الفاضل" ــــ کمال الدین ہانسوی ۔ فقہائے حنفیہ میں علمائے کبار سے تھے ۔ اپنے ماموں شیخ العلامۃ فخر الدین ہانسوی سے پڑھا ۔ ان اسباق میں شیخ فخر الدین زرادی آپ کے ہم سبق تھے ۔ بحث و اخذ مطالب میں نہایت دقیق تھے ۔ یہاں تک کہ اکمل الفضلاء ہوئے اور مسند افتاء، تدریس کو زینت بخشی، عہد تغلق محمد شاہ میں عہدۃ القضاۃ پیش ہوا ۔ اور تمام ملک کے قاضی القضاۃ کا مرتبہ حاصل کیا ۔ بادشاہ مذکور اپنے غیض و غضب کے باوجود آپ کو اپنی مجالس میں بلاتا ۔

۲۲۱ محمد ابن تغلق شاہ دہلوی

کنیت ابو المجاہد، لقب فخر الدین، نام محمد ــــ ولدیت تغلق شاہ ترکی دہلوی ــــ المشہور بہ عادل ۔ ہندوستان میں پیدا ہوا ۔ اور یہیں پروان چڑھا ۔ باپ اس کا بادشاہ ہند کا غلام تھا ۔ مگر وہ اپنی ذہانت کی وجہ سے سلطنت کا سربراہ ہوا ۔ اس کی بادشاہت کا حلقہ دن بدن وسیع ہوتا گیا ...... یہ بادشاہ زمانہ کے ایسے عجائبات سے تھا جن کی مثال دنیا کے کسی بادشاہ میں نہ دیکھی گئی ۔ ایک طرف بذلِ اموال سے لوگوں کو مالا مال کر دیتا ۔ ہم آگے چل کر اس کے ان متضاد کارناموں کا تذکرہ اسی کے ہمعصر اور قاضی ابن بطوطہ سیاح کی زبان سے بیان کریں گے ۔

ابن بطوطہ فرماتے ہیں

مندرجہ ذیل واقعات میرے سامنے وقوع میں آئے۔

سلطان محمد تغلق اس قدر غریب نواز تھا کہ ان کے لیے لفظ غریب بدل کر عزیز رکھ دیا۔ وہ بشمول ان کے جملہ اہلِ ہند کو اپنے احسان سے مالا مال کرتا رہتا۔ غربا کو عزیز کہنے کی توجیہہ میں فرمایا۔ کہ اگر انسان کو غریب کہا جائے تو اس کا دل ٹوٹ کر چہرے کی حالت متغیر ہو جاتی ہے۔

ناصر الدین ترمذی واعظ حاضر ہوا تو یہ اس کے احسانات کی وجہ سے مدتوں اس کے زیرِ سایہ رہا۔ آخر انہوں نے اپنے وطن لوٹنے کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے اجازت دے دی۔ مگر اب تک ان کا وعظ ایک مرتبہ بھی نہ سنا تھا۔ لہٰذا ان کے وعظ سننے کے لیے آپ نے یہ اہتمام فرمایا۔

سپید صندل کا ممبر تیار کروایا۔ جس کے پائے اور تختے سونے کے تھے۔ اوپر کے پرت میں بڑے بڑے یاقوت جڑوائے۔ مولانا کے لیے جو عبا تیار کرائی۔ اس میں گوناگوں قسم کے جواہرات ٹکے ہوئے تھے۔ مولانا جب تک منبر پر تشریف فرما رہے سلطان حاضرِ مجلس رہا۔ اور جونہی وعظ ختم کر کے فارغ ہوئے سلطان نے سروقد کھڑے ہو کر معانقہ کیا۔ آپ کو ہاتھی پر بٹھایا۔ قیام کے لیے رنگا رنگ ریشمی کپڑوں کا خیمہ تیار تھا۔ رسیاں بھی ریشمی تھیں۔ واعظ صاحب کو خیمہ میں اتارا تو یہ سونے کے ظروف سے بھرا ہوا تھا۔ سونے ہی کا اتنا بڑا تنور تھا جس تنور کے اندر آدمی کھڑا ہو سکے۔ مولانا ناصر الدین جب دہلی وارد ہوئے تھے تو سلطان نے انہیں ایک لاکھ دینار پیش کیے تھے۔ آج کا تمام سامان بھی سلطان نے مولانا ممدوح کی نذر کر دیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ مولانا غیاث الدین محمد بن عبد القادر ابن یوسف بن عبد العزیز ابن خلیفہ مستنصر باللہ عباسی تشریف لائے۔ وہ ابھی سندھ ہی میں وارد ہوئے تھے کہ سلطان نے ان کے استقبال کے لیے ایک وفد بھیجا جو مولانا ممدوح سے سرستی پر ملاقی ہوا۔ شاہی وفد میں قاضی کمال الدین ہانسوی اور فقہا کی ایک جماعت تھی۔ ان کے عقب میں سلطان

نے امرائے حکومت کا ایک اور وفد بھیجا۔ اور جب مولانا غیاث الدین کے دہلی سے قریب آنے کی خبر سنی تو سلطان بنفس ان کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آیا۔ اور شہر میں لا کر اس محل میں اتارا جو سلطان علاءالدین خلجی نے مقام سیری میں اپنے لیے تعمیر کرایا تھا۔ اور مولانا کے اس محل میں یہ سامان بھجوایا۔

سونے اور چاندی کے برتن۔ غسل کے لیے سونے کی بڑی لگن۔ ۴ لاکھ دینار سرکے غسل کا نذرانہ۔ نوجوان خدم وحشم اور کنیزیں۔ باورچی خانہ کے یومیہ مصارف تین سو دینار۔ کھانے میں شاہی مطبخ سے خوان۔ اور آئندہ کی بسر اوقات کے لیے بستی سیری اور اس کے ملحقہ مواضع ومحلات جاگیر میں! جن کے ساتھ دو سرکاری باغات بھی تھے۔ اور دہلی کے حصہ شرقی کی حکومت نیز تیس خچر جن پر سونے سے منڈھی ہوئی زین تھیں۔ ان کا چارہ اور راتب سرکاری باغات اور کوٹھار سے منظور کیا گیا۔

ایک ہندو کا استغاثہ در قتل محمد

سلطان پر ایک ہندو نے قاضی کی عدالت میں اپنے بھائی کے قتل پر استغاثہ کیا۔ قاضی نے سلطان کو طلب کر لیا تو معاً حاضر عدالت ہوا۔ اس وقت کوئی اسلحہ اس کے پاس نہ تھا۔ عدالت میں پہنچنے سے قبل تغلق نے قاضی کو کہلا بھیجا کہ عدالت کے اندر میرا استقبال نہ کرنا۔ پیشی پر قاضی سے درخواست کی کہ مستغیث کو دیت پر رضامند کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ قاضی نے ہندو کو اس پر راضی کر ہی لیا۔

بادشاہ سے قصاص لیا گیا

ایک لڑکے نے قاضی کی عدالت میں استغاثہ کیا کہ بادشاہ نے اسے بلا وجہ چھڑی سے پیٹا اور اس لڑکے کو دیت پر راضی نہ کیا جا سکا۔ تو سلطان نے اسے اپنے ہاتھ سے

لاٹھی دے کر فرمایا۔ لو اسے میرے سر پر برساؤ۔ لڑکے کی ۲۱ ویں ضرب پر سلطان کے سر سے ٹوپی گر پڑی (اور میں ابن بطوطہ یہ منظر دیکھ رہا تھا۔)

اقامتِ دین

وہ دین کے معاملے میں نہایت پابند اور ایک دوسرے پر ظالم کے رفع کرنے میں پیش پیش رہتا۔

ازارے حمیلہ: نماز باجماعت کے ترک پر سخت تعذیب کرتا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس نے اپنے قتال کے ہاتھ سے اسی قصور پر ایک دن میں نو افراد کو قتل کرادیا۔ ان نو میں ایک گویا تھا۔ سلطان سپاہیوں کو بازار میں بھیجتا کہ دیکھو ادھر جماعت کھڑی ہو گئی۔ جو آدمی مسجد میں نہ آئے ان کو گھیر کر لے آؤ۔ اس پابندی میں چرواہے اور سرکاری سائیس بھی شامل تھے۔ اس نے لوگوں کو مسائل دینیہ ضروریہ صلوٰۃ و دستور اور شرائط الاسلام سیکھنے میں یہاں تک پابند کیے رکھا تھا کہ وہ راہ چلتے لوگوں سے مسائل دریافت کرنے میں تامل نہ کرتے اور ان میں سے خواندہ افراد ایسے مسائل بیاض میں لکھ لیتے۔

اس نے اپنے بھائی کو قاضی کے ساتھ بطور نگران مقامات مقرر کر رکھا تھا۔ جو قاضی کے ایوان میں ذرا بلند مقام پر بیٹھا ہوا نگرانی کرتا۔ اگر امرا میں سے کوئی فرد حاضر ہونے سے پہلو تہی کرتا تو مبارک خان (سلطان کے بھائی کے نام) اپنے چوب داروں کو بھیج کر پیش کرتا

ٹیکس معاف

اس نے زکوٰۃ اور عشر کے سوا تمام قسم کے ٹیکس معاف کر دیے۔

دربارِ عام

بادشاہ ہر جمعرات اور دوشنبہ کو کھلے میدان میں بیٹھتا۔ اس روز پیشی میں یہ چار منصب والے

(۱) امیر حاجب ـــ (۲) حاجب خاص ـــ (۳) سید الحجاب ـــ (۴) شرف الحجاب ۔
اور امرا میں سے چار افراد اس لیے متعین رہتے کہ سائلوں کی درخواستیں قلم بند کر کے پیشی میں بھجوائیں۔
اگر پہلا سردار انکار کرتا تو سائل دوسرے تیسرے چوتھے کے پاس آتا اور سب کے انکار پر قاضی کے پاس جاتا وہ بھی شنوائی نہ کرتا تو سائل خود سلطان کی پیشی میں آکر اپنا ماجرا اور امرائے سرکاری کا انکار بیان کرتا۔ اگر سائل بادشاہ کو امرا کی لاپرواہی کا یقین دلا دیتا تو بادشاہ انہیں زجر کرتا اور خود بادشاہ یہ درخواستیں نماز عشاء کے بعد پڑھتا۔

داستانِ مظالم

اس ـــ کی ذات سے ایسے ایسے مظالم سرزد ہوتے جن کا انکار نہیں ہو سکتا ۔ وہ عوام پر کرم و احسان اور مساکین پر رحم و انصاف کرنے میں بے حد جری تھا قتل ناحق تو اس نے اپنا مشغلہ گردان رکھا تھا۔ بے گناہ ہر وقت مقتل میں جاتے۔ اس سزا میں جرم صغیر اور کبیر دونوں کی ایک ہی سزا تھی۔ قتل! کئی کئی سو قیدی اس کے سامنے پیش ہوتے کسی کو قتل، کسی کو تعذیب اور کسی کو ضرب کی سزا دی جاتی۔ از اں جملہ!

اس ـــ نے اپنے سوتیلے بھائی مسعود خاں کو بھی نہ چھوڑا جس کی والدہ سلطان علاء الدین غلجی کی دختر تھی ۔

مسعود نہایت حسین و جمیل تھا۔ اس کا قصور یہ گردانا گیا کہ وہ سلطان کے قریب کھڑا تھا۔ بادشاہ نے دریافت کیا تو مسعود خاں نے تعذیب کے خوف سے وہی بیان دیا جو تغلق چاہتا تھا کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اس کی موت نہایت بری طرح ہوتی۔ ایسے ملزم تعذیب کے مقابلے میں قتل کو آسان سمجھتے۔

مسعود خاں کو بازار میں لے جا کر دو ٹکڑے کر دیا گیا اور اس کی لغش تین روز تک وہیں پڑی ہوئی سڑتی رہی۔ اس سے دو سال پہلے مسعود خاں کی والدہ کو اسی جگہ پر رجم کر دیا گیا تھا۔ جس نے زنا پر اقرار کر لیا تھا۔

ـــ اس ـــ نے ایک دستہ متعین کیا جو لوگ شہر دہلی کی ملحقہ پہاڑیوں میں چھپے پڑے رہتے۔ اور جب موقعہ دیکھتے تاخت کے لیے نکل آتا ۔ دستہ کے سالار نے تحریری

شکایت پیش کی کہ جن سپاہیوں کو آپ نے میری ماتحتی کے لیے نامزد فرمایا تھا۔ ان میں کچھ آدمی ابھی تک شہر کے گردونواح میں گھوم رہے ہیں۔ سلطان نے ان کی گرفتاری کا حکم دیا۔ تو تین سو پچاس ایسے سپاہی گرفتار کر کے حضور میں لائے گئے جن کے قتل کا حکم دیا گیا۔

سندھ کے دو فقہا کا ماجرا

تغلق نے ایک ترکی شخص کو سندھ کے بعض شہروں کی تولیت سپرد کی۔ اور اس کے ہمراہ دو فقہا کو متعین کیا۔ اور ان سے کہا۔ اصل میں آپ دونوں کے ہاتھ میں ان شہروں کی زمام ہوگی اور یہ امیر آپ کے حکم پر اطاعت کا پابند ہوگا۔ فقہا نے عرض کیا گویا ہم دونوں بطور گواہ کے ہیں۔ تغلق نے اس بات پر آپے سے باہر ہو کر کہا کہ تمہارا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم تو پبلک کا مال ہضم کرتے رہو۔ اور الزام اس ترک کے سر منڈھو۔ جو ان کاموں سے ناواقف ہے۔ فقہا نے کہا حاشا للّٰہ اجر ہمارا یہ مقصد ہو۔ ظالم نے ان دونوں فقہا کو جلاد نہاوندی کے پاس بھجوایا جو سفاک تغلق کی طرف سے تعذیب پر متعین تھا۔ اسے زبانیہ اسی مناسبت سے کہا جاتا۔ اس مردود نے دونوں فقہا کے بدن سے قمیض اتروا کر سیدھا زمین پر لٹا کر ان دونوں کی چھاتیوں پر لوہے کی تپتی ہوئی سل رکھوادی جسے تھوڑی دیر بعد ہٹوایا تو چھاتی کی کھال سل کے ساتھ چپٹی ہوئی تھی۔ زبانیہ کہ (اسے داروغہ جہنم کہیے) پھر اس نے پیشاب میں ریت بھگو کے ان بے گناہوں کے سینے پر ملوائی۔ تب دونوں نے کہا کہ ہمارا مقصد وہی تھا جو سلطان نے دہرایا۔ داروغہ جہنم نے ان دونوں سے حلفیہ تحریر لے کر قاضی کے پاس بھجوایا جس تحریر میں یہ عبارت بھی تھی کہ ہم نے اسے بغیر اکراہ کے لکھا ہے۔ اس پر دونوں کے سر قلم کر دیے گئے۔

دہلی کی رعیت کی جلاوطنی

دہلی کے باشندے تغلق کے مظالم سے تنفر کی بناء پر رقعوں پر لکھتے کہ سلطان کے سوا جو شخص اسے پڑھے۔ اس پر سلطان کے سر کی قسم کا گناہ ہوگا۔ یہ رقعے سلطان کے محل

میں پھینک دیے جاتے۔ بادشاہ رات کو انہیں پڑھتا تو ان میں سلطان کے لیے دشنام ہی دشنام ہوتیں۔ اس پر ظالم نے دہلی کو تمام پبلک سے خالی کرانے کا منصوبہ گانٹھ لیا عوام وخواص ہر ایک کے مکانات کی قیمت ادا کر کے انہیں دولت آباد دکن میں جا کر آباد ہونے کا حکم دیا اور منادی کرادی گئی کہ دہلی کا کوئی باشندہ تین روز کے بعد شہر میں نہ رہے۔ لوگ کوچ کر گئے۔ بادشاہ نے شہر کی تلاشی کرائی تو ایک لولا اور ایک اندھا چھپے ہوئے ملے۔ لولے کو توپ دم کرادیا گیا اور اندھے کے پاؤں میں رسہ بندھوا کر اسے دولت آباد لے جانے کا حکم دیا۔ دولت آباد دہلی سے ۴۰ روز کی مسافت پر ہے۔ اندھے کی بوٹی بوٹی راستے میں بکھر گئی — اور صرف ایک پاؤں دولت آباد پہنچا — شہر خالی ہو گیا تو اس نے اپنے محروسہ شہروں میں حکم دلوایا کہ وہ دہلی میں آکر آباد ہوں۔ وہ لوگ اپنے شہروں کو سنسان کر کے دہلی تو آ گئے۔ مگر اتنا بڑا شہر ان سے بھرا نہ جاسکا۔

ابن بطوطہ ۷۳۴ھ میں ہندوستان آیا۔ تغلق نے اسے دہلی کا قاضی مقرر کیا۔ اس نے تغلق کی مدح میں یہ قصیدہ پیش کیا

۱ الیک امیر المومنین المبجلا! — اتینا نجد السیر نحوک فی الفلا!

۲ فجئت محلا من علائک زائرا! — ومغناک کھف للزیارۃ آھلا!

۳ فلو ان فوق الشمس للمجد رتبۃ! — لکنت لاعلاھا اماما مؤھلا!

۴ فانت الامام الماجد الاوحد الذی — سجایاہ حتما ان یقول ویفعلا!

۵ ولی حاجۃ من فیض جودک ارتجی — قضاھا وقصدی عند مجدک سھلا

۶ أأذکرھا ام قد کفانی حیاؤکم! — فان حیاکم ذکرہ کان اجملا

۷ فعجل لمن وافی محلک زائرا! — قضا دینہ ان الغریم تعجلا

ترجمہ: (۱) اے عالی مرتبت امیر المومنین! تیری طرف ہم لائے ہیں اپنے سفر کی خوش بختی کو صحرا میں!
۲ ۔ تو آیا اپنے بلند محلات سے ہماری زیارت کیلئے تیرا بے نیاز کرنے والا محل پناہ گاہ ہے۔ زیارت کرنے کیلیے۔

(۳) ۔ اگر کوئی اور مقام سورج سے بلند ہوتا تو تو اس بلندی میں سب کا امام ہوتا۔

(۴) ۔ تو امام ہے بزرگ و بے مثال الیا امام جس کے فضائل ایسے ہیں کہنے اور کرنے سے بلند

(۵) اور مجھے ضرورت ہے تیرے فیضان سخاوت سے جسکے

(۶) پورے ہونے کی امید رکھتا ہوں اور میں تیری برتری

(۷) اور سخاوت کا ارادہ لے کر آیا ہوں۔

قاضی شوکانی (محمد بن علی) نے البدر الطالع میں لکھا ہے کہ محمد شاہ تغلق بڑا سخی متواضع فقہ حنفیہ کا عالم اور حکمت کا محسبہ تھا۔ وہ علم کا یہاں تک قدر دان تھا کہ ایک شخص ابن سینا کی کتاب شفاء یاقوت حموی کے قلم سے لکھی ہوئی لایا۔ تو اسے دو لاکھ مثقال سے زیادہ مال عطا کر دیا۔

خود اس نے مصر کے بادشاہ ناصر کی طرف ایک خط بھیجا تو اسے سونے کے قلم دان میں رکھا جس کا وزن ایک ہزار مثقال کے برابر تھا۔ اس قلم دان پر جواہرات منڈھے ہوئے تھے جن کا وزن تین ہزار مثقال تھا۔ ... اور ایک مرتبہ اس نے شاہِ مصر کے لیے ایک گھوڑا بھیجا جس کے ساز میں ہندی جواہرات ٹکے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ چودہ تھیلیاں الماس وغیرہ سے بھر پور اتفاق کی بات کہ یہ قاصد راستے میں باہم لڑ پڑے۔ بعض قتل ہوئے اور جو بچ گئے وہ حکمران یمن کے پاس یہ قصیدہ لے کر گئے جس نے باقیوں کو بھی قتل کرا دیا۔ اور اس نے یہ ہدایا سلطان ناصر کی خدمت میں پہنچا دیئے۔ ناصر راستے کا واقعہ سن کر بہت خفا ہوا۔

ہاں کر و فر محمد تغلق قوت مردمی سے بالکل معرا تھا۔ اس کی پشت پر ایک داغ تھا جو الیسی ہی ایک بیماری کی وجہ سے لگایا گیا۔

لشکر و افواج

فوج کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ ہاتھی سات سو۔ اور اطباء و علماء و ندیم بے شمار۔ اتنے کسی بادشاہ

کے لیے نہ تھے۔ وہ خود ممبر پر خطبہ پڑھتا جس میں خود کو "سلطان العالم، اسکندرِ زماں، خلیفۃ اللہ فی الارض" کہتا۔

تغلق کو شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ اس نے اپنی آخر علالت میں یہ شعر کہے۔

بسیار دریں جہاں چمیدیم
بسیار نعیم و ناز دیدیم!
اسپانِ بلند تر نشستیم
ترکانِ گراں بہا خریدیم!
کردیم بسے نشاط آخر!
چوں قامت ماہِ نو خمیدیم!

۲۲۲۔ محمد شاہ بہمنی

م ۹ محرم سنہ ۷۷۶ھ / ۱۳۷۴ء

"الملک المؤید" محمد ابن الحسن بہمنی۔ محمد شاہ سلطان مجاہد فی سبیل اللہ۔ دکن ہی میں اپنے والد کی رحلت کے بعد سنہ ۷۵۹ھ میں عنانِ حکومت ہاتھ میں لی۔ اور حکومت کا آغاز انصاف و سخاوت سے کیا۔ سنہ ۷۶۳ھ میں علاقۂ تلنگانہ کا رخ کیا۔ وہاں کے راجہ کو شکست ہوئی۔ ناچار اس کے ہاتھ سے بے شمار خلقت ہلاک ہو گئی۔ اور اُسے سونے کے علاوہ جواہرات کے ڈھیر غنیمت میں ملے۔

بعدہٗ سنہ ۷۶۴ھ میں گلبرگہ پر چڑھائی کی۔ جہاں کا سربراہ اپنی کمزوری دیکھ کر مصالحت پر آمادہ ہوا اور بے شمار مال بطورِ نذرانہ کے پیش کیا۔ جسے سلطان نے ایک مرتبہ انکار کرنے کے بعد پھر منظور کر لیا۔ جس میں تین سو ہاتھی۔ دو سو گھوڑے۔ ۱۳۰۰ سو اور شہر گول کنڈہ شامل تھا۔

یہ سامان راجہ نے اپنے برہمن ندیم کے ہاتھوں بھیجا۔ اس میں سونے کا تخت بھی تھا۔ بیش بہا قیمتی جواہرات سے ٹکا ہوا تھا۔ بادشاہ نے واپس لوٹ کر اس تمام مال کا خمس (⅕) شیخ سراج الدین جنیدی کی تحویل میں دے کر اسے علماء و شیوخ اور مستحقین میں تقسیم کرنے کی اجازت دی۔ اب وہ بیجانگر پہنچا اور قلعہ مدکل پر قابض ہوا۔ اس حملہ میں کفار کے ہاتھ سے ۳۔ تین سو مسلمان شہید ہوئے۔ سلطان نے سنا تو فرمایا کہ اگر میں ان تین سو کے عوض میں ایک لاکھ ہندوؤں کو قتل نہ کروں تو سہی۔

اس مرحلہ کے بعد اس نے اپنے فرزند مجاہد نامی کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے اسے مناسب ہدایات فرمائیں۔ اور خود سات ہزار سوار اپنی کمان میں لے کر بیجانگر کی طرف بڑھا جوں جوں آگے بڑھتا گیا لشکر میں اضافہ ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ تیس ۳۰ ہزار سوار اور ۹ ہزار پیدل فوج ہو گئی۔ راستے میں دریائے کشنا حائل ہوا اور مخالفین کو گمان تک نہ تھا کہ سلطان اسے کسی طرح عبور کر سکتا ہے۔ وہ ساحل پر رک گیا۔ مگر بیجانگر کا ہندو راجہ اسی پر ہی ڈر گیا اور اس نے اپنا تمام مال و منال بیجانگر منتقل کر کے اپنے ندیموں سے پوچھا۔ لڑنا ہے یا بیجاپور واپس لوٹ چلیں اور قلعہ بند کر کے بیٹھ جائیں۔ وہ ابھی دو کوس ہی طے کر پائے تھے کہ محمد شاہ نے سن لیا اور دریا سے اتر کر ان پر پل پڑا۔ ہندوؤں نے ہاتھی اور سامان تو وہیں چھوڑ دیے اور اپنی جانیں لے کر قلعہ ادونی کی طرف دوڑے۔ بادشاہ نے فوج کے ایک دستے کو حکم دیا کہ دشمن کا متروکہ مال و منال اکٹھا کریں۔ اور خود ان پر ٹوٹ پڑا۔ اس حملہ میں اس کے ہاتھ سے ستر ہزار مرد و زن اور مستورات و بچے طعمہ اجل ہوئے اور مندرجہ ذیل اموال غنیمت میں ہاتھ آیا۔

ہاتھی دو ہزار ـــــ بارکش بیل تین سو ـــــ گھوڑے سات سو ـــــ اور مرصع تخت شاہی ـــــ اور سلطان مدکل کی طرف روانہ ہوئے۔ تھوڑی سی مدت کے بعد جب برسات کا موسم ختم ہو گیا تو قلعہ ادونی کا قصد کیا۔ راجہ نے یہ سنا تو اپنے بھتیجے کو وہاں تعینات کر کے خود گرد و نواح میں جان چھپاتا پھرا۔ سلطان حاصل شدہ اموال اور ہاتھی گلبرگہ میں چھوڑ کر

بیجانگر کی طرف بڑھا۔ تب راجہ نے مقابلے کے لیے چالیس ہزار سوار۔ پانچ سو پیادل فوج تیار رکھی۔ ادھر سلطان کی کمان میں دس ہزار سوار اور ۵۰ ہزار پیدل فوج تھی۔ جن کے علاوہ ماتحت امرا کے دستے بھی تھے۔ ہنگامہ کارزار برپا ہوا۔ مگر ہندوؤں کے پاؤں پہلے ہلے میں ہی اکھڑ گئے۔ محمد شاہ نے بھگوڑوں کو باڑ میں رکھ لیا حتیٰ کہ ان میں سے بہت تھوڑی تعداد میں جان لے کر بھاگ گئے۔ محمد شاہ اس مقام پر سات روز تک پڑا رہا۔ آخر راجہ بیجانگر کے تعاقب میں عام شاہراہ سے ہٹ کر ایک تنگ سی راہ پر پڑ گیا۔ حتیٰ کہ بیجانگر پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس مرحلہ میں ایک مہینہ گزرنے پر ہندو تلملا اٹھے۔ اور سلطان دکھلاوے کے طور پر بیمار ہو کر واپس لوٹا۔

جب ہندوؤں نے یہ سنا تو موقعہ غنیمت سمجھا۔ مسلمان لشکر کے قتل اور لوٹ و غارت کے لیے قلعے سے نمودار ہو گئے۔ یہاں تک کہ دریائے تھمندرہ کو عبور کر کے اس چٹیل میدان میں آ پہنچے۔ جہاں سلطان نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ سلطان نے یہ سنا تو شام کا وقت تھا بستر سے اٹھا۔ لشکری اسے دیکھ کر تازہ دم ہو گئے۔ انہیں اسلحہ بندی کا حکم دیا۔ اور رات رات میں ہندوؤں کے اس پڑاؤ تک آ پہنچا جہاں وہ شراب کے نشے میں بدمست ہو کر ناچنے والیوں کا گانا سن رہے تھے۔ انہیں اسلامی لشکر کے آنے کی خبر تک نہ تھی۔ سپیدہ سحر نمودار ہوا تو ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اور مقابلہ کی بجائے بھاگنا شروع کر دیا۔ اس ہلے میں اپنا تمام سامان پڑاؤ ہی میں چھوڑا۔ سلطان نے ان کے گھوڑوں کے قتل کا حکم دیا۔ دس ہزار بت پرست موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ ان کا تعاقب بیجانگر سے چالیس میل تک جاری رہا۔ اس میں بھی سلطان بے حساب مالِ غنیمت سے مالا مال ہوا۔

اب راجہ کشن رائے نے سلطان سے صلح کی درخواست کی اور تاوان میں نقد رقم پیش کرنے کا وعدہ کیا تو صلح ہو گئی۔

سلطان نے گلبرگہ لوٹ آیا اور ساڑھے سترہ سال تک مفتوحہ ممالک کے افادہ و بہبود پر غور کرتا رہا۔ آخر عمر میں اس نے شراب چھوڑ دی۔

۲۲۳۔ شیخ محمد بن عبدالرحیم ارموی

"الشیخ العالم الکبیر الامام العلامۃ" محمد ابن عبدالرحیم بن محمد الشیخ صفی الدین الشافعی الہندی (صفی الدین ان کا لقب ہے) اپنے دور کے ممتاز علمائے سے ہیں۔ ماہ ربیع الاول سنہ ۶۴۴ھ/۱۲۴۴ء میں ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ اور اپنے نانا سے پڑھا۔ سنہ ۶۶۷ھ/۱۲۶۷ء میں یمن تشریف تشریف لے گئے۔ جہاں کے بادشاہ مظفر نام نے آپ کی بے حد تعظیم کی اور نو سو دینار نذرانہ میں پیش کیے۔ آپ حج کعبہ کے لیے گئے تو مکہ معظمہ کے اندر تین مہینے تک قیام فرمایا یہاں انہوں نے علماء میں سے ابن سبعین کو دیکھا اور ان سے استفادہ کیا۔ سنہ ۶۷۱ھ میں قاہرہ تشریف لے گئے۔ روم کے شہروں میں گھومے اور سنہ ۶۸۵ھ میں وہاں سے دمشق آکر اسے اپنا وطن ہی بنا لیا۔ یہاں انہوں نے فخر بخاری سے حدیث سنی اور خود دمشق کی جامع مسجد میں مسند تدریس آراستہ کر کے بیٹھ گئے۔ دمشق ہی میں انہوں نے فتاویٰ پر کتاب مدون کی۔ اور عملاً محتاجوں کے ساتھ ہمدردی کا ہاتھ بڑھائے رکھا۔ انہوں نے مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف کیں۔

(۱) فتاویٰ

(۲) الزبدہ

(۳) النہایہ (در اصول دین)

(۴) الفائق (ایضاً)

(۵) الرسالۃ السبعیۃ (ایضاً در اصول دین)

علامہ سبکی اور ابن حجر نے درر کامنہ کے اندر اور شوکانی نے البدر الطالع میں اور —

صدیق حسن قنوجی نے ابجد العلوم و تاج مکلل وغیرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

سبکی نے ان کی متذکرۃ الصدر تالیفات لکھنے کے ساتھ فرمایا ہے کہ:

وہ مذہب ابو الحسن کے اعلم العلماء سے تھے۔ قرآن و حدیث کا مطالعہ بے حد وسیع تھا۔

انہوں نے فخر الدین بخاری اور قاضی سراج الدین مؤلف کتاب التلخیص سے استفادہ کیا اور امام ذہبی نے ان سے روایت کی۔

ان کی تمام کتابیں خصوصاً النہایہ نہایت عمدہ ہے۔ وطن ان کا ہندوستان ہے۔ ۶۸۵ھ میں دمشق تشریف لائے۔ یہیں ۷۱۵ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کا خط نہایت بدنما تھا مگر خود وہ نہایت ظریف اور سخن ساز تھے۔ ایک مرتبہ بازار سے ایک نہایت بدنما کتاب بہت زیادہ داموں میں خرید لائے۔ احباب کو یہ دکھانے کے لیے کہ جو لوگ میرے خط کو بدنما کہتے ہیں وہ اس خط کو کیا کہیں گے! مگر جب گھر آکر کتاب کھولی تو یہ انہی کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی تھی۔

امام ابن تیمیہ سے مناظرہ

ممدوح سے امیر تنکز کی صدارت میں امام کے مؤلفہ "رسالہ الحمویہ" پر مناظرہ ہوا۔ بیشمار علماء جمع تھے۔ پہلے صاحب ترجمہ نے تقریر شروع کی۔ اور ان کا انداز بیان تھا کہ ختم ہی نہ ہوتا۔ جزئیات تک سمیٹتے چلے جاتے۔

خدا خدا کر کے امام ابن تیمیہ کی نوبت آئی۔ تو وہ ان کی ایک ایک بات کا جواب دینے لگے۔ اس اثنا میں صفی الدین نے کہا۔

اے ابن تیمیہ! تم تو چڑے کی مانند ادھر ادھر پھدک رہے ہو۔ یہ کیا انداز ہے!

ہندی صاحب رئیس مجلس تنکز کے ممدوح تھے اور حاضرین مجلس بھی۔

مسئلہ متنازعہ . . مخفا۔ رئیس مذکور نے امام کو حبس میں بھیج دیا۔ اور ان کے ہم نواؤں کے وظائف بند کر کے شہر میں تشہیر کرا دی۔

ابن حجر عسقلانی اپنی تالیف درر کامنہ میں سبکی ممدوح سے ان امور میں منفرد ہیں "سندی کو صرف ربع القرآن حفظ تھا۔ وہ المتص کی ام پر فتح اور ص پر تشدید پڑھتے۔ رات کو ایک وظیفہ کے لیے اٹھتے تو پوشاک میں پیتاوے اور نعلین تک بدلتے۔ تب نماز کے لیے قیام کرتے، ان کی زبان میں سندیوں کا سا عقدہ تھا۔ تاہم دین دار، نیک اور بہت عبادت گذار تھے۔"

اور شوکانی نے اپنی تالیف البدر الطالع میں ان کے متعلق مندرجہ ذیل امور میں تفرد اختیار کیا ہے:۔

کہ یہ جو سندی نے ابن تیمیہ سے اثنائے مناظرہ میں کہا کہ تم چڑے کی مانند پھدکتے پھر رہے ہو تو یہ امام کے جملہ اسلامی علوم میں تبحر کی وجہ سے کہا۔ ورنہ عام لوگ تو وہی بات کہتے ہیں جو ان کے معمولات میں ہو۔ اور بس!

ان کا انتقال ۱۵ / ۱۳۱۵ھ میں ہوا۔

۲۲۴۔ شیخ محمد ابن کمال الدین دہلوی

"الشیخ الفاضل" ــــ ابن علی ابن ابوبکر سندی دہلوی۔ لقب شمس الدین حنفی!

فاسی نے عقد میں لکھا ہے کہ شیخ شمس الدین نے ہماری استانی ام الحسن فاطمہ سے پڑھا جو عورتوں میں سے نہایت بلیغ النظر مدرسہ تھیں۔

اور صاحب تذکرہ اپنے پیشوا شمس الدین محمد ابن محمود بن محمود الخوارزمی المعروف بابہ معید کے نائب تھے۔ انھوں نے برسوں ان کی ملازمت کی اور پڑھا۔

مکہ معظمہ کئی مرتبہ اہل و عیال کو ہمراہ لے کر حج کے لیے گئے۔ وہیں طاعون سے وفات پائی اور جنت المعلیٰ میں سپرد خاک ہوئے۔ (طرب الاماثل)

۲۲۵۔ محمد بن مبارک کرمانی

(ولیعہد سلطان فیروز شاہ)

"الشیخ الصالح"۔ الحسینی الکرمانی الدہلوی۔ صلاح و تقوی میں بے مثل۔ مولد دہلی اور اساتذہ فخر الدین زرادی وغیرہ ہیں۔ حضرت نظام المشایخ کی خدمت میں عنفوانِ شباب میں جانا شروع کیا۔ مگر شرفِ بیعت حضرت ممدوح کے خلیفہ شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے حاصل ہوا۔ محمد شاہ تغلق کے عہد میں اپنے چچاؤں اور اپنی والدہ کے دلدا شیخ شمس الدین دامغانی کے ہمراہ دولت آباد تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ بعد پھر دہلی لوٹ آئے۔ دہلی ہی میں آسودۂ لحد ہوئے۔ سیر الاولیاء فی اخبار المشایخ الچشتیہ ان کی تالیف ہے۔ جس کی مثال طبقات المشایخ میں نہیں دیکھی گئی۔ اس کتاب پر قبولیت رحمانی کا پرتو ہے —

وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء[1]

۲۲۶۔ شیخ محمد ابن محمد صغانی

"الشیخ العالم المحدث العلامۃ" لقب ضیاء الدین الہندی۔ راقم مؤلف نزہتہ الخواطر نے ان کا نسب بتعلیم ان کی دستخطی اس طرح دیکھا۔

اساتذہ

شیخ جمال الدین بطری سے بواسطۂ ابوالیمن بن عساکر صحیح بخاری سنی اور خود بھی ان کو بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ سنائی۔ قطب ابن مکرم کو موطا سنایا اور ان سے خرقۂ خلافت بھی حاصل ہوا۔

---

[1] خزینۃ الاصفیاء (در متن)

یہ سنہ ۷۴۰ھ اور مدینہ منورہ کا واقعہ ہے۔ قاہرہ کے اساتذہ حدیث سے بھی پڑھا۔ پھر مدینہ منورہ آگئے اور دو سال تک تدریس وافتا میں مصروف رہے۔ آخر وہاں کے امیر سے اختلاف کی وجہ سے مکہ مکرمہ چلے آئے اور مدرسہ حنفیہ میں تدریس کا شغل اختیار فرمالیا۔ یہ مدرسہ یہاں کے امیر یابغا نے قائم کیا تھا۔ صاحب تذکرہ اس مدرسہ کے اندر ماہ شوال سنہ ۷۶۳ھ/۱۳۶۲ء میں لتعینات ہوئے اور یہیں سنہ ۷۷۸ھ/۱۳۷۶ء ماہ ذوالحجہ جمعہ کے روز وفات پائی۔ ان کی عمر ۸۰ سال تک آپہنچی تھی آپ اپنے مسلک کے ماہر تھے اور ادب عربی وغیرہ میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ مسلک میں اس حد تک غلو تھا کہ اس کی بنا پر امام شافعی کی دشمنی سے بھی انکار نہ کرتے[1]

۲۲۷۔ شیخ محمد بن محمود پانی پتی

م سنہ ۷۶۵ھ/۱۳۶۴ء

"الشیخ العالم الفقیہ الصالح" ملقب بہ شیخ جلال الدین پانی پتی المشہور بہ کبیر الاولیاء اولیاء سالکین وعبادت گذار میں سے تھے۔ کم سنی ہی میں جذبۂ ربانی سے اثر پذیر ہوگئے۔ اور گھر سے نکل پڑے جس شہر میں پہنچے۔ وہاں کے شیخ سے استفادہ کیا۔ مگر طریقت اپنے ہی شہر پانی پت کے شیخ شمس الدین ترکی سے حاصل کی۔ ان کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ پھر خود ارشاد وتلقین پر مائل ہوئے۔ ان کے مستفیض میں شیخ احمد عبدالحق ردولوی اور دوسرے بے شمار افراد ہیں۔ ان کی تصانیف میں زاد الابرار فی الحقائق والمعارف ہے۔ دو مرتبہ حج کیا اور پانی پت ہی میں سپرد خاک ہوئے[2]

---

[1] فارسی در عقد بحوالہ طرب الاماثل (در متن)

[2] سیر الاولیاء (در متن)

۲۲۸۔ شیخ محمد بن محمود ہانسوی

م ۷۳۸ھ / ۱۳۳۷ء

"الشیخ العالم الصالح" محمد بن محمود الغریب لقب برہان الدین ابن ناصر الدین ہانسوی جو شیخ جمال الدین احمد خطیب لثمانی ہانسوی کے بھانجے ہیں۔ ۶۵۴ھ / ۱۲۵۶ء میں ہانسی میں پیدا ہوئے۔ اور یہیں پروان چڑھے۔ سن رشد میں دہلی پہنچے اور وہاں کے اساتذہ سے فقہ واصول اور ادب عربی پڑھے۔ ۶۹۳ھ / ۱۲۹۲ء میں حضرت نظام المشایخ کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ اور دہلی ہی میں قیام رہا۔ ۷۲۰-۷۱۸ھ میں دولت آباد تشریف لے گئے اور یہاں مدتوں اقامت فرمائی۔

بہت بڑے عالم، ممتاز، فقیہہ اور زاہد شب زندہ دار ہونے کے ساتھ زندگی پر تجرد غالب تھا۔ صاحب وجد وحال تھے۔ بے شمار لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا۔ ازاں جملہ! شیخ زین الدین داؤد بن الحسین شیرازی، شیخ فرید الدین، شیخ کمال الدین کاشانی اور رکن الدین ابن عماد الدین کاشانی وغیرہ حضرات ہیں۔ شیخ رکن الدین نے ان کے ملفوظات کتاب — نفائس الانفاس میں جمع کیے ہیں۔ اور ان کے سوا ان حضرات نے نیز یہ مہم سر کی ہے (۱) ان کے بھائی حماد بن العماد نے احسن الاقوال میں۔ دوسرے بھائی محمد بن عماد نے غرائب الکرامات میں: اور ان کا تتمہ بقیۃ الغرائب کے نام سے لکھے۔ خاندیس کے رئیس نصیر خاں نے ان کے نام پر شہر برہان پور آباد کیا۔[1]

---

[1] روضۃ الاولیاء (در متن)

۲۲۹۔ شیخ محمد ابن نظام الدین بہرائچی

(دلعہد سلطان فیروز شاہ)

م ۷۷۲ھ
۱۳۷۰ء

"الشیخ الصالح المعمر" جن کے جد اول محمد بن اسماعیل بن جعفر الحسینی البہرائچی ہیں۔ کنیت ابوجعفر المشہور بہ امیر ماہ مشایخ کبار سے تھے۔ حضرت علاءالدین چشتی جیوری سے خرقۂ خلافت حاصل ہوا۔ حضرت شاہ جمال علی گڑھی کے ملازم خدمت بھی رہے۔ سلطان فیروز شاہ ان سے بہرائچ میں ملاقی ہوئے۔ سید اشرف جہانگیر سمنانی بھی آئے اور ان کے شرف و کمال کا اعتراف کیا انہوں نے کتاب المحجوب فی عشق المطلوب لکھی۔ فیروز شاہ کے عہد میں طعمۂ اجل ہوئے[1] اور بہرائچ ہی میں آسودۂ لحد ہوئے۔

۲۳۰۔ شیخ محمد بن محمد کابلی

"الشیخ العالم المحدث"۔۔۔۔ "الحنفی الکابلی الہندی" نزیل و دفین مکہ قاضی فاسی نے اپنی کتاب "العقد الثمین" کے اندر یہ ذکر فرمایا ہے۔ نیز یہ کہ انہوں نے ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء میں عزالدین ابن جماعہ سے حدیث سنی اور میں (فاسی) نے اپنے شیخ جمال الدین ابن ظہیرہ سے ان کی بابت پوچھا۔ وہ ہمارے شیخ بابرکت تھے۔ انہوں نے کئی کتابیں نقل کیں اور وہ خود کو ابوالفتح کا نائب امام بتاتے تھے[2]۔

---

[1] مراۃ الاسرار و مہر جہاں تاب و خزینۃ الاصفیاء (درمتن)

[2] طرب الاماثل (درمتن)

۲۳۱۔ شیخ محمد بن محمد الہندی

م ۷۷۶ھ
۱۳۷۴ء

"الشیخ العالم المحدث" ـــــــ بن سعید الحنفی لقب شرف الدین ولایت علامہ ضیاء الدین الہندی، قاضی فاسی نے عقد الثمین میں لکھا ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں ابن حلیب اور ابن عبد المعطی وغیرہ سے حدیث پڑھی ۔ انتقال قاہرہ میں ہوا [1]

۲۳۲۔ شیخ محمد ابن محمد بلخی

"الشیخ العالم الصالح" محمد بن محمد عیسیٰ البلخی لقب شرف الدین ۔ ابن رکن الدین بہاری صوفی فقیہہ ۔ حضرت منیری شاہ شرف الدین احمد بن یحییٰ کی خدمت میں بلازم رہے اور آپ سے درس طریقت میں فیض کام ہوئے ۔ شیخ نے ان کی خاطر کئی جلدوں میں کتاب آداب المریدین للضیاء ابی النجیب عبد القادر سہروردی (فارسی) میں لکھی ۔ حضرت بلخی نے اپنے مرشد ممدوح کے مدح میں کئی قصیدے لکھے ۔

۲۳۳۔ شیخ محمد بن علی سبزواری

"السید الشریف" محمد بن علی بن العلاء بن غیاث ابن حمزہ بن ہارون تا بہ علی الاشقر بن حسین السبزواری المشہور بہ حقانی ۔ ہندوستان تشریف لے آئے اور شیخ شعبان الملت علی بن محمد جھولنوی سے خرقہ خلافت حاصل ہوا ۔ ان کی صاحبزادی بھی آپ کے حبالۂ عقد میں آئی ۔ پہلے قریہ سید سرادان میں اقامت گزین ہوئے پھر موضع تقی دیہ نواح کمٹرہ میں آباد ہوئے ۔ جہاں آپ

---

[1] طرب الاماثل (در متن)

کے اخلاف بکثرت موجود ہیں[۱]

۲۳۴۔ شیخ محمد ابن احمد اصفہانی

"السید الشریف" امام علی النقی کے اخلاف سے ہیں۔ علوم شرح اور طریقت دونوں پہ یکساں دسترس ملکہ تھا۔ ہندوستان آئے اور شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے طریقت سے فیض حاصل کیا۔ کٹرہ مانک پور میں سکونت پذیر ہوئے جہاں ان کے اخلاف سید اصفہانی کہلائے[۲]

۲۳۵۔ شیخ محمد ابن محمد الفرشوری

(بعہد سلطان محمود شاہ بہمنی)

از ۷۸۰ھ/۱۳۷۹ء تا ۷۸۱ھ/۱۳۸۰ء

"الشیخ الکبیر" محمد بن محمد الجنیدی۔ رکن الدین لقب۔ سراج الدین الفرشوری۔ اولیاء اللہ کبیر سے تھے۔ جد اعلیٰ حضرت جنید بغدادی اور مولد شہر پشاور ہے۔ بلوغت کے بعد گھر سے نکل کر بیشتر شہروں میں گئے اور آخر ۷۰۰ھ میں دولت آباد پہنچے جہاں شیخ علاء الدین جیوری کی بیعت سے سرفراز ہو کر موضع کوٹچی کو وطن قرار دیا۔ ان کے ہاتھ پر بے شمار ہندو مسلمان ہوئے اور ۷۷۰ھ میں جب گلبرگہ تشریف لے آئے تو سلطان محمد شاہ بن علاء الدین حسن بہمنی نے اسے بہت غنیمت سمجھا۔ ان کے فضل و کمال سے متاثر ہوئے اور یہاں پر قیام کو بابرکت سمجھا۔ سلطان ممدوح ان کے ارشادات دل سے پسند کرتا[۳]

۱۔ منبع الانساب (در متن)

۲۔ منبع الانساب (در متن)

۳۔ منبع الانساب (در متن)

۲۳۶ ۔ شیخ محمد بن یحییٰ اودھی

(بعہد سلطان محمد تغلق)

م ۷۴۷ھ / ۱۳۴۶ء

"الشیخ الفاضل الکبیر العلامتہ" ــــ لقب شمس الدین ۔ فخر الاماثل فقہ واصول وادب عربی میں ممتاز ۔ مولانا ظہیر الدین بھکری اور شیخ فرید الدین شافعی اودھی وغیرہ سے پڑھا طریقت میں حضرت نظام المشایخ سے مستفیض ہوئے اور برسوں ان کے ملازم رہے ۔

حضرت نے ۷۲۴ھ / ۱۳۲۳ء میں انہیں خرقہ خلافت عطا فرمایا ۔

انہوں نے مفید کتابیں لکھیں ۔ مثلاً کتاب مشمس المعارف ہے ۔ وہ فرشتہ سیرت زاہد، تجرد پسند اور اس امر پر مستقل طور پر مواظب رہے ۔ اغنیاء کے ہاں خود جاتے نہ ان کا آنا گوارا کرتے ۔ مطالعہ ان کا محبوب مشغلہ تھا ۔ کرمانی نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ پیش آمدہ مسئلہ پر غور کے بعد بات زبان سے نکالتے ۔ سخاوت ان کا دستور تھا ۔ بڑے بارعب تھے ۔ علمائے کرام اور مشایخِ عظام کا احترام کرتے ۔ اساتذہ علم وفن بھی ان سے استفادہ کے لیے حاضر ہوتے ۔ ان کے شاگردی پر فخر کرتے اور ان کی مدح میں قصیدے کہتے ۔ شیخ محمود اودھی کے قصیدے میں ایک شعر ہے ۔

سألت العلم من احیاک حقا

فقال العلم شمس الدین یحییٰ

(میں نے علم سے پوچھا کہ تو کس کے دم کی برکت سے زندہ ہے ۔ تو اس نے جواب دیا کہ شمس الدین یحییٰ کی برکت سے)

دہلی ہی میں آسودۂ لحد ہوئے ۔

۲۲۷۔ شیخ محمد ابن یوسف اجودھنی

"الشیخ العالم الصالح"۔۔۔ یوسف ابن سلیمان ابن مسعود العمری لقب علم الدین ہے زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے۔ پاک پٹن میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے پڑھا۔ طریقت میں بھی انہی سے استفاضہ کیا اور ان کی رحلت کے بعد مرشد قرار دیے گئے۔ ابن بطوطہ ان کے والد کی ملاقات سے اجودھن ہی میں بہرہ مند ہوا۔

۲۲۸۔ شیخ محمد ابن محمد الدمراجی

"الشیخ العالم المحدث"۔۔۔ محمد ابن ابوبکر دمراجی دہلوی لقب نجیب الدین الحنفی، الہندی۔ ابن السکر نے ان کا حال اس طرح قلمبند کیا ہے۔ اپنے مسلک میں فاضل تھے مدتوں مکہ مکرمہ میں رہے اور جب تک رہے روزانہ عمرہ سے مشرف ہوتے۔

قاضی نے لکھا ہے:۔ قاضی جمال الدین ابن ظہیر فرماتے کہ نجیب الدین نے مجھ سے بیان کیا ہے جو ہندوستان میں علامہ سے مشہور ہے کہ جب میں مکہ مکرمہ میں پہنچا تو حرم کے اندر عفیف دلاصی قاری قرآن مجید پڑھتے۔ میں نے ان سے قرأۃ پڑھنے کی درخواست کی تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تم عجمی ہو۔ جو حروف صحیح مخارج سے ادا نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا مجھ سے سن ہی لیجیے! اگر آپ مطمئن ہو گئے تو فبہا ورنہ ما بخیر و شما بہ سلامت! فرمایا۔ سنائیے اور سن کر فرمایا کہ "میں تمہارے اندر لسیب کی خوشبو پاتا ہوں! ذرا اپنا شجرہ تو سناؤ!"

میں نے ان سے پوچھا آپ کے جد اعلیٰ؟ فرمایا خالد بن ولید! میں نے کہا میں بھی انہی سے منسوب ہوں! ہم دونوں نے اپنا نسب نامہ پڑھا تو "دونوں بعض اجداد میں ہم نسب تھے"۔

جس سے یہ بھی ثابت ہے کہ ابن حزم نے جمہرہ میں جو حضرت خالد کے اخلاف

سے انکار کیا ہے تو ان کا انکار صحیح نہیں۔ حضرت خالد سے تو بے شمار افراد کا لقب ملتا ہے۔[1]

۲۳۹۔ قاضی جلال الدین محمد الکرمانی

(بعہد سلطان فیروز شاہ)

"الشیخ الفاضل العلامتہ" القاضی ——— فقہ و اصول اور ادب عربی میں فائز الاقران تھے۔ سلطان ممدوح نے آپ کو جملہ ایسے علماء پر ترجیح دی جو اس منصب کے لیے موزوں تھے۔ سلطان ممدوح نے آپ کو تمام ممالک محروسہ کا قاضی القضاۃ مقرر کر دیا اور جملہ دینی امور اسطرح آپ کو تفویض کر دیے کہ سلطان ان کے کسی معاملہ میں دخل نہ دیتا۔

وہ اپنی وفور علم و ادراک کی وجہ سے اپنے دور کے غزالی اور رازی تھے۔ سلطان نے دوسروں کے مواجب اور مناصب بھی آپ ہی کو سونپ رکھے تھے۔ اب تک جتنے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے تھے کوئی ان کے مرتبہ تک نہ پہنچ سکا۔

۲۴۰۔ شمس الدین محمد شیرازی

الشیخ العابد الزاہد۔ معمر ترین بزرگوں میں سے تھے۔ ۷۴۲ھ ابن بطوطہ نے بھکر میں ان سے ملاقات کی۔ شیخ نے اپنی عمر ۱۲۰ سال سے زیادہ پائی۔

۲۴۱۔ مولانا شمس الدین محمد دامغانی

(بعہد سلطان محمد تغلق)

"الشیخ الفاضل الکبیر" ممتاز افاضل میں سے تھے۔ جناب مولانا خوارزمی وغیرہ سے پڑھا

---

[1] طرب الاماثل (در متن)

خوارزمی کے اسباق میں شاہنشاہ دین حضرت نظام المشائخ بھی آپ کے ہم سبق تھے۔ عہد تغلقی میں دہلی سے دولت آباد تشریف لے جاکر مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ یہاں جن حضرات نے آپ سے پڑھا ان میں شیخ عین الدین بیجاپوری بھی ہیں۔

۲۴۲۔ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی

م ۷۱۶ھ
۱۳۱۷ء

"الملک المؤید" محمد بن مسعود خلجی السلطان علاء الدین محمد شاہ جو سلطان جلال الدین خلجی کے برادر زادہ اور داماد تھے۔ جن کے لیے ممدوح نے کڑہ اور اس کے نواحی مواضع جاگیر میں عنایت فرمائے۔ مسلمان بادشاہوں میں سب سے پہلے دکن دیوگیر پر آپ نے حملہ کیا۔ یہ شہر مالوہ اور مہاراشٹر کے تمام حلقہ میں ممتاز تھا۔ اور اس کا ہندو راجہ تمام راجاؤں میں برتر۔ اس نے مقابلہ کی بجائے اطاعت کا قبالہ پیش کرتے ہوئے بیش بہا ہدایا نذرانے میں پیش کیے۔ سلطان یہ مال لے کر اپنی جاگیر کڑہ میں لوٹ آئے۔ اور غنیمت میں سے کوئی جزو بادشاہ دہلی جلال الدین کی طرف نہ بھیجا۔ تو امرائے وقت نے سلطان جلال الدین کو بھڑکا دیا جس پر اس نے ان سے مطالبہ بھی کیا تو اس نے انکار کر دیا۔ یہ سن کر بادشاہ نے کڑہ ہی میں اس سے ملاقات کر کے اسے اپنے ہمراہ دہلی میں لانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور فرمایا کہ وہ میرا فرزند ہے۔

سلطان ایک مختصر سا دستہ لے کر منزل بہ منزل گزرتا ہوا کڑہ سے ادھر گنگا کے ساحل پر اترا۔ آخر ادھر سے وہ اور ادھر سے علاؤالدین کشتی میں بیٹھ کر ملاقات کے لیے روانہ ہو گئے۔ داماد کی نیت میں شروع ہی سے فتور تھا۔ اس نے اپنے ندما سے کہہ دیا کہ جب میں سلطان سے معانقہ کروں تو تم عقب سے اسے قتل کر دینا اور ایسا ہی ہوا۔ اب اس نے اپنے چچا کے ملک اور افواج پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد وہ دہلی گیا تاکہ سلطان (جلال الدین) کے بیٹے (رکن الدین) کو بھی اس

کے قتیل باپ کے پاس پہنچادیں۔ رکن الدین کو یہ معلوم ہوا تو سندھ کی طرف بھاگ اٹھا (یہ واقعات سنہ ۶۹۴ھ / ۱۲۹۵ء میں رونما ہوئے) علاء الدین نے دہلی کی گدی سنبھال لی اور بیس سال تک داد حکومت دی۔ سنبھال رکھی۔ اس دوران میں علاء الدین نے کئی شہر فتح کیے۔ خصوصاً تاتار کے ساتھ شدید مقابلہ کر کے ان کے بیشتر افراد قتل کر دیے اور کچھ اسیر کر لیے۔ جس سے وہ گھبرا کر خراسان کی طرف نکل گئے۔

پھر اس نے سنہ ۶۹۴ھ / ۱۲۹۶ء میں گجرات پر دھاوا بول دیا جس پر وہاں کے راجہ رائے کرن نے مقابلہ تو کیا۔ مگر وہ کامیاب نہ ہوا۔ رائے مذکور بھاگ کر دلوگیر کی طرف چلا گیا تو علاء الدین نہروالہ اور اس کے ملحقات پر قابض ہو گیا۔

ادھر تاتاریوں کا سب سے زیادہ طاقت ور بادشاہ قتلق خواجہ دو لاکھ فوج کمان میں لے کر دہلی کی طرف بڑھا۔ یہ سن کر علاء الدین مدافعت کے لیے نکلا۔ اس کی کمان میں تین لاکھ فوج اور ۲۷۰۰ سو جنگی ہاتھی تھے۔ سخت مقابلہ کے بعد اس نے قتلق تاتاری کو ماوراء النہر کی طرف دھکیل دیا۔

اب اس نے سنہ ۶۹۹ھ / ۱۲۹۸ء میں رنتھمبور کی فتح کے لیے لشکر بھیجا جس لشکر نے قلعہ والوں پر عرصۂ روزگار تنگ تو کر دیا مگر سر نہ کر سکے۔ علاء الدین نے سنا تو خود آیا۔ نہایت سختی کے ساتھ انہیں دبانا شروع کر دیا۔ اور ایک مدت کے بعد قلعہ فتح ہوا۔ جس کا سربراہ راجہ ہمیر دیو اور وزیر امل تھے۔ آخر کچھ لوگ مقابلہ کے لیے باہر نکل آئے۔ تو وہ سب کام آ گئے۔

علاء الدین نے دہلی آکر ندما کو جمع کر کے دریافت کیا کہ اب تک بغاوت اور سرکشی کیوں ختم نہیں ہو پائی۔ عرض کیا گیا۔ اس کے چار اسباب ہیں۔

۱۔ بادشاہ سلامت کی پبلک سے غفلت اور بے پرواہی

۲۔ عوام و خواص کی شراب نوشی

۳۔ بادشاہ اور امرائے سلطنت کی باہم رشتہ داری۔

۴۔ عوام میں افراطِ زر!

یہ سن کر سلطان نے اپنے جاسوس ملک میں پھیلا دیے جس کے اثر سے لوگوں میں کھلے طور پر امورِ سلطنت پر گفتگو کرنا دشوار ہو گیا۔

پھر اس نے راستوں کی حفاظت کی جس کے اثر سے ایک بڑھیا بنگال سے چل کر سندھ آتی اور راستے میں کوئی اس سے متعرض نہ ہوتا۔

اب اس نے شراب پر قدغن لگایا تو شراب کے ساتھ اس کے برتن بھی توڑ دیے گئے امراء کو شاہی امر کے بغیر باہم رشتہ داری کرنے سے منع کر دیا۔

عوام سے اموال و جاگیرات و مملکہ اراضی غلام اور وقف تک ضبط کر کے شاہی املاک میں شامل کر لیے حتیٰ کہ شاہی خاندان کے افراد کو بھی نہ چھوڑا۔

پھر اس نے یہ نئے قوانین نافذ کیے۔

۱۔ بغیر استثنار جنس ہر ایک پیداوار میں نصف وصول کی جائے اور اس کا حساب اراضی کی پیمائش کے مطابق ہو۔

۲۔ مقدم اور چوہدری جو کچھ کسانوں سے لیتے ہیں وہ بھی سرکاری خزانہ میں جمع ہو۔

۳۔ دو بھینسوں اور ۱۲ بھیڑوں سے زائد نہ ہوں۔ چوہدری — مقدم اور عام کسان اس میں برابر ہیں۔

۴۔ مویشی کے لیے چارہ ان کی ضرورت سے زیادہ نہ بویا جائے۔

اس نے ان تمام قوانین کے نفاذ میں پوری پابندی سے کام لیا حتیٰ کہ غریب اور امیر ایک سطح پر آ گئے۔

فتح چتوڑ:- ۷۰۳ھ/۱۳۰۳ء میں اس نے ہندوستان کا مضبوط ترین قلعہ چتوڑ فتح کر لیا اور اس پر فریقین میں جنگ نہ ہوئی تھی۔

دکن:- ورنگل دکن پر حملہ کیا۔

۱۳۰۵ھ میں تاتاری چالیس ہزار فوج لے کر ملک میں داخل ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ امروہہ آپہنچے۔ جن کے لیے اس نے غازی ملک (تغلق جو مبارک شاہ کے بعد حکمران ہوا) کو مقرر کیا مقابلہ میں بے شمار تاتاری قتل اور گرفتار ہوئے۔ غنیمت میں بیس ہزار گھوڑے ہاتھ آئے۔

عین الملک کو مالوہ کی طرف بھیجا جس نے وہاں کے راجہ سے لڑکر اجین۔ مندو و دہار اور چندیری وغیرہ فتح کیے۔

تاتاری پھر امڈ آئے اور اس مرتبہ بھی علاءالدین نے تغلق ممدوح الصدر غازی الملک کو ان سے نپٹنے کے لیے تعینات کیا۔ گھمسان کا رن پڑا اور انہیں شکست دی۔ پھر علاءالدین نے شاہی لشکر دیوگیر کی طرف بھجوایا تو یہ سن کر وہاں کا راجہ سپہ سالار کی خدمت میں بیش قیمت تحائف کے ساتھ حاضر ہوا اور جب سپہ سالار دہلی لوٹا تو اس راجہ نے بھی اس کے ساتھ آکر علاءالدین کی خدمت میں خراج اطاعت پیش کیا۔ جس پر سلطان نے دیوگیر کے تمام شہر اور گجرات کے کچھ علاقے بھی جاگیر میں عنایت فرماکر اسے واپس کر دیا۔

اسی طرح دکن کا سب سے بڑا شہر ورنگل کے قلعہ کا ماجرا ہے جس پر محاصرہ اور اس پر قتال جاری رہا۔ آخر وہاں کے راجہ نے بے شمار مال و متاع کے عوض میں صلح کی درخواست پیش کی۔ اور اس مال سے کچھ فوراً اور قدرے بعد میں ادا ہونا قرار پایا۔

معبر

یہی ماجرا شہر معبر دکن کا ہے جو شدید معرکے کے بعد فتح ہوا۔ اور اس شہر میں ایک مسجد تعمیر کرائی گئی۔ دکن میں یہ سب سے پہلی مسجد تھی۔

علاؤالدین کے معرکے

محمد قاسم بن غلام علی بیجاپوری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سلطان علاءالدین

کی جنگیں تعداد میں چار سو اسّی (۴۸۰) ہیں ۔ اور ان میں سے ہر ایک جنگ میں فتح اسی کو ہوئی

اس کے غلام

ستر ہزار تھے ۔ جن میں ذکور اولادِ غلاماں کی تعداد سات ہزار تھی ۔

پھر اس نے اشیاءِ صرف کی سرکاری طور پر قیمتیں مقرر کیں ۔

۱ ۔ جن پر نگرانی کے لیے اس نے بازاروں میں چوہدری متعین کیے ۔

۲ ۔ حکم دیا کہ لگان میں جو غلہ سرکاری طور پر جمع ہوا سے بادشاہی کوٹھاروں میں محفوظ کیا جائے ۔

۳ ۔ جب بازار میں غلہ کی مقدار گھٹ جائے تب سرکاری کوٹھاروں کا غلہ نرخ مقررہ پر صارفین کے ہاتھوں بیچا جائے ۔

اک مرتبہ اس نے کوتوال شہر دہلی کو حکم دیا کہ شہر کے تمام دکانداروں کو دریائے جمنا کے ایک مقام پر جمع کرو! ۔ وہ آ گئے تو انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے سامان شاہی نرخوں پر فروخت کریں ۔

۲ ۔ صرف کی ہر ایک شے گرانی کی امید پر فروخت کرنا بند کر دیں ۔

۳ ۔ کسان پر یہ حکم لازم ہے کہ وہ پیداوار میں سے ہر ایک جنس فوراً فروخت کر دیں اور اس میں سے گھر میں کچھ نہ رہنے دیں سوائے گھریلو خرچ کے ۔

۴ ۔ کوتوال صاحب روزانہ منڈی اور بازار کے نرخ بادشاہ کے سامنے بیان کریں ۔

۵ ۔ وہ خود بھی کبھی کبھی بازار میں نرخ دریافت کرنے آ جاتا تو ان میں کمی یا زیادتی کرنے والوں کو سزا دیتا ۔

نرخ بندی کا دستور

۱ ۔ دہلی کے بدالونی دروازے پر اس نے ترازو کے بڑے بڑے کٹڑے تعمیر کرائے جن

کے اندر بزازوں کو بٹھا کر پابند کر دیا۔ کہ وہ صبح سے دوپہر تک ان میں کپڑا بیچیں اور اس مقام کے سوا شہر بھر میں کسی اور جگہ کپڑا فروشی نہ ہو۔ ان کٹڑوں کا نام علاء الدین نے سرائے عدل رکھا۔

۲۔ ان بزازوں کا ایک دفتر مقرر کیا جو لوگ بیرون شہر سے تھان لاتے تو ان کے نرخ مقرر کیے جاتے۔

۳۔ دولت مند کپڑا خرید کر ادھر ادھر فروخت کرنا چاہیں تو بازار کے چوہدری سے اجازت لیں۔ پھر وہ مقررکردہ نرخ سے ایک دوسرے مقامات تک لے جا کر فروخت کریں۔

گھوڑوں کی نرخ بندی

۱۔ اس نے مالداروں کو گھوڑوں کے سوداگروں سے گھوڑے خریدنے اور فروخت کرنے میں سختی سے روک دیا۔

۲۔ دلالوں کو تاکید کر دی کہ مقررہ نرخ سے کم یا زیادہ پر مول تول نہ کریں۔

۳۔ کبھی کبھی وہ خود منڈی میں آ کر گھوڑوں کی نرخ بندی کا اثر دیکھتا اور بے اعتدالی پر ملزموں کو زجر کرتا۔

بعض اشیاء و اجناس کی نرخ بندی

۱	گندم	ایک من کی قیمت	سات جیتل
۲	جو	〃 〃 〃 〃	چار 〃
۳	جوار	〃 〃 〃 〃	پانچ 〃
۴	چنا	〃 〃 〃 〃	پانچ 〃
۵	موٹھ	〃 〃 〃 〃 〃	تین 〃

ا ۔ جیتل تانبے کا ایک تولہ سکہ تھا۔

ب ۔ اور من چالیس سیر کا تھا۔

ج ۔ سیر ۲۴ ۔ تولہ کا تھا۔

د ۔ تنکہ سونے کا بھی ہوتا اور چاندی کا بھی مگر یہاں چاندی کا مقصود ہے جو ۵۰ جیتل کے برابر قیمت میں تھا۔

بعض پارچات کی نرخ بندی

۱ ۔ سرخ ٹول	فی گز	۱۲ تنکہ
۲ ۔ ٹول گولکہ	" "	۶ "
۳ ۔ سری صاف (اعلیٰ)	" "	۵ "
۴ ۔ متوسط	" "	۳ "
۵ ادنیٰ	" "	۲ "

کرباس (سوتی پارچے)

اعلیٰ	۲۰ ۔ ہاتھ	قیمت (۱) تنکہ
متوسط	۳۰ ۔ ہاتھ	" (۱) "
ادنیٰ کپڑا	۴۰ ۔ "	" (۱۰) جیتل

گھوڑوں کا نرخ

قسم اول	ایک سو تا ایک سو بیس	تنکہ
" دوم	۷۰ تا ۸۰	"

قسم ثالث	پینسٹھ تا ستر	تنکہ
یابو گھوڑا	۱۲ تا ۲۰	"

غلاموں کا نرخ

اعلیٰ قسم	ایک سو تا دو سو	تنکہ
قسم متوسط	۲۰ تا ۴۰	"
" ادنیٰ	۵ تا ۱۰	"

شراب کا نرخ

مصری شراب	ایک سیر کی قیمت ۲ جیتیل	
عام شراب	" " " " ۱ "	

دوسری اشیائے صرف

گائے کا گھی	ایک سیر کی قیمت	دو جیتیل
سرسوں کا تیل	۳ " " "	۱ "
نمک	۵ " " "	۱ "

اسی طرح گائے بھینس، اونٹ، بکری، وغیرہ کے نرخ مقرر کیے گئے۔ حتیٰ کہ انسانی ضروریات کی ہر شے بڑی سے لے کر چھوٹی تک کے جو اس زمانے میں صرف ہوتی،

لشکر کے جانوروں کے رواتب میں مثلاً (۲۳۴) تنکہ قسم کے افسروں اور دوم کے رواتب :- لیے (۱۵۶) تنکہ اور قسم سوم کے لیے ۷۸ تنکہ مقرر تھے۔

فوج کی تعداد: ۷۵ ہزار۔ جن میں ۴۰ ہزار اسوار ہوتے[۱]

۲۴۳۔ محمد المنجم بدخشی

"السید الشریف العلامۃ" ــــ الدفین گلبرگہ ــــ ہیئت و ہندسہ و نجوم کے علاوہ دوسرے علوم حکمیہ میں بھی متبحر تھے۔ سلطان علاء الدین حسن بہمنی نے انہیں اپنے دکن کے لشکر متعینہ گلبرگہ میں قاضی مقرر کیا۔ جہاں مدت تک رہے[۲]

۲۴۴۔ شیخ محمد بن محمود کرانی

"الشیخ الہندی الحنفی العالم المحدث" زین طبری اور عبدالوہاب بن محمد بن یحییٰ الواسطی شیوخ مکہ مکرمہ سے حدیث سنی[۳]۔ فاسی نے "عقد الثمین" سے یہ مستفاد کیا[۴]

۲۴۵۔ شیخ محمد بن محمود کرمانی

م ۷۱۱ھ/۱۳۱۱ء

"الشیخ الصالح" محمد بن محمود الحسینی الکرمانی علم و طریقت دونوں سے ممارس۔ تجارت پیشہ تھے۔ جب لاہور تشریف لاتے تو حضرت شکر گنج کی ملاقات کے لیے پاک پٹن بھی جاتے۔ اور آپ کی مجلس سے بہت مسرور ہوتے۔ حتی کہ شیخ شکر گنج کی محبت نے ان کے دل سے تجارت کا ولولہ فنا کر کے انہیں حضرت ممدوح کا ملازم خدمت کر دیا۔ حضرت کی رحلت کے بعد تشریف دہلی میں لائے اور شاہنشاہ دین سے وابستہ ہو گئے۔ اور تمام دنیوی علائق ختم کر دیئے۔ دہلی ہی دفن ہوئے[۵]

---

[۱] تاریخ فرشتہ (در متن) [۲] تاریخ فرشتہ (در متن) [۳] طرب الاماثل
[۴] طرب الاماثل (در متن) [۵] خزینۃ الاولیاء (در متن)

۲۴۶۔ محمد البغدادی

"الشیخ المعمر محمد البغدادی الزاہد ۔ ابن بطوطہ نے ان سے ملاقات کی ۔ اس وقت آپ شیخ صالح عثمان بن حسن المرندی کی قبر پر چلہ کشی میں مصروف تھے اور سن ۱۴۰ سال سے متجاوز ہو چکا تھا ۔ مگر قویٰ ہنوز مضبوط تھے ۔ اور بلا تکلف چلتے تھے ۔

وہ آخری خلیفہ عباسی المستعصم باللہ کے قتل پر موجود تھے ۔ جو ہلاکو خاں تاتاری بن تولائی کے ہاتھ سے ہوا ۔

۲۴۷۔ محمد بن شمس العثمانی

(دلعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ الفقیہ محمد بن شمس بن صلاح ابن محمد بن محمد بن ابوبکر بن اسماعیل ابن سری السقطی العثمانی ——— الشیخ محمد معروف امیٹھوی مشہور فقہائے احناف سے تھے ۔ اپنے والد کے ہمراہ عراق سے ہندوستان تشریف لائے اور سترکہ میں بعہد سلطان علاء الدین خلجی ۷۲۵ھ ۱۳۲۴ء میں قاضی مقرر ہوئے ۔ یہ زمانہ سلطان محمد تغلق پر متمد ہو رہا تھا ۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے بیٹے نجم الدین اسمٰعیل اس منصب پر فائز ہوئے ۔ قصبہ امیٹھی میں ان کے اخلاف بکثرت پائے جاتے ہیں [1]۔

۲۴۸۔ سلطان محمود شاہ بہمنی

"الملک المؤید محمود بن الحسن بہمنی محمود شاہ سلطان عادل و فاضل در علوم ——— اپنے

---

[1] بیاض عثمانی

بھائی داؤد شاہ کے بعد ۷۸۰ھ/۱۳۷۸ء میں گلبرگہ کے اندر سریر آرائے تخت حکومت ہوئے اور آغازِ بادشاہت عدل واحسان سے کیا۔ وہ عدل وسخاوت وبخشش میں دوسرے بادشاہوں سے ممتاز تھے۔ لغت عربی وفارسی دونوں میں ماہر۔ جب ان زبانوں میں گفتگو کرتے تو سننے والا آپ کی طلاقت لسانی پر خراجِ عقیدت پیش کرتا۔ کتابت میں خط بہت پختہ تھا۔ شعر کی تنقید میں دسترس پر ہر جگہ کے لوگ حاضر ہوتے۔ خواجہ شیراز حافظ بھی محمود شاہی کشتی میں سوار ہو کر ملاقات کے لیے آئے۔ مگر راستے میں لوٹ لیے گئے۔ اور آپ کی طرف یہ شعر لکھ کر بھجوائے

دمی باغم بسر بردن جہاں یک سر نمے آرزد

بمے بفروش دلق ما کزیں بہتر نمے آرزد!

بسے آساں نمود اول غم دریا ببوئے زر!!

غلط کردم کہ یک موجش بصد من زر نمے ارزد

اس پر محمود شاہ سلطان نے ایک لاکھ تنکہ طلائی — حافظ کی خدمت میں بھیج دیا۔

گلبرگہ میں مدرسہ

محمود شاہ سلطان نے گلبرگہ۔ بیدر۔ قندھار۔ ایلچ پور۔ جنیر۔ چیول اور دابُل اور دوسرے مقامات پر یتامیٰ کے لیے مکاتب قائم کیے۔ محدثین کے لیے گراں قدر وظائف مقرر فرمائے تاکہ وہ فراغ خاطر کے ساتھ حدیث پر متوجہ رہیں۔ وہ محدثین کی بے حد تعظیم کرتا۔ نابیناؤں اور لولوں کے وظائف بھی معین کر دیئے۔

زمامِ حکومت ہاتھ میں لینے سے پہلے وہ نہایت پرتکلف اور قیمتی لباس پہنتا۔ مگر سلطانی کے ساتھ ہی اس نے سادہ پوشاک پر اکتفا کر لیا اور وہ کہا کرتا کہ بادشاہ اللہ کی طرف سے

مسلمانوں کے اموال پر امین ہیں ۔ ان کے لیے ضرورت سے زائد کوئی شے مباح نہیں ۔

وہ شعر بھی کہتا ۔ ازاں جملہ ؎

عافیت در سینہ کار خونِ فاسد مے کند

رخصتے اے دل کہ از الماس نشتر مے خورم

اس بادشاہ نے ۱۹ سال ۔ ۹ ماہ اور ۲۰ روز حکومت کی[1]

۲۴۹ ۔ شیخ محمود ابن محمد دہلوی

م ۱۳۱۰ھ

"السید الشریف العلامۃ الحنیف" ـــــ محمد ابن احمد مدنی ۔ لقب قوام الدین دہلوی ۔ امام حسن بن علی کی اولاد سے تھے ۔ جس طرح علم و عرفان دونوں میں ممتاز ۔ اسی طرح زہد و تقویٰ و شجاعت اور سخاوت میں فخر الاماثل تھے ۔ علوم میں نظیر حاصل تھی ۔ ۶۲۷ھ / ۱۲۲۷ء میں پیدا ہوئے ۔ اپنے والد امیر کبیر بدر الملت المنیر قطب الدین محمد ابن احمد الحسنی الحسینی کے ہمراہ ہندوستان آئے ۔ سلطان شمس الدین التمش نے اپنی دختر ان کے حبالۂ عقد میں منسلک کر دی ۔ اس شہزادی کا نام فتح تھا ۔ دہلی میں اقامت فرما ہوئے اور مشغلہ تدریس شروع کر دیا ان سے ان کے برادر زادہ قاضی رکن الدین ، ابن نظام الدین کردی ، علاء الدین الحسینی حیدری اور بے شمار دیگر افراد نے پڑھا ۔ ۸۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا ۔

---

[1] تاریخ فرشتہ (در متن)

۲۵۰۔ شیخ محمود بن یحییٰ الاودھی

م ۷۵۷ھ / ۱۳۵۶ء

دفین دہلی

"الشیخ الامام العالم الکبیر الزاہد المجاہد ــــــ نصیر الدین محمود ابن یحییٰ بن عبد اللطیف الحسینی الیزدی ثم اودھی۔

اولیاء اللہ السالکین المرتاضین سے تھے۔ اودھ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پروان چڑھے مگر ۹ برس میں قدم رکھا تھا کہ والد کا سر سے سایہ اٹھ گیا۔ اور تمام بوجھ ان کی والدۂ عفیفہ کے سر پر آگیا۔ پڑھنا شروع کر دیا اور مولانا عبد الکریم شیروانی سے ہدایہ و اصول بزدوی پڑھے۔ اسی اثنا میں مولانا شیروانی آسودۂ لحد ہو گئے۔ تو مولانا افتخار الدین محمد گیلانی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔ ان سے جملہ درسیات پڑھے۔

مگر شیخ حمید الدین قلندری دہلوی فرماتے ہیں کہ اودھی صاحب نے فقہ شیخ فخر الدین ہانسوی اور اصول بزدوی قاضی محی الدین کاشانی سے پڑھی[۱]

اور سبحۃ المرجان میں مذکور ہے کہ مولانا اودھی نے بعض کتابیں شیخ شمس الدین محمد بن یحییٰ اودھی سے پڑھیں ــــ حاصل کلام یہ کہ آپ ۷۲۵ھ / ۱۳۲۴ء میں بحث و اشغال سے فارغ ہو گئے[۲]

طریقت میں حضرت نظام المشایخ سے مستفیض ہوئے۔ مدتوں ان کی خدمت میں ملازمت کی۔ شیخ نے ۷۲۴ھ / ۱۳۲۴ء میں آپ کو اپنی خلافت سے سرفراز کیا اور آپ کی رحلت پر سجادۂ طریقت کو مزین فرما کر "حقوق طریقت" کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔ ہمیشہ خدائی نشانی

۱؎ خیر المجالس (در متن)

۲؎ مناقب العارفین (در متن)

سے پیش آتے۔

کثیر البہاء، کریم النفس، اعلیٰ اخلاق سے مزین، بخش گوئی سے مبرا اور صداقت سے قریب تر رہتے۔ اپنی ذات کے لیے کسی پر خفا نہ ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ماسوا کسی امر پر کسی سے کچھ نہ کہتے۔ رقت ہمہ وقت طاری رہتی۔ مراقبہ شعار تھا۔ آثار بزرگان نظر میں رکھتے۔ دعا سے زبان نہ رکتی۔ عوام کے سر پر سدا احسان کا ہاتھ رہتا۔ صدق مقال، سوال سے پرہیز اور صبر و قناعت، دلوکافی زہد و مجاہدہ ان کا دثار تھا۔ ان کی ذات سے کشف و خوارق کا اس قدر ظہور ہوتا کہ صفحہ قرطاس پر مسطور نہیں ہو سکتا۔

آپ کے مسترشدین

(۱) شیخ محمد بن یوسف حسینی دہلوی دفین گلبرگہ

(۲) شیخ احمد بن شہاب الحکیم دہلوی

(۳) شیخ عبدالمقتدر ابن رکن الدین الشریحی

(۴) شیخ کمال الدین العلامتہ

(۵) شیخ محمد بن جعفر الحسینی المکیؒ

(۶) شیخ احمد بن محمد تھانیسری

اور ان کے سوا بے شمار حضرات ہیں۔

۲۵۱۔ شیخ محمود بن محمد دہلوی

م ۱۳۴۷ء
۷۴۷ھ

الشیخ الفاضل الکبیر ملقب بہ سعد الدین دہلوی۔ فقہائے حنفیہ کے علمائے کبار سے تھے۔ علامہ حافظ الدین کی کتاب المنار (در اصول) کی شرح بعنوان افاضتہ الانوار فی

اضافۃ اصول المنار لکھی۔ (بحوالہ الاثمار الجنیہ ملا علی قادری)۔ (اور ـــــ الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنیفہ مؤلفہ شیخ عبدالقادر ابو محمد العرشی مرتب کی) مگر سمعانی نے اپنی تالیف انساب میں یہ ذکر نہیں کیا۔

۲۵۲۔ شیخ محمود بن الحسین الحسینی البخاری

م ۷۴۸ھ
۱۳۴۶ء

ابن علی الحسینی البخاری ملقب بہ شیخ ناصرالدین الاچی "الشیخ العالم الفقیہ" ـــ ہندوستان کے معروف مشایخ سے تھے۔ ان کی والدہ دختر تھیں شیخ محمد بن الحسین علی الحسینی البخاری کی۔

کم سنی ہی میں علم و مشیخت کی گود میں پرورش پائی اور اپنے والد سے پڑھنے کے بعد منصب طریقت پر فائز ہوئے۔ آپ کے حرم تین تھے۔

(۱) بی بی بہلسی دختر حسین شاہ لنکا ملتانی

(۲) بی بی سعادت، دہلی کے اشراف خاندان سے تھیں۔

(۳) عام مسلمانوں میں سے ایک بی بی

اولاد میں ۲۳ فرزند اور پانچ دختر تھیں۔ ان میں سے پانچ بیٹے قطب کے درجے پر تھے۔

(۱) شیخ حامد الکبیر

(۲) علم الدین

(۳) شہاب الدین

(۴) اسماعیل

۵ فضل اللہ

دو فرزند اول الذکر بی بی بہلبی سے تھے۔ دو بیٹے بی بی سعادت کے بطن سے اور دو نمبر ۳ بی بی سے پیدا ہوئے۔

۲۵۳۔ شیخ محمود ابن یوسف کرانی

الشیخ العالم المحدث" محمود بن یوسف بن علی الکرانی۔ لقب نصیر الدین۔ نزیل مکہ مکرمہ۔

اساتذہ

رضی طبری سے صحیح ابن حبّان سُنی۔ نیز زین طبری، جمال مطری خلیل مالکی سے حدیث سنی

تلامذہ

ابن سکر نے آپ سے صحیح ابن حبان پڑھی۔ جس کا اجازہ بھی عطا فرمایا۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء کا ہے۔ مکہ مکرمہ سے ہندوستان تشریف لائے[1]

۲۵۴۔ شیخ مخلص ابن عبد اللہ دہلوی

م ۷۹۴ھ/۱۳۹۲ء

"الشیخ الفاضل الکبیر العلامۃ" مخلص بن عبد اللہ شیخ حمید الدین الہندی الدہلوی۔ کبار علمائے حنفیہ سے اور دہلی کی ایک بڑھیا کے غلام تھے۔ اللہ نے انہیں اپنے احسان عطیات لم یزلی کا مورد قرار دے کر گوناگوں انعامات سے سرفراز فرمایا بخلعت قبول سے مالا مال ہو گئے۔ پہلے حصول علم ان کے لیے آسان ہو گیا۔ پھر نشر علوم میں انہیں ممتاز فرمایا۔ تدریس و تصنیف دو لازمی فن تفویض ہوئے۔ ہدایہ کی بہت اچھی شرح لکھی مگر مکمل نہ ہو سکی۔ تفسیر میں کشف الکشاف

---

[1] فاسی در عقد الثمین (طرب الاماثل) در متن

مدون کی۔ اور بھی کئی کتابیں لکھیں جن کا تذکرہ شیخ مجد الدین فیروز آبادی نے اپنی تالیف الطائف الخفیہ فی اشراف الحنفیہ میں کیا ہے۔ جیسا کہ ملا علی قادری نے اپنی کتاب الاثمار الجنیہ میں اور چلپی نے کشف الظنون میں لکھا ہے کہ ان کی تالیف شرح ہدایہ عمدہ کتاب ہے جس کا حرف اول ہے:-

"الحمد للہ الذی ھدانا فی بدا انیبا الی خدمت کتابہ المبین"

وفات ۷۴۶ھ میں ہوئی[1]

۲۵۵۔ شیخ مسعود ابن شیبہ سندھی

الشیخ الفاضل الکبیر مسعود بن شیبۃ ابن الحسین سندی ملقب عماد الدین۔ شیخ الاسلام کتاب التعلیم اور طبقات الحنفیہ۔ ان کے تصانیف ہیں[2]

۲۵۶۔ شیخ موسیٰ ابن اسحاق دہلوی

حضرت شکر گنج کے ہمشیر زادہ تھے۔ اجودھن "پاک پٹن" مولد ہے۔ ان کی صغر سنی میں ان کے والد آسودۂ لحد ہو گئے تو حضرت نظام المشائخ انہیں ان کی والدہ سمیت دہلی لے آئے۔ آپ ہی کے زیر سایہ پروان چڑھے۔ قرآن مجید حفظ کر لینے کے بعد شیخ وجیہہ الدین سے درسیات پڑھیں۔

شعر گوئی، موسیقی اور فنون حکمیہ میں ملکہ حاصل کیا[3]

---

[1] سبحۃ المرجان (در متن)

[2] الاثمار الجنیہ (در متن)

[3] سیر الاولیاء (در متن)

۲۵۷۔ شیخ موسیٰ ابن جلال ملتانی

الشیخ العالم الفقیہ — الملقب بہ نورالدین۔ حضرت ابوالفتح رکن الدین ملتانی کے ہمشیرہ زاد تھے۔ ممدوح ہی سے طریقت میں درس لیا۔ ان کی خدمت میں برسوں شرف ملازمت سے مفتخر ہوئے۔ یہاں تک کہ علوم ظاہر و باطن دونوں منکشف ہو گئے۔ مدرسہ بہائیہ ملتان میں بزم تدریس کو رونق بخشی۔ ان کے شاگردوں میں جلال الدین حسین ابن احمد الحسینی البخاری الاچیؒ قابلِ ذکر ہیں جو پورا ایک سال آپ کی خدمت میں حاضر رہے[1]

۲۵۸۔ شیخ مجدالدین کاشانی

"الشیخ العالم الصالح — الکاشانی ثم دولت آبادی اپنے زمانے کے ممتاز علماء سے تھے۔ درسیات شیخ زین الدین داؤد الحسین شیرازی سے پڑھے۔ بیعت حضرت شیخ برہان الدین غریب ہانسوی سے کی۔ مدت تک ان کے ملازم رہے اور ان کے کرامات کتابی شکل میں غرائب الکرامات نام کی کتاب میں جمع کیے۔ جس کے تتمہ" لبقیۃ الغرائب کے عنوان میں لکھے۔

دولت آباد میں آسودۂ لحد ہوئے۔

۲۵۹۔ شیخ محی الدین کاشانی

م ۷۱۷ھ
۱۳۱۷ء

"الشیخ الفاضل الکبیر — ابن جلال الدین بن قطب الدین الحنفی الصوفی الکاشانی فقہ و اصول و طریقت میں فخر روزگار تھے۔ شیخ شمس الدین نوشجی وغیرہ سے دہلی میں پڑھا۔ پھر

---

[1] منبع الاسلام (درمتن)

حضرت نظام المشایخ سے شرف بیعت حاصل ہوا۔ اجازہ میں حضرت نے
بیعت:۔ آپ کے لیے یہ الفاظ اپنے مبارک ہاتھ سے لکھے۔

مے باید کہ تارک دنیا باشی۔ ولسوئے دنیا وارباب دنیا مائل نشوی
وبیہ قبول نہ کنی۔ وصلہ بادشاہاں قبول نہ گیری۔ واگر مسافراں
برتو رسند وبہ تو چیزے نہ باشد ایں حال نعمتے شمری از نعمت ہائے
الٰہی۔

فان فعلت ما امرتك وظنی بك ان تفعل كذالك فانت
خليفتی وان لم تفعل فالله خليفتی علی المسلمين ؓ

ترجمہ:۔ اگر تم نے اس پر عمل کیا اور مجھے یہی توقع ہے تب تو میرا خلیفہ ہے
اور اگر عمل نہ کیا تو میرا خلیفہ خود اللہ تعالیٰ ہے مسلمانوں پر!

قاضی محی الدین صاحب کاشانی نے مخدوم سلطان المشایخ کی نصیحت پر حرف بحرف
عمل کیا اور اپنی قضاۃ کی سند مرشد کے سامنے پھاڑ کر پھینک دی اور عوام کے افادہ وعبادت
کے باوجود دنیا سے تمام علائق منقطع کر لیے۔ یہاں تک کہ آپ کے ساتھ آپ کے عیال بھی
فاقوں میں مبتلا ہو گئے۔ یہ اطلاع جب وقت کے بادشاہ سلطان علاء الدین خلجی کو پہنچی تو آپ
کو اودھ کا قاضی مقرر کیا۔ یہ منصب آپ کا موروثی بھی تھا۔ مگر آپ قبول نہ کرنے میں بہت
عرصہ بضد رہے۔ باوجود یکہ طلب کے بغیر یہ منصب عطا ہوا تھا۔ اور مرشد نے کہا اگر آپ
اسے طلب کرتے تو اور بات تھی مگر اب تو بغیر طلب کے ہے۔ آپ تردد نہ کیجیے مگر انہوں نے
واپس کرنے کے لیے اصرار کیا اور جب وہاں سے نکل آئے تو زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر
تنگ ہو گئی۔ اور جان بھی قالب میں بے قرار ہو گئی۔ آپ نے غور کیا کہ اب اللہ کے پاس
جانے ہی میں بھلا ہے اسی حیص وبیص میں ایک سال گذر گیا۔ تب آپ قضاۃ پر راضی ہو گئے
مگر اب آپ کی ہمت میں زہد واستقامت کا پہلا سا ولولہ نہ تھا۔ اپنے مرشد ہی کی زندگی میں اللہ
کو پیارے ہو گئے۔

۲۶۰۔ مولانا معزالدین اندھنی

"الشیخ الفاضل الکبیر" دہلی کے ایک مدرسہ میں مسند تدریس پر متمکن تھے۔[1]

۲۶۱۔ شیخ معین الدین باخرزی

(العہد سلطان علاءالدین خلجی)

"الشیخ الفاضل الکبیر" شہر قنوج میں قیام تھا۔ ابن بطوطہ نے آپ سے ملاقات کی۔[2]

۲۶۲۔ شیخ معین الدین الکلونی

(العہد سلطان محمد شاہ خلجی)

"الشیخ الفاضل" دہلی میں مسند تدریس آراستہ فرمائی۔[3]

۲۶۳۔ مولانا معین الدین عمرانی

(العہد سلطان محمد تغلق)

"الشیخ الفاضل العلامۃ" ——— ایسے علماء انگلیوں پر شمار ہوتے ہیں۔ دہلی کے ممتاز اساتذہ سے تھے۔ منطق، فلسفہ، فقہ، اصول، معانی و بیان ہر ایک میں بالغ النظر تھے۔ اوقات کا زیادہ حصہ درس افادہ میں صرف فرماتے۔ ان کے معاصر کوئی اور ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ بلگرامی نے لکھا ہے کہ محمد تغلق نے مولانا عمرانی کو بے بہا تحائف دے کر شیراز بھیجا

---

[1] برنی (درمتن)

[2] برنی (درمتن)

[3] برنی (درمتن)

کہ وہاں سے قاضی عضد الدین الایجی کو لے آئے۔ سلطان ابو اسحٰق شیرازی نے سنا تو قاضی صاحب ممدوح کو ہندوستان آنے سے منع کر دیا۔ اور مولانا عمرانی کی بے حد تعظیم کی۔

مولانا عمرانی نے نہایت عمدہ کتابیں لکھیں۔ ان میں شرح و تعلیقات علی کنز الدقائق وحسامی و مفتاح العلوم ہیں۔

۲۶۴۔ شیخ معز الدین اجودھنی

(بعہد سلطان محمد تغلق)

"الشیخ العالم الصالح" —— ابن علاء الدین یوسف العمری الاجودھنی۔ صلاح و تقویٰ و علوم میں ممتاز الاقران تھے۔ پاک پٹن میں پیدا ہوئے۔ شیخ وجیہ الدین پائلی سے درسیات پڑھیں۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد ان کی خلافت پر فائز ہوگئے۔

محمد شاہ تغلق نے انہیں دہلی بلا کر گجرات و دکن میں بھجوایا۔ وہاں شہید کر دیے گئے اور وہیں دفن ہوگئے۔

ابن بطوطہ نے ان سے اجودھن میں ملاقات کی۔ جب وہ ان کے والد کی ملاقات کے لیے وہاں گئے۔

۲۶۵۔ شیخ معز الدین الدہلوی

م ۷۷۴ھ / ۱۳۷۲ء بعمر ۱۰۴ سال

"الشیخ الفاضل" —— ابن علاء الدین بن شہاب الدین ابن شیخ احمد الخطابی المدنی ثم الہندی الدہلوی۔ بزرگی اور تقویٰ میں معروف۔ دہلی میں پیدا ہوئے اور یہیں پروان چڑھے شیخ جلال الدین حسین ابن احمد الحسینی البخاری الاچی کی خدمت میں برسوں رہ کر درسیات پڑھے۔ اور حرمین تشریف لے گئے۔ جہاں سے سات حج کرنے کے بعد ہندوستان میں

مراجعت فرمائی۔ گجرات پہنچے تو یہیں طرح اقامت ڈال دی۔ یہاں ہی شادی کی اور بہسوں یہاں قیام رہا۔

۲۴۶۔ قاضی مغیث الدین بیانوی

(دلعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ العالم الفقیہ الصالح الحنفی" اپنے ملک کے ممتاز علماء سے تھے۔ علم اور عمل دولوں میں فرو روزگار۔ سلطان علاء الدین خلجی سے تقرب کا یہ عالم تھا کہ آپ کو وہ دستر خوان پر شریک طعام کرتا اور تنہائی میں امور خاص میں مشورہ طلب کرتا۔ اور قاضی صاحب کسی خوف کے بغیر اپنا مافی الضمیر بیان کرتے۔

برنی نے تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک روز سلطان علاء الدین خلجی نے تنہائی میں فرمایا:۔

سلطان: میں آپ سے چند باتیں دریافت کرتا ہوں۔ آپ سچ سچ بیان کیجیے۔

قاضی صاحب: غالباً میرے سر پر موت منڈلا رہی ہے!

سلطان: یہ وہم آپ کو کیوں ہوا!

قاضی صاحب: اگر میں سچ عرض کروں گا تو سلطان کے غصے کا مورد قرار پاؤں گا اور آپ مجھے قتل کرا دیں گے!

سلطان: میں ہرگز ہرگز آپ کے ساتھ ایسا سلوک نہ کروں گا!

یہ کہہ کر سلطان نے قاضی صاحب سے چند سوالات کیے۔

سلطان: ان بت پرستوں کی ہندوستان میں کیا حیثیت ہے۔ شرع کے مطابق یہ قوم ذمی کیوں کر ہوئی؟

قاضی صاحب: جب وہ جزیہ ادا کریں تو ذمی ہی قرار پائیں گے۔ اور اگر جزیہ وصول کرنے والا ان کے منہ کے اندر تھوک دے۔ اس لیے کہ اس نے انہیں مغلوب کر لیا ہے!

اور اسے یہ حق بھی ہے اور جائز بھی ہے اور یہ فتویٰ امام ابو حنیفہ کا ہے۔

دوسرے مجتہدین : ان حضرات کا فتویٰ یہ ہے کہ:۔

بت پرستوں کو یا قتل کر دیا جائے یا وہ اسلام قبول کر لیں اور بس!

سلطان:۔ اس کا تو مجھے علم نہ تھا لیکن میں یہ سنتا ہوں کہ وہ جزیہ بھی نہیں دیتے۔ گھوڑوں پر سوار ہو کر دندناتے پھرتے ہیں۔ تیر اندازی کی مشقیں جاری رکھتے ہیں۔ لباس فاخرہ زیب تن رکھتے ہیں۔ ہر قسم کی زینت سے خود کو سنوارے رکھتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں اور حکام کی اطاعت پوری طرح نہیں کرتے۔

اس مرحلہ پر یہ امر میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا کہ "میں اور شہر فتح کروں" مگر کیسے فتح کر سکوں گا۔ جب مفتوحہ شہروں کی رعیت میری اطاعت نہیں کرتی۔ اگر یہ لوگ مطیع ہو جائیں تو ایک بات بھی ہے۔

اے قاضی صاحب: آپ عالم دین ہیں۔ آپ نے ان الجھنوں کا حل نہیں بتایا اور میں تو علوم دین سے بالکل کورا ہوں۔ اس لیے میں اپنی الجھنیں بیان کرتا ہوں۔

بت پرست میرے وفادار نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ میں ان کی بے جا تعظیم نہ کروں مگر میں انہیں اسی قدر مال دے سکتا ہوں جو ان کے لیے کفایت کر سکے۔

اس کے بعد سلطان نے یہ سوال کیا" کہ اگر عمال خیانت کرنے سے نہ رکیں تو؟

قاضی صاحب نے فرمایا کہ شریعت کی کتابوں کے اندر یہ مرقوم ہے کہ اگر عمال کو ان کی جملہ ضروریات کے لیے زر بدل نہ دیا جائے اور اس تکمیل کے لیے وہ بیت المال میں سے کچھ اڑالیں یا رشوت لینا شروع کر دیں یا محاصل میں سے کتر بیونت کر لیں تو صاحب الامیر (سلطان) ان سے اپنا مال پورا کر سکتا ہے یا انہیں مال مغصوبہ کی نوعیت کے مطابق حبس میں بھجوا سکتا ہے ـــــــ رہا قطع ید ـــــ تو شریعت اس بارے میں خاموش ہے یہ سن کر سلطان نے کہا میں نے حکام بالا کو تاکید کر رکھی ہے کہ وہ ہر ایک عامل کو اس کے جملہ حوائج کے مطابق وظیفہ دیں۔ اس پر بھی عامل اگر خیانت کریں تو ان کو تعزیر یا حبس جو مناسب حال ہو

سے پیش آئیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اس زمانے کے اندر سرقہ، رشوت اور خیانت بالکل نہیں رہے۔

پھر سلطان نے فرمایا کہ میں نے اپنے زمانۂ نیابت میں دیوگیر سے جو مال غنیمت حاصل کیا وہ بڑی محنت اور مشقت سے حاصل کیا، تو کیا یہ حاصل کردہ مال صرف میرا حق ہے یا بیت المسلمین کا؟ قاضی صاحب نے فرمایا کہ جو مال آپ نے دیوگیر سے مسلمان عساکر کی امداد سے حاصل کیا، وہ بیت المال کے لیے ہے۔ اور اگر آپ نے یہ مال شریعت کے حکم کے مطابق صرف اپنی جدوجہد سے ہی حاصل کیا ہے تو یہ سب مال آپ ہی کا ہے۔ سلطان یہ بات سن کر بہت سٹ پٹایا۔ آپ کیا فرما رہے ہیں اور آپ کا سر کیا کہہ رہا ہے۔ یعنی جو مال میں نے اپنی جدوجہد اور اپنے خدام خاص کی امداد سے ان کفار سے حاصل کیا ہے جنہیں دہلی میں کوئی نہ جانتا تھا اور اس مال میں سے اتنا مال میں نے بیت المال میں شامل کر دیا، جو بیت المال کا حق بھی نہ تھا۔ اب سلطان نے پوچھا، یہ فرمایئے کہ بیت المال سے میرا اور میرے اہل کا کتنا حصہ ہے؟ قاضی صاحب نے فرمایا، اب میری موت قریب آگئی ہے۔ سلطان! یہ آپ نے کس بات پر جانا کہ آپ کی موت قریب آگئی ہے۔ جواب۔۔۔ اس بات سے جانا کہ اگر میں شرع کے مطابق جواب دوں تو سلطان قتل کرا دے گا اور اگر سلطان کی خواہش کے مطابق کہوں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز دوزخ میں جھونک دے گا! سلطان: آپ اپنے علم کے مطابق کہیے۔ قاضی! اگر سلطان خلفائے راشدین کا اقتدا کرے اور وہ آخرۃ کا رزق بھی چاہے تب بھی اتنا وظیفہ بیت المال سے لینا اس کے لیے مناسب ہے جتنا ایک مجاہد کا حق ہے اور یہ ۲۳۴ تنکہ ہے اور اس پر بھی اگر سلطان یہ کہے کہ اتنی رقم سے بسر اوقات اس کے وقار کے منافی ہے تو سلطنت کے امرا کے مطابق ملنا چاہیے۔ اور اگر علمائے سو اس سے بھی زیادہ کے لیے فتویٰ دیں تو وہ اس کے مطابق لینے کا مجاز ہے۔ اس قدر کہ جس سے اس کی بسر اوقات امرا کی معیشت کے ہم پلہ ہو سکے۔ اگرچہ وہ اپنی مستورات کو سرکاری مال سے سونے اور چاندی کے قناطیر المقنطرہ اور ارض خراجی میں سے قریات، بیش قیمت ملبوس، جواہرات اور مینا کاری کے ظروف ہی کیوں نہ بخش دے۔

سلطان! آپ میری تلوار سے نہیں ڈرتے جو آپ فرماتے ہیں کہ ہم بیت المال سے اپنی مستورات کو وہ کچھ دے دیں جو شرع میں حرام ہو۔

قاضی صاحب! میں آپ کی تلوار سے ضرور ڈرتا ہوں، تبھی تو اپنے عمامہ کو کفن سمجھ رہا ہوں لیکن سلطان نے مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت کیے تو میں نے اپنے علم کے مطابق ان کا جواب دیا اور اگر سلطان مجھ سے ریاست کے بارے میں دریافت کرے تو میرا جواب ہوگا کہ سلطان ایک بیگم کے لیے ایک ہزار تنکہ خرچ کر سکتا ہے۔

سلطان: آپ نے مجھے میرے ہر ایک سوال کے جواب سے محروم رکھا۔ شاید آپ مجھے ان تمام اختیارات سے یک طرف رکھنا چاہتے ہیں جو میں تعزیز و تشدید کی صورت میں رکھتا ہوں، میں شرابی اور دلال کو حبس، زانی کے اعضا کو قطع اور زانیہ کو قتل کا حکم دیتا ہوں اور باغیوں کی سزا دہی میں کسی مجرم کے نیک یا بد ہونے سے ان کے قتل سے کم کوئی سزا نہیں دیتا۔ ان کے بیٹوں اور ان کی عورتوں کو بھی قتل کرا دیتا ہوں، جو لوگ بیت المال میں خیانت کریں انہیں قید کر دیتا ہوں، ان کے گلے میں طوق پہنوا دیتا ہوں اور ان سے غصب شدہ مال اگلوا لیتا ہوں۔

قاضی مجلس سے نکل کر جوتوں کی جگہ پر آ گئے۔ زمین پر پیشانی رکھ دی اور بآواز بلند کہا سلطان مجھے قتل کرا دیں یا زندہ رہنے دیں میں شرع کے اندر کوئی رعایت نہیں کر سکتا۔ اور نہیں یہ اجازت دے سکتا ہوں کہ وہ مجرموں کے ساتھ من مانی کرے۔ بادشاہ یہ سن کر محل کے اندر چلا گیا اور قاضی اپنے گھر کی طرف لوٹ آیا۔ جہاں اس نے اپنے متعلقین اور اقرباکو جمع کر کے ان سے آخری رخصت لی۔ کچھ صدقہ دیا میت کا سا غسل کیا پھر سلطان کے دربار میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اسے خلعت اور ایک ہزار تنکہ دیا۔ اور کہا میں علمی خاندان کا فرد نہیں صرف ایک مسلمان گھرانے کا مولود ہوں اور کہا میں ڈرتا ہوں کہ باغی مجھ پر چڑھ دوڑیں اور ہزاروں مسلمان قتل ہو جائیں۔ اس لیے میں ان کی بھلائی میں مصروف رہتا ہوں مگر جب وہ میرے حکم سے سرتابی کرتے ہیں تو ان پر سختی کرتا ہوں اس وقت میں شرع اور خلاف شرع میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ نہ یہ سمجھتا ہوں قیامت کے دن میرا رب میرے ساتھ کیا کرے گا البتہ میں اس سے یہ دعا کرتا ہوں "کہ اے میرے رب تو جانتا ہے کہ اگر کوئی شخص غیر عورت سے زنا کرے تو اس سے میری بادشاہت میں فرق نہیں آئے گا۔ شرابی کے جرم کی مجھے سزا نہ ملے گی۔ کسی کی چوری سے میرے باپ کا مال متروکہ کم نہ ہوگا ۔۔۔۔۔۔ اگر کوئی شخص خیانت کرے تو میری ذات پر اس کا کیا اثر ہے میں انہیں شریعت کے مطابق سزا دے دیتا ہوں۔

مسلمانوں کی عملی حالت ان کے ان اسلاف سے مختلف ہو گئی ہے۔ جو زمانہ رسالت مآب میں تھے، میں نے پچاس لاکھ افراد میں سے بھی ایک ایسا شخص نہیں پایا جس کے دل میں اللہ تعالےٰ کا خوف ہو یہی وجہ ہے کہ لوگ بے محابا زنا و خیانت اور رشوت کے ارتکاب سے دامن نہیں بچاتے۔

۲۶۷۔ مولانا مغیث الدین ہانسوی

(لعہد سلطان فیروز شاہ خلجی)

"الشیخ الفاضل" اپنے عہد کے ممتاز علما سے تھے۔ تصانیف میں رسالہ الصالح والبدائح ہے۔ جو مشہور نہ ہو سکا (شاہ عبد الحق دہلوی)

فارسی میں ان کے اشعار ہیں ازاں جملہ!

درور گوش وقد خوش، درغد خوب دخطر تر

فرتو فری پری وپری دباتو کے وفدا

یہ شعر ۱۹ بحروں میں شمار کیا گیا۔ بلکہ یہ تمام قصیدہ[1]

۲۶۸۔ قاضی مظہر الدین کروہی

(از ندمائے سلطان فیروز شاہ خلجی)

"الشیخ العالم الفاضل" حنفی، صوفی کروہی اپنے دور کے معروف علما سے تھے۔ طریقت میں شیخ نصیر الدین محمود ابن یحییٰ الاودھی سے مستفیض، شاعر باکمال تھے۔ ان کے اشعار نہایت شستہ تھے۔ سلطان فیروز الدین خلجی کے ندیموں میں سے تھے۔ سلطان ان کی بہت عزت کرتے تھے۔

ناظم تبریزی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے اشعار فصاحت سے مملو تھے۔ مولانا محمد صوفی المازندرانی نے ان سے صوبہ گجرات میں ملاقات کی۔ ان کے اشعار ان کے

---

[1] منتخب الالباب

دیوان میں داخل کیے اور انہیں صوبۂ گجرات کا ساکن لکھا۔[1] شیخ عبدالحق دہلوی نے رسالۂ اخبار الفضلاء میں ان کا ذکر کیا ہے جس میں بہت سے اشعار نقل کیے ہیں۔ ازاں جملہ!

غم دنیا درازی دراز
ہرچہ گیرید مختصر گیرید
دوستان در عزیمت سفر اند
یک زبان لذت نظر گیرید

۲۶۹۔ مولانا منہاج الدین القاسی

الشیخ الفاضل الکبیر القاسی اپنے عہد کے ممتاز اساتذہ میں سے تھے۔ سلطان علاء الدین خلجی محمد شاہ کے عہد میں دہلی کے اندر ان کا درس جاری تھا۔[2]

۲۷۰۔ شیخ منتخب الدین ہانسوی

م ۷۰۹ھ
۱۳۰۸ء

الشیخ العالم الفقیہ منتخب الدین بن ناصر الدین نعمانی ہانسوی المشہور بہ زرزری بخش مشایخ چشتیہ کے اعلیٰ صف میں تھے۔ سن ولادت ۶۷۵ھ مولد قصبہ ہانسی۔ وہیں پروان چڑھے۔ بالغ ہونے پر دہلی تشریف لے آئے اور یہاں کے سربرآوردہ اساتذہ سے درسیات پڑھیں۔ تکمیل کے بعد حضرت سلطان الاولیاء کے ملازم ہو گئے۔ جب طریقت میں درجۂ کمال پر آپہنچے تو مرشد نے سندِ خلافت عطا فرما کر دکن میں دعوت و ارشاد کی طرف بھجوا دیا۔

---

[1] صبح گلشن (درمتن)

[2] برنی (درمتن)

تب آپ کے ہمراہ کئی اور یارانِ طریقت شریکِ سفر ہو گئے اور دولت آباد پہنچ کر ایک غار کے اندر طرح اقامت ڈال دی۔ جہاں ایک مسجد کے سوا کوئی اور مکان نہ تھا۔ جو مسجد چار سو اولیائؒ سے منتسب تھی۔

موصوف بڑے زاہد و پارسا، شب زندہ دار اور متوکل تھے۔ ان کے ہاتھ پر بے شمار مخلوق مشرف بہ اسلام ہوئی۔ ربیع الاول ۷۰۹ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اور یہیں دفن ہوئے۔

۲۷۱۔ مولانا منہاج الدین انصاری

م ۷۵۴ھ
۱۳۵۳ء

(بعہد سلطان علاء الدین علاء ابن بہمنی)

"الشیخ العالم الکبیر" تمیمی الانصاری حضرت جیوری علاء الدین کے مرید ہوئے۔ برسوں ملازمِ خدمت رہے۔ دولت آباد دکن اور بعد ازاں گلبرگہ میں وارد ہوئے جب کہ یہاں ایک ہندو راجہ حکمران تھا۔ اور یہیں آسودۂ لحد ہوئے۔

۲۷۲۔ مولانا موید الدین کروی

م ۷۰۶ھ
۱۳۰۶ء

(بعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

"الشیخ الفاضل" سلطان ممدوح کے [illegible] سے تھے اور انہی کے عہد میں قصبہ کڑہ میں عامل مقرر ہوئے۔ مگر کچھ عرصہ بعد ترکِ منصب کر کے دہلی آ کر حضرت سلطان الاولیاءؒ کے ملازم ہو گئے سلطان ممدوح نے آپ کو بلا کر پہلی خدمت تفویض کرنا چاہی تو آپ نے انکار کر دیا اور بدستور حضرت ممدوح کے زیر سایہ رہے۔

۲۷۳۔ مولانا میراں ماریکلی

(بعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی) "الشیخ الفاضل الکبیر حنفی" دہلی میں درس جاری فرمایا اور اساتذہ معتبرین کی صف میں شمار ہوئے (برنی در متن)

۲۷۴۔ مولانا ناصح الدین ناگوری

"الشیخ العالم الصالح" ابن قاضی حمید الدین ناگوری۔ بیت العلم و معرفت میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے پڑھا اور ان کی رحلت کے بعد مسند ارشاد و دعوت پر فائز ہوئے۔ بے شمار افراد نے آپ سے استفادہ کیا (اخبار الاخیار)

۲۷۵۔ مولانا ناصر الدین خوارزمی

الشیخ الفاضل العلامہ فقہائے کبار میں سے تھے اور ہندوستان بھر کے سرکاری قاضیوں میں شامل۔ سلطان محمد بن تغلق نے انہیں صدر جہاں کا خطاب ارزانی فرمایا۔

۲۷۶۔ مولانا نجم الدین انتشار

(از عہد علاء الدین خلجی تا سلطان فیروز شاہ)

"الشیخ الفاضل الکبیر" نجم الدین دہلوی المشہور بہ انتشار۔ اول الذکر بادشاہ کے عہد میں مسند تدریس آراستہ فرمائی جو آخر الذکر سلطان کے زمانہ تک قائم رہی۔

فقہ و اصول میں کمال حاصل تھا۔ ہر دور کے بادشاہ اور امرا آپ کی تعظیم میں پیش پیش آپ سے برکت حاصل کرنے میں مسابق اور آپ کے اشاروں پر گامزن ہونے کو اپنا فخر سمجھتے۔[1]

---

[1] کتب الاخبار (در متن)

۲۷۷۔ مولانا نجم الدین سمرقندی

"الشیخ العلامۃ الکبیر الامام" ــــ حنفی فخر الاماثل کہ کثرۃ درس میں ان کی نظیر ان کے دور میں نہ تھی۔ بالابند سیری (دہلی) لبعہد شاہ فیروز میں ان کا مدرسہ تھا۔ بالابند سیری سلطان ممدوح کا شاہی محل تھا۔ یہ بادشاہ بہت عمدہ تعمیرات کرانے میں ممتاز تھا اور مولانا سمرقندی کی بہت تعظیم کرتا۔ بلیش بہا تحائف نذر کرتا۔ آپ کو فقہ و اصول کے سوا کئی اور علوم میں وسعت نظر تھی۔

۲۷۸۔ مولانا نجیب الدین ساوی

(لبعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

الشیخ الفاضل نجیب الدین ــ الساوی، دہلی کے ممتاز اصحاب تدریس میں سے تھے۔ (برنی)

۲۷۹۔ مولانا نصیر الدین دہلوی

(لبعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

"الشیخ الفاضل الکبیر" ــ المشہور بہ المعی۔ دہلی میں مشہور ارباب درس سے تھے۔ (برنی)

۲۸۰۔ مولانا نصیر الدین صابونی

"الشیخ الفاضل" لبعہد سلطان محمد شاہ خلجی، مشہور ارباب فقہ و اصول و عربی میں سے تھے۔ دہلی میں مسند تدریس جاری رکھی۔ (برنی در متن)

۲۸۱۔ مولانا نصیر الدین الکروی

(لبعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی) "الشیخ الفاضل" نصیر الدین کروی الدہلوی حنفیہ کے

فقہائے کبار سے تھے۔ دہلی کے اندر مسندِ تدریس پر تمکن حاصل تھا۔ (برنی در متن)

۲۸۲۔ مولانا نصیر الدین حکیم شیرازی

(بعہد سلطان علاء الدین حسن بہمنی) "الشیخ الفاضل العلامۃ" علمائے فحول میں سے تھے فنونِ حکمیہ پر احاطہ تھا۔ ہندوستان تشریف لائے اور گلبرگہ میں مطب و تدریس دونوں شغل اختیار کیے (تاریخ فرشتہ متن)

۲۸۳۔ مولانا نصیر الدین جونپوری

"الشیخ الصالح" علوم ظاہری اور طریقت دونوں میں ممتاز۔ حضرت شرف الدین منیری کے برسوں ملازم رہے اور خلافت عطا ہوئی۔ اپنے دور کے ممتاز شیوخ سے تھے۔ حضرت منیری آپ سے بے حد محبت کرتے۔ (سیرۃ الشرف در متن)

۲۸۴۔ مولانا نظام الدین شیرازی

"الشیخ الفاضل الکبیر" نظام الدین شیرازی علم و تقویٰ میں فخر الاکابر۔ حرمین کا سفر کیا تو حج و زیارت سے مشرف ہو کر واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔ اور حضرت نظام المشائخ کے ملازم ہوئے نعمت وجد و حالت نصیب ہوئی۔ شیخ محمد ابن مبارک علوی کرمانی ادھر سے دہلی آئے تو آپ کی زیارت کی۔ آپ دہلی میں آسودہ لحد ہوئے۔ (خزینۃ الاصفیاء در متن)

۲۸۵۔ مولانا نظام الدین کلاہی

(بعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی) "الشیخ الفاضل" نظام الدین کلاہی فقہ و اصول و عربی کے مشہور علماء میں سے تھے۔ دہلی میں مسندِ تدریس بھی جاری رکھی (برنی در متن)

۲۸۶۔ مولانا نظام الدین ظفرآبادی

"الشیخ الفاضل"۔ الحسینی فرقہ چشتیہ کے مشایخ سے تھے۔ عمر کا کچھ حصہ تدریس میں بسر کرنے کے بعد حضرت نظام المشایخ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفیض ہوئے۔ اب ظفرآباد آئے اور شیخ اسد الدین الحسینی کے ملازم ہوئے۔ جن کے اثر سے زہد و عبادت کی طرف مائل ہو گئے۔ شاعر بے بدل تھے۔ عربی اور فارسی دونوں میں ان کی تصانیف ہیں۔ اور ان کے اشعار کا نمونہ یہ ہے ؎ یار مارا بہ ازیں زار و حزیں مے خواہد

بہ ازیں چیست کہ مارا بہ ازیں مے خواہد

ظفرآباد ہی میں آسودۂ لحد ہوئے۔ (تجلی نور درمتن)

۲۸۷ مولانا نظام الدین درون حصاری

"الشیخ الفاضل الکبیر"۔ ایسے واعظ طلیق اللسان کہ ان کی بات دل میں اتر جاتی۔ ایک روز جب ان کے وعظ میں حضرت شرف الدین احمد منیری تشریف لائے تو آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے

؎ اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید — معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

آناں کہ طلب گار خدا ئید خدائید — حاجت بہ طلب نیست شمائید شمائید

حضرت منیری ان شعروں سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ستون سے سر ٹیک کر جان بلب ہو گئے (سیر الاشرف)

۲۸۸۔ شیخ نور الدین ہانسوی

"الشیخ الصالح الکبیر"۔ نور الدین بن قطب الدین بن برہان الدین جمال الدین الخطیب الحنفی الہانسوی مشہور مشایخ سے ہیں۔ ہانسی میں پیدا ہوئے اور یہیں پروان چڑھے۔ اپنے والد سے درسیات اور طریقت دونوں حاصل کیے۔ حتیٰ کہ اپنے والد کی جگہ پر مرتبہ مشیخیت تک آ

پہنچے اور علم و عرفان دونوں میں فائز المرام ہوئے۔ زاہد و عابد اور قانع و صابر تھے۔ شاہی تحائف قبول نہ کرتے۔ ہانسی ہی میں آسودہ لحد ہوئے۔ ان کا مزار باعث برکت ہے۔

۲۸۹۔ مولانا وجیہہ الدین رازی

"الشیخ الامام العالم الکبیر العلامۃ" علمائے دہلی کے ممتاز ترین علمائے فقہ سے تھے۔ شیخ ابوالقاسم تنوخی سے پڑھا۔ حضرت تنوخی نے حمید الدین ضریر سے پڑھا۔ حضرت حمید الدین نے شمس الائمہ سے اور انھوں نے صاحب ہدایہ سے پڑھا۔

اور ان کے شاگرد:۔ سراج الدین ابو حفص عمر بن اسحاق بن احمد غزنوی ہیں۔ (الفوائد البہیہ)

۲۹۰۔ مولانا وجیہہ الدین پائلی

(پائل نواح سرہند میں ایک قریہ ہے)

"الشیخ الامام العالم الکبیر" فقہ و اصول فقہ و عربی ادب میں معروف تھے۔ بیان میں حلاوت تھی۔ بات میں قند گھول دیتے۔ کتاب سامنے رکھنے کے بغیر پڑھاتے۔ زہد و قناعت میں مگن رہتے۔ حضرت نظام المشایخ سے طریقت میں تربیت حاصل کی۔ برنی نے انہیں اپنے دور میں علمائے کبار میں شامل کیا ہے۔

۲۹۱۔ مولانا وجیہہ الدین البیانوی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ العالم الفقیہ" ـــــ البیانوی۔ دہلی کے اندر ممتاز اساتذہ سے تھے۔ اور اسی مرتبے پر فائز تھے۔ (برنی در متن) ابن بطوطہ نے ان سے سندیری میں ملاقات کی۔ جب ممدوح امیر عزیز الدین بتانی کے ندما میں تھے اور امیر ان کی بہت تعظیم فرماتے۔

۲۹۲- مولانا وجیہ الدین دہلوی

"الشیخ العالم الکبیر" بعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی - دہلی میں معروف اساتذہ سے تھے۔

۲۹۳- مولانا یعقوب الفقنی

۱۳ جمادی الاخری ۷۹۶ھ

"الشیخ الصالح الفقیہ یعقوب بن خواجگی العلوی الفقنی الگجراتی - علم و فضل اور صلاح و تقوٰی میں ممتاز الافاضل تھے - طریقت انہوں نے شیخ زین الدین داؤد بن الحسین شیرازی سے حاصل کی - صاحب وجد و حالت تھے - شیخ رجب نہروالی سے بھی طریقت میں استفادہ کیا - ان کے کرامات اور کشف کا تذکرہ عام تھا[1] ان کا اصل وطن خراسان اور شاہی خاندان سے تھے - ان کے شاگردوں میں قاضی کمال الدین ہیں جنہوں نے ان سے فصوص الحکم پڑھی - اور ۷۹۶ھ میں انتقال فرمایا[2] -

۲۹۴- الیمنی الحکیم الدہلوی

"الشیخ الفاضل العلامتہ الحکیم الدہلوی" بعہد سلطان علاء الدین خلجی طب میں بے مثل تھے دہلی میں درس جاری تھا[3]

۲۹۵- شیخ یوسف ابن جمال ملتانی

"السید الشریف العلامتہ" ۔۔۔ حنفیہ کے ممتاز علماء میں سے تھے - ان کے اسلاف مشہد سے آکر ملتان آباد ہو گئے - اس وقت آپ صغیر السن تھے - ملتان میں پروان چڑھے اور

---

[1] مرات احمدی (درمتن) [2] گلزار الابرار (درمتن) [3] (عربی درمتن)

مولانا جلال الدین رومی صاحب ؒ شیخ قطب الدین رازی شارح شمسیہ سے پڑھا اور دار الملک دہلی میں وارد ہوئے ۔ تو سلطان فیروز شاہ نے آپ کو تدریس پر اس مدرسہ میں مامور فرمایا جو بادشاہ نے حوض خاص پر تعمیر کرایا تھا ۔ آپ کے تصانیف متعدد ہیں جن میں سے دو یہ ہیں ۔

۱ ۔ الیوسفی کہ شرح لب الالباب فی علم الالباب از بیضاوی ہے ۔

۲ ۔ توجیہہ الکلام شرح منار الاصول مؤلفہ النسفی ۔

۲۹۶ ۔ شیخ یوسف چندیروی

" الشیخ الصالح الفقیہہ " وجیہہ الدین یوسف چندیروی ۔ علمائے ربانی سے تھے ۔ حضرت نظام المشایخ کی خدمت میں ملازم ہونے پر آپ سے طریقت میں فیض کام ہوئے ۔ حضرت ہی نے انہیں چندیری میں ارشاد و دعوت کے لیے متعین فرمایا ——— مرد معمر ، پارسا ، بے ریا و قانع تھے ۔ کرامات و کشف ان کے مشہور ہیں چندیری ہی میں ۷۲۹ھ میں آسودہ لحد ہوئے ۔

۲۹۷ ۔ شیخ یوسف چشتی

" الشیخ الصالح الفقیہہ " فقہ و اصول میں فخر الاقران اور طریقت میں شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے مستفیض تھے ۔ تصانیف میں تحفتہ النصائح منظوم ہے ۔ (خزینۃ الاصفیاء)

۲۹۸ ۔ شیخ یوسف بن سلیمان اجودھنی

م ۷۵۴ھ / ۱۳۵۳ء

" الشیخ الصالح " یوسف بن سلیمان بن مسعود (شکر گنج) العدوی العمری یعنی شیخ علاء الدین اجودھنی ۔ جو ان کا لقب ہے ۔ مشایخ کبار سے تھے ۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ۷۵۴ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے ۔ سلطان محمد تغلق نے آپ کی بیعت

کا ربقہ اپنی گردن میں حمائل کیا[1]

ابن بطوطہ ان سے ملاقی ہوا اور لکھا ہے کہ:-

آپ شیخ ہیں ہندوستان کے۔ اسی کی وجہ سے سلطان
نے قریہ پاک پٹن آپ کو بخش دیا۔

آپ وسواس میں اس حد تک گھرے رہتے کہ اگر کسی سے ان کا کپڑا مس کر جاتا تو آپ اسے فوراً دھو لیتے۔ اسی لیے کسی سے مصافحہ تک نہ کرتے۔

میں نے ان سے ملاقات پر شیخ برہان الدین کا سلام پیش کیا تو انہیں بہت حیرت ہوئی اور فرمایا میرا مرتبہ ان سے نیچے ہے۔

میں نے ان کے دونوں بیٹوں سے ملاقات کی۔

(۱) معز الدین

(۲) علم الدین

معز الدین بڑے تھے اور اپنے والد کی رحلت کے بعد ان کے خلیفہ ہوئے۔

ان کے بعد حضرت شکر گنج کی زیارت بھی ہوئی۔ اجودھن سے واپسی کا ارادہ کیا تو صاحبزادہ علم الدین نے مجھ سے فرمایا:-

آپ کو میرے والد کی زیارت ضرور کرنی چاہیے۔ دیکھا تو وہ گھر میں ایک بلند چبوترے پر بیٹھے پائے۔ سر پر بہت بڑا پگڑ تھا جس کے دونوں طرف شملے تھے اور دونوں شملے ایک ہی طرف لٹک رہے تھے۔ ممدوح نے نبات کا ایک خلیسانہ میرے پینے کے لیے بھی بھجوایا۔

---

[1] برنی (در متن)

۲۹۹۔ شیخ یوسف بن علی الحسینی

م ۲۵ شوال ۷۳۱ھ/۱۳۳۰ء

"الشیخ الفاضل" یوسف بن علی بن محمد بن یوسف بن الحسین الحسینی المشہور بہ "راجو قتال"، جن کا نسب یحییٰ بن الحسین بن زید شہید تک پہنچتا ہے۔

حضرت نظام المشایخ کے مسترشدین تھے۔ دہلی سے ۷۲۵ھ میں دولت آباد منتقل ہو گئے اور یہاں شیخ برہان الدین غریب ہانسوی کی خدمت میں ملازم ہو گئے۔

ختم شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ

نزہۃ الخواطر

و

بہجۃ المسامع والنواظر

(پاک و ہند کے علماء اور مشاہیر کا تذکرہ)

(حصہ دوم)

مؤلفہ:- مولانا سید عبد الحئی بریلوی

مترجم:- ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی

مقبول اکیڈمی

بالمقابل شمع پوسٹ آفس شاہ عالم مارکیٹ لاہور